کلامِ دبیرؔ (جلد دوم)

سلکِ سلامِ دبیرؔ

(دبیرؔ کے سلاموں کا مجموعہ)

تحقیق اور تصنیف
ڈاکٹر سیّد تقی عابدی

اظہار سنز
۱۹۔ اردو بازار لاہور۔ پاکستان

جملہ حقوق محفوظ

۲۰۰۴ء

نام کتاب : سلکِ سلامِ دبیرؔ

تحقیق، ترتیب اور تدوین : ڈاکٹر سیّد تقی عابدی

ناشر : سیّد محمد علی معظم رضوی

اظہار سنز، ۱۹۔ اردو بازار، لاہور۔ پاکستان

فون: ۷۲۳۰۱۵۰

طابع : سیّد اظہار الحسن رضوی

مطبع : اظہار سنز پرنٹرز، لاہور فون: ۷۲۲۰۷۶۱

قیمت :

فہرست

۱	رو میں ہے رخشِ عمر	۷
۲	شجرہ مرزا دبیرؔ	۱۱
۳	مرزا دبیرؔ کا نمونہ خط	۱۳
۴	مرزا دبیرؔ کا زندگی نامہ	۱۶
۵	مرزا دبیرؔ یکتائے فنِ زماں	۴۶
۶	مقامِ دبیرؔ مشاہیرِ سخن و ادب کی نظر میں	۴۸
۷	صنفِ سلام میں دبیرؔ کا کمال	۶۰
۸	بہتر نوادر	۷۸
۹	نمونہ صنائع و بدائع	۸۱
۱۰	فہرستِ سلام	۸۹
۱۱	سلام	۱۰۳ تا ۵۴۴
۱۲	مرزا دبیرؔ کا مقبرہ	۵۴۵
۱۳	کتابیات	۵۴۷

رو میں ہے رخشِ عمر

نام	:	سید تقی حسن عابدی
ادبی نام	:	تقی عابدی
تخلص	:	تقی
والد کا نام	:	سید سبط نبی عابدی منصف (مرحوم)
والدہ کا نام	:	سنجیدہ بیگم (مرحومہ)
تاریخ پیدائش	:	یکم مارچ ۱۹۵۲ء
مقام پیدائش	:	دہلی (یو پی) ہندوستان
تعلیم	:	ایم بی بی ایس (حیدر آباد، انڈیا)
		ایم ایس (برطانیہ)
		ایف سی اے پی (یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکا)
		ایف آر سی پی (کینیڈا)
پیشہ	:	طبابت
ذوق	:	شاعری تنقید اور ادبی تحقیق
شوق	:	مطالعہ اور تصنیف
قیام	:	ہندوستان، ایران، برطانیہ، نیویارک اور کینیڈا
شریک حیات	:	گیتی
اولاد	:	دو بیٹیاں (معصومہ اور رویا)، دو بیٹے (رضا اور مرتضیٰ)

تصانیف : شہید (۱۹۸۲ء) جوشِ مودّت (۱۹۹۹ء)
گلشنِ رویا (۲۰۰۰ء) رموزِ شاعری (۲۰۰۰ء)
تجزیہ یادگارِ انیسؔ (۲۰۰۲)
عروسِ سخن (۲۰۰۰ء) اقبالؔ کے عرفانی زاویے (۲۰۰۱ء)۔
انشاء اللہ خان انشا (۲۰۰۱) اظہارِ حق (۲۰۰۳)
طالعِ مہر (۲۰۰۴)
سلکِ سلام دبیرؔ (۲۰۰۴)

زیرِ تالیف : ذکرِ دُرِ باران، تجزیہ شکوہ جواب شکوہ، دبیرؔ کی مثنویات،
رباعیاتِ دبیرؔ

مرزا دبیرؔ کا زندگی نامہ

نام : مرزا سلامت علی

تخلّص : دبیرؔ

عطاردؔ (غیر منقوط کلام میں عطاردؔ تخلّص استعمال کیا ہے)

میر ضمیرؔ نے تخلّص دبیرؔ تجویز کیا اور کہا ''بر دبیرانِ روشن ضمیر مخفی و محجب نماند'' اور مسکرا کر بولے: ''صاحبزادے! میں نے اپنے نفس و نام پر تم کو مقدّم کر دیا۔'' ثابتؔ لکھنوی کہتے ہیں کہ ''میں نے بہت سے تذکرے دیکھے۔ ایک تخلّص کے کئی شاعر نظر آئے مگر دبیرؔ تخلّص، مرزا صاحب سے پہلے کسی شاعر کا، مجھے نظر نہیں آیا۔'' منشی مظفر علی خان اسیرؔ کہتے ہیں: ؎

شاعرانِ حال کیا مضمونِ نو باندھیں اسیرؔ
ڈھونڈتے ہیں یہ تخلّص بھی کہیں ملتا نہیں

حکایت : گیارہ بارہ برس کی عمر میں دبیرؔ کے والد نے میر ضمیرؔ مرحوم کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ یہ بندہ زادہ ہے اس کو مدّاحیِ اہلِ بیتؑ کا شوق ہے۔ میر ضمیرؔ نے فرمایا: کچھ سناؤ! مرزا صاحب نے یہ قطعہ پڑھا: ؎

کسی کا کندہ نگینے پہ نام ہوتا ہے
کسی کی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے
عجب سرا ہے یہ دنیا کہ جس میں شام و سحر
کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

یہ سن کر میر ضمیر اور تمام حاضرین پھڑک گئے۔ کوئی صاحب بول اُٹھے:
''صاحب زادے! ماشاء اللہ! چشم بد دُور! بلا کی طبیعت پائی ہے۔''

لطیفہ: جناب مفتی صاحب کے روبرو ''انیسیے'' اور ''دبیریے'' جھگڑ رہے تھے۔ ہر شخص اپنے ممدوح کے کلام کو پڑھ کر اُس کی خوبیاں بیان کر کے اسے دوسرے پر ترجیح دے رہا تھا ''دبیریے'' نے کہا اور باتیں تو چھوڑیں، ایک تخلص ہی کو دیکھیے! کس قدر عظمت اور برکت نمایاں ہے۔ اُس کے وزن پر کس کثرت سے تخلص ہیں اور اسی کثرت سے مرزا صاحب کے شاگرد بھی ہیں: مشیر، منیر، مطیر، نظیر، سفیر، قدیر، ظہیر، وزیر، امیر، خبیر، نصیر، صغیر، حقیر، فقیر، کبیر وغیرہ۔ وہاں کیا ہے؟ ڈھاک کے تین پات! انیس، نفیس، سلیس آگے بڑھیے تو جلیس۔ مفتی صاحب نے کہا تخلص تو اُدھر بھی بہت ہو سکتے ہیں، پھر سنانا شروع کیا: انیس، بیس، اکیس، بائیس..... اڑتالیس تک۔ حاضرین یہ سن کر بے اختیار ہنسے اور جھگڑا ختم ہوا۔

تاریخ ولادت: ۱۱۔ جمادی الاوّل ۱۲۱۸ ہجری (''بخت دبیر'' مادّۂ تاریخ ولادت: ۱۲۱۸ھ ہے) مطابق ۲۹ اگست ۱۸۰۳ عیسوی۔

مقامِ ولادت: دہلی، محلہ بلی ماراں متصل لال ڈگی۔

والد: مرزا غلام حسین۔

دادا: مرزا غلام محمد۔

جد: مُلّا ہاشم شیرازی نثار، جو شیخ محمد اعلیٰ شیرازی کے برادرِ حقیقی تھے۔

نوٹ: ملا اعلیٰ شیرازی، ایران کے مشہور شاعر تھے۔ ان کی مثنوی ''سحرِ حلال'' ایران میں مقبول تھی۔ اس مثنوی کی صنعت گری یہ ہے کہ اس کو دو بحروں میں پڑھ سکتے ہیں اور ہر شعر میں دو قافیے ہیں، یعنی یہ مثنوی ذو بحرین اور ذو قافیتین مع التجنیس ہے۔ اس مثنوی کی دو بحریں یہ ہیں:

(۱) بحرِ رمل مُسدّس محذوف — فاعلاتن فاعلاتن فاعلن
(۲) بحر سریع مُسدّس مستوی — مفتعلن مفتعلن فاعلن

مثنوی ''سحرِ حلال'' کے دو شعر نمونے کے طور پر پیش ہیں:

؎ اے ہمہ عالم بر تو بی شکوہ رفعتِ خاکِ درِ تو بیش کوہ
ساقی ازاں شیشۂ منصور دم در رگ و در ریشۂ من صور دم

ملا محمد اہلی نے چوراسی (۸۴) سال زندگی کی اور شہر شیراز میں حافظ شیرازی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کی تاریخ وفات ۹۴۲ ہجری مطابق ۱۵۳۵ عیسوی ہے۔ ملا میرک نے تاریخِ وفات کہی:

سالِ فوتش زخرد جستم و گفت
بادشاہِ شعرا بود اہلی (۹۴۲ ہجری)

مرزا دبیر نے اپنی ایک رباعی میں اپنے جد کی تصنیف ''سحرِ حلال'' پر یوں فخر کیا ہے

کب غیر کے مضموں پر خیال اپنا ہے الہامِ خدا شریک حال اپنا ہے
اک یہ بھی ہے اعجاز ائمہؑ کا دبیر دنیا میں سخن ''سحرِ حلال'' اپنا ہے

شہید حضرت قاضی سیّد نور اللہ شوستری نے اپنی تصنیف ''مجالس المؤمنین'' میں اہلی کا تذکرہ اکابرِ شعراءِ عجم میں کیا۔ اہلی شیرازی کا دیوانِ غزلیات بھی یادگار ہے۔ مصنف ''المیزان'' سیّد نظیر الحسن فوقؔ لکھتے ہیں کہ مرزا دبیر کے جد مرزا ہاشم شیرازی، فنِ انشا پردازی اور حسنِ تحریر مراسلات و مکاتبات منشیانہ میں وحیدِ عصر، منشی کامل اور شہ سوارِ ماہر تھے۔

شریکِ حیات: مرزا دبیر کی بیوی اُردو کے عظیم المرتبت شاعر سیّد انشاء اللہ خاں انشاؔ کی حقیقی نواسی اور سیّد معصوم علی کی بیٹی تھی۔ مرزا دبیر کے فرزند اوجؔ نے اس پر اپنے ایک شعر میں فخر بھی کیا ہے:

نانا ہیں مرے سیّد عالی نسب انشاؔ
عاجز ہے خرد، اُن کے فضائل ہوں کب انشاؔ

اولاد: ایک بیٹی اور دو بیٹے۔

الف: بیٹی سب سے بڑی تھی جو میر وزیر علی صباؔ کے فرزند میر بادشاہ علی بقاؔ کی شریکِ حیات ہوئی۔ کہتے ہیں دبیر کی غزلوں کے دیوان، بقا اپنے گھر لے گئے،

چنانچہ جب ان کے گھر آگ لگی، دیوان خاکستر ہو گئے۔ بقاؔ غزل، سلام اور مرثیہ بھی کہتے تھے۔ ان کا کچھ کلام ''دفترِ ماتم'' کی جلدوں میں نظر آتا ہے۔ یہ مرزا صاحب کے ہمراہ عظیم آباد بھی تشریف لے گئے اور دبیرؔ کی مجلسوں میں پیش خوانی بھی کرتے تھے۔

ب: بڑے بیٹے مرزا محمد جعفر اوجؔ۔ ولادت ۱۸۵۳ء وفات ۱۹۱۷ء

نوٹ: مرزا اوجؔ اعلیٰ پائے کے مرثیہ نگار شاعر تھے۔ مرزا اوجؔ شاعری کے مجتہد تھے۔ انھوں نے مختلف نئے تجربات بھی کیے ان کے مراثی میں آتشؔ، دبیرؔ اور انیسؔ: تینوں کے محاسن ملتے ہیں۔ ''معراج الکلام'' میں شبلیؔ نعمانی کا یہ قول نقل ہے: ''انصاف یہ ہے کہ آج مرزا اوجؔ سے بڑھ کر نہ کوئی شاعر ہے، نہ مرثیہ گو۔'' مرزا اوجؔ نے نوجوانی ہی میں ''مقیاس الاشعار'' تحریر کی، جو فنِ شاعری عروض قافیہ و تاریخ گوئی کی بلند معیار کتاب ہے جس کے متعلق داغؔ دہلوی نے فرمایا تھا ''آج علمِ عروض کا ماہر، مرزا اوجؔ سے بڑھ کر کوئی ہندوستان میں نہیں۔ ۱۹۰۸ء میں مرزا اوجؔ نے ''قواعدِ حامدیہ'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا جو اُردو رسم الخط کی اصلاح اور تسہیل سے متعلق تھا۔ انجمن ترقی اُردو نیز مختلف افراد نے جو اُردو املا میں اصلاحیں تجویز کیں، ان کا محرک یہی رسالہ تھا۔ حیدرآباد دکن کی مجلسوں میں آصف سادس میر محبوب علی خان نظامِ دکن مسلسل شریک ہوتے تھے۔ نظام دکن کا سلام مرزا اوجؔ نے اصلاح دے کر پڑھا تو نظام دکن نے باآوازِ بلند کہا: ''مرزا صاحب! آپ واقعی یکتائے فن ہیں۔'' مرزا اوجؔ نے چھیاسٹھ (۶۶) سال کی عمر میں انتقال کیا اور اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

ج: چھوٹے بیٹے مرزا محمد ہادی حسین عطاؔرد تھے۔ ولادت: ۱۸۵۶ء
وفات: ۱۸۷۳ء

نوٹ: مرزا محمد ہادی حسین عطاؔرد عین شباب کے عالم میں (۲۰) برس کی عمر میں ۱۲۹۰ ہجری میں یکا یک تخمۂ (gasteroentritis) کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کر

گئے۔ مبتدی شاعر تھے سلام کہتے تھے۔ ان کے سلام ''دفترِ ماتم'' کی جلدوں میں شائع ہوئے ہیں۔ مولوی علی میاں کامل نے تاریخ وفات کہی: ع: شد عطارد

ملکینِ بیتِ نعیم: ۱۲۹۰ ہجری

عطارد کی موت کا بڑا اثر دبیر پر ہوا۔ آنکھوں کی بینائی نورِ نظر کے ساتھ جاتی رہی۔ رات میں جو کچھ گھنٹے سوتے، وہ بھی نورِ نظر کے داغ کی نذر ہو گئے۔

بھائی بہن: ایک بڑے بھائی اور دو بڑی بہنیں۔ مرزا صاحب سب سے چھوٹے تھے۔

بڑے بھائی مرزا غلام محمد نظیر، وفات ۱۲۹۱ ہجری۔ اگرچہ نظیر عمر میں بڑے تھے لیکن مرزا دبیر کے تقدس و کمال کے سبب سے مرزا صاحب کا ایسا ادب کرتے تھے جیسے چھوٹے بھائی کرتے ہیں۔ ثابت لکھنوی لکھتے ہیں: نظیر کے سیکڑوں سلام اور سو سے زیادہ مرثیے ہیں۔

راقم کو نظیر کے ۲۷ سلام ''دفترِ ماتم'' کی سولھویں، سترھویں اور اٹھارویں جلدوں میں ملے۔ نظیر کا ایک مشہور مرثیہ: ''ہر آہ علم ہے یہ عزا خانہ ہے کس کا'' نول کشور کی جلدِ دبیر میں شائع ہوا ہے۔ نظیر کے انتقال پر دبیر نے انیس کے قطعۂ تاریخی میں اپنی قلبی کیفیت کا اظہار یوں کیا ہے:

وا دریغا عینی و دینی دو بازویم شکست
بے نظیر اوّل شدم امسال و آخر بے انیس

تعلیم و تربیت: مرزا دبیر نے تمام کتبِ رائج درسیہ عربی اور فارسی باقاعدہ پڑھی تھیں۔ جملہ علومِ معقول اور منقول میں مہارت حاصل تھی۔ پروفیسر حامد حسن قادری کہتے ہیں: ''مرزا دبیر نے عربی اور فارسی کی تعلیم فضیلت کی حد تک حاصل کی تھی۔'' ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی ''دبستانِ دبیر'' میں لکھتے ہیں: ''مرزا صاحب کی علمی حیثیت بہت بلند تھی۔ عربی و فارسی میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ تمام علومِ عقلی اور نقلی پر حاوی تھے اور طبقہ علما میں شمار کیے جاتے تھے۔'' دبیر چونکہ بہت ذہین تھے، اس لیے اٹھارہ انیس سال میں فارغ التحصیل ہو گئے۔

اساتذہ: (۱) مولوی غلام ضامن صاحب فاضلِ دوراں سے ابتدائے شباب میں صرف ونحو، منطق، ادب اور حکمت کا درس لیا۔

(۲) مولوی میر کاظم علی صاحب عالمِ دین سے دینیات، تفسیر و اصول وحدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

(۳) ملّا مہدی صاحب مازندرانی اور مولوی فدا علی صاحب اخباری کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا۔

(۴) شاعری میں تقریباً دس سال میر ضمیرؔ کی شاگردی کی۔ ضمیرؔ لکھنوی کو خود اس پر فخر تھا کہ وہ دبیرؔ کے استاد ہیں۔ اس مضمون کو انھوں نے اپنی ایک رباعی میں یوں پیش کیا ہے:

پہلے تو یہ شہرہ تھا ضمیرؔ آیا ہے
اب کہتے ہیں استادِ دبیرؔ آیا ہے
کردی مری پیری نے مگر قدر سوا
اب قول یہی ہے سب کا پیر آیا ہے

(۵) مرزا دبیرؔ کی اوسطِ عمر میں میر عشقؔ مرحوم نے بھی مرثیوں میں مشاقی بہم پہنچائی ہے، اس کا اعتراف شادؔ عظیم آبادی نے کیا ہے۔

مذہب: مسلمان۔ (شیعہ اثنا عشری محتاط اُصولی)

نوٹ: ثابتؔ لکھنوی ''حیاتِ دبیرؔ'' حصۂ اوّل میں لکھتے ہیں: ''ازبس کہ مرزا دبیرؔ کے کئی استاد اخباری تھے، بعض حضرات مرزا صاحب کو اخباری مسلک سمجھتے تھے مگر مرزا صاحب ایک محتاط اصولی شیعہ تھے۔''

شغل: شاعری اور ادب (حکمت سے دل چسپی رکھتے تھے)۔

شکل وصورت: ثابتؔ لکھنوی اور شادؔ عظیم آبادی نے دبیرؔ کو بڑھاپے میں دیکھا تھا۔ ثابتؔ لکھنوی کہتے ہیں: ''پکا سانولا رنگ، کسی قدر کشیدہ قامت، ماتھا بڑا، کثرتِ سجود سے ماتھے پر سجدے کا نشان، آنکھیں بڑی بڑی کول دو انگشتی ڈاڑھی، بڑی

پاٹ دار آواز۔''

شاد عظیم آبادی ''پیمبرانِ سخن'' میں لکھتے ہیں: ''مرزا دبیر خوب صورت نہ تھے۔ رنگ بہت کالا تو نہ تھا مگر سانولا بھی نہیں کہہ سکتے۔ آنکھیں بڑی اور کول تھیں۔ ان میں سرخی کے ڈورے، ہونٹ بڑے تھے، پیشانی اونچی تھی، سر کے بال نہایت کم اور چھدرے تھے، ڈاڑھی بالکل مورچہ پُر تھی، خط بھی بنتا تھا، مونچھیں کسی قدر نمایاں تھیں مگر کتری ہوئی، اس پر مازو کا خضاب، قد وقامت متوسط، نہ بہت جسیم نہ دُبلے تھے۔''

تصویر: مرزا دبیر کی جو تصویر مشہور ہے، وہ مجہول ہے لیکن مرزا صاحب کے بیان شدہ حلیے کے بہت قریب ہے۔ لب وناک ونقشہ اِس تصویر کا، مرزا اوج اور مرزا رفیع سے ملتا جلتا ہے۔ تصویر کے بارے میں مؤلفِ ''حیات دبیر'' لکھتے ہیں: ''میں نے کوشش بلیغ کی کہ لکھنؤ میں یا کہیں، مرزا صاحب کی قلمی یا عکسی تصویر مل جائے مگر ناکام رہا۔ مرزا اوج صاحب اور بعض معمر اصحاب کی زبانی معلوم ہوا کہ فوٹو کا مسئلہ علمائے اسلام میں مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے مرزا صاحب نے اپنی تصویر نہیں کھچوائی، حالانکہ شاہی فوٹوگرافر مشکور الدولہ مرحوم، مرزا صاحب مرحوم کے فدائی شاگرد نے بہت چاہا مگر مرزا صاحب تصویر کھچوانے پر راضی نہ ہوئے، یہ ممکن ہے کہ کسی نے کلکتہ، پٹنہ، بنارس۔ اور کھجوہ وغیرہ میں ان کی بغیر اجازت فوٹو لے لیا ہو۔''

نواب حامد علی خاں صاحب بیرسٹر ایٹ لا لکھنوی نے تقریباً تمام ہندوستان کے مشہور اُردو اخباروں میں خطوط شائع فرمائے اور اپنی جیب سے تصویر لانے والے کو پچاس روپیہ دینا چاہا مگر تصویر دستیاب نہ ہوئی۔

مرزا دبیر کے مرنے کے چند سال بعد ایک یورپ کے علم دوست نے مرزا صاحب کی تصویر تلاش کی لیکن تصویر اُس کو بھی نہ ملی۔

بہر حال، ان تمام اشکالات اور حقائق کے باوجود ہم مرزا دبیر کی مشہور تصویر ہی کو

ان کی قلمی یا عکسی تصویر کا متبادر مجھنے پر مجبور ہیں۔

آواز: مرزا دبیر کی آواز پاٹ دار اور پر تاثر تھی۔ ان کی آواز میں گداز شامل تھا لیکن حاسدین، مرزا دبیر کی آواز کو بھی نام رکھتے تھے، چنانچہ دبیر اپنی ایک رباعی میں کہتے ہیں:

جب شاہِ نجف معین و ناصر ہوئے
کیوں سب میں نہ ممتاز یہ ذاکر ہوئے
آواز ہے بھاری تو ہو پر بات یہ ہے
مجلس میں سخن نہ بارِ خاطر ہوئے

لباس: بقول شاد عظیم آبادی: ''دامن دار کوٹ اور بڑے گھیر کا کرتا، کبھی تن زیب، کبھی جامدانی پہنتے تھے۔ گرمیوں میں عمدہ مشروع کا مہری دار پاجامہ اور سفید جرابیں۔ سر پر باریک کام کی چکن کی پانچ گوشے والی ٹوپی، بغیر قالب کی اور جیسی کہ اس زمانے میں ایک جدید رسم سر گوشہ جالی لوٹ کے رومال اوڑھنے کی نکلی تھی، جب کہیں تشریف لے جاتے تھے، پاؤں میں زردوزی رنگ کھیلا بھاری کام کا جوتا، ہاتھ میں مرشد آبادی جریب، انگلیوں کے ناخنوں میں مہندی کا رنگ۔ بڑے بڑے عقیق کے نگوں کی تین چار انگوٹھیاں بھی پہنا کرتے تھے۔ جاڑوں میں بیشتر شالی دگلا، شالی رومال یا عمدہ دوشالہ، سر پر لکھنؤ کی پنچ گوشہ ٹوپی۔

ثابت لکھنوی لکھتے ہیں: ''سر پر گول پنچ گوشیہ ٹوپی، جسم میں اندر شلوکا، اوپر ڈھیلا کرتہ جو گھٹنوں سے نیچا ہوتا ہے، اُس کے نیچے ڈھیلا پاجامہ اور پاجامے کے نیچے ایک جانگیہ ہمیشہ پہنے رہتے تھے، پاؤں میں کھیلا جوتا۔

غذا: دبیر دن میں صرف ایک وقت نو دس بجے کے لگ بھگ غذا تناول کرتے تھے، رات میں صرف چائے پیتے تھے۔ آخر عمر میں جب سخت علیل رہنے لگے تو طبیبوں کی رائے سے دو وقت غذا کر دی تھی، چونکہ نمازِ شب میں دقت اور تکلیف ہوتی تھی، اس لیے پھر رات کی غذا ترک کر دی تھی۔ شاد عظیم آبادی لکھتے ہیں:

میٹھے چاولوں اور بالائی سے بہت رغبت تھی۔ اُن کا دستر خوان اس سے خالی نہ رہتا تھا۔ غذا کھانے کے بعد آرام کرتے تھے اور پانچ بجے کے قریب بیدار ہوا کرتے تھے۔ شب کو بارہ بجے کھانا کھا کے دو بجے تک آرام کرتے تھے۔

نظام الاوقات: مرزا دبیرؔ وقت کے بڑے پابند تھے۔ ہر کام اور عبادت کا وقت مقرر تھا۔ نمازِ صبح کا سلسلہ دو گھڑی دن چڑھے ختم ہوتا تھا، پھر کھانا کھاتے تھے۔ دوپہر کو اکثر اپنے شاگردوں کے کلام پر اصلاح دیتے تھے اور خود بھی کہہ لیتے تھے۔ سرِ شام سے رات کے نو بجے تک وہ نمازِ مغربین اور تعقیبات سے فارغ ہوتے تھے، پھر رات کے بارہ بجے تک احباب اور شاگردوں کا ہجوم رہتا تھا، علمی چرچے اور شعری بحثیں ہوتیں۔ آدھی رات کو جب یہ مجمع برخاست ہو جاتا تو مرزا صاحب نمازِ شب میں مصروف ہو جاتے تھے اور بعد میں شعر کہتے۔ ثابتؔ لکھنوی لکھتے ہیں کہ ٹھیک حال نہیں معلوم کہ رات میں کس وقت سے کس وقت تک سوتے تھے، لیکن شادؔ عظیم آبادی نے بتایا ہے کہ شب کو بارہ بجے کھانا کھا کر دو بجے رات تک آرام کرتے۔ آخرِ شب تہجد پڑھ کر مرثیے کی تصنیف شروع ہوتی تھی جو صبح تک جاری رہتی۔ مرزا صاحب دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد بھی آرام کرتے تھے۔

آدابِ محفل: مرزا دبیرؔ کی رہایش گاہ عالی شان کوٹھی نہ تھی بلکہ معمولی مکان تھا جہاں پر دن رات احباب اور شاگردوں کا ہجوم رہتا تھا۔ بڑے بڑے شہزادے، حکام آپ کے گھر پر تشریف لاتے اور علمی اور شعری مباحث میں شریک ہوتے۔ مرزا صاحب، جب کوئی کسی کی غیبت کرتا، تو اُس کو فوراً روک دیتے تھے۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ میر انیسؔ صاحب کے خلاف کوئی بات کر سکے۔ وہ اس معاملے میں بہت حساس تھے۔

شادؔ کہتے ہیں: گھر کے صدر میں ایک بڑا سا گاؤ، جاڑوں میں اونی بڑا قالین، گرمیوں میں بہت بڑی سوزنی بچھی ہوتی تھی۔ آگے ایک فیض آبادی بڑا

صندوقچہ سیاہ رنگ کا اور پیتل کی بڑی دوات اور چند وا سطی قلم دھرے رہتے تھے۔ پائین میں ہر وقت ایک خدمت گار پگڑی باندھے منتظر حکم کھڑا رہتا تھا۔ جب کوئی مہمان وارد ہوتا، علیٰ قدرِ مراتب کسی کا اب فرش تک استقبال کرتے، کسی کے لیے کھڑے ہو کر تعظیم کرتے، جھک کر سلام کرتے اور ہاتھ جوڑ کر مزاج پوچھتے۔ غربا اور حاجت مند کو بھی بیٹھے بیٹھے سلام نہیں کرتے تھے بلکہ کچھ خمیدہ پشت ضرور ہو جاتے۔ گھنٹے دو گھنٹے کے اندر دو تین دفعہ خاص دان میں گلوریوں کا دور ہو جاتا تھا۔ تین چار بند گڑگڑیوں کے حقے، چاندی کے چمبر کے ساتھ، صحبت میں موجود رہتے تھے۔ اکثر عطر دان الائچیوں اور ڈلیوں کا بھی دور ہو جاتا تھا۔ باتیں آہستہ آہستہ اور قدرے مسکراہٹ کے ساتھ کرتے تھے۔ جب مذاقِ شاعری کے لوگ ہوتے تو کبھی کبھی محاورے کی نسبت، کبھی کسی غیر معمولی وزن والے شعر کی نسبت باتیں ہوتیں، احیانا کوئی شک واقع ہوتا تو فنِ عروض کی کتابیں کھولی جاتی تھیں۔

حافظہ: مرزا دبیر کا حافظہ بلا کا تھا۔ واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو چالیس پچاس سالہ پرانی باتیں اچھی طرح یاد تھیں۔ ہم قوتِ حافظہ کی دو حکایات یہاں بیان کرتے ہیں:

اوّل: مرزا صاحب سے دلگیر مرحوم کو بہت محبت تھی اور وہ بہت قدر و منزلت کرتے تھے۔ میر علی سوزخواں نے اپنے امام باڑے میں دلگیر کا کلام پڑھا۔ اس مجلس میں دبیر بھی موجود تھے۔ شام کو جب مرزا دبیر کے گھر پر بیٹھک ہوئی تو ایک مصاحب نے دلگیر کے مرثیے کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اس مرثیے کا حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ جب تک میر علی سوزخواں اس کو دو تین سال پڑھ کر تقسیم نہ کریں گے۔ دلگیر صاحب کسی کو نہیں دیں گے۔ مرزا دبیر نے کہا کہ مرثیے کے کل پندرہ سولہ بند ہیں، اگر کسی کی قوتِ حافظہ اچھی ہو تو دو تین مرتبہ غور کر کے یاد کر سکتا ہے۔ پھر مرزا دبیر نے ایک ایک بند کر کے سب بند لکھوا دیے۔ اس حکایت سے دبیر کے حافظے کا پتا چلتا ہے۔

دوم: مرزا ظہور شاگردِ دبیر کہتے ہیں کہ ایک دن میر صفدر علی صفدر کے مرثیے پر دبیر اصلاح دے رہے تھے، چنانچہ تلوار کی تعریف کی ٹیپ ؎

سدِّ سکندری کو تپ لرزہ آئی تھی
دیوار قہقہہ بھی کھڑی تھرتھرائی تھی

کو یوں بدل دیا: ؎

سدِّ سکندری پہ جو بھڑکی گھلا دیا
دیوار قہقہہ پہ جو کڑکی رُلا دیا

کوئی بیس پچیس برس بعد جب ظہور نے اسی کٹی ٹیپ کو اپنے مرثیے میں ضم کر کے مرزا صاحب کو سنایا تو آپ نے فرمایا: اس کو میں نے کبھی سن کر کٹوا دیا تھا۔ اِس طرح دبیر کے حافظے نے ظہور کو حیرت میں ڈال دیا۔

خط: مرزا دبیر نہایت خوش خط اور زود نویس بھی تھے۔ آپ کا خط پختہ اور با قاعدہ تھا۔ مرزا صاحب کا خط اُس زمانے کے ایرانیوں کی روش پر تھا۔ وہ حرفوں پر کم نقطے دیتے تھے اور بعض حروف پر نقطے ہی نہیں دیتے تھے۔ حروف پر نقطے نہ ہونے کی وجہ سے مرثیوں کی نقلیں لیتے ہوئے بعض لفظوں کا کچھ کا کچھ ہو گیا، شاید یہ بھی وجہِ تحریف ہوگی۔

مرزا دبیر کے ہاتھ کا لکھا ہوا مخمس کا ایک ورق ہمارے بیان کا ثبوت ہے۔ شاد عظیم آبادی کہتے ہیں:

مرزا دبیر کے پاس ایک اچھے خط کا کاتب ضرور ملازم رہتا تھا۔

فرنگی محل کے ایک مولوی صاحب تیس روپے پر ملازم تھے۔ وہ خوش خط بھی تھے اور فارسی نثر رنگین لکھتے تھے۔ خود مرزا صاحب کا خط شفیعہ آمیز پختہ تھا۔

اخلاق و کردار: مرزا دبیر اوصافِ حمیدہ کے حامل تھے۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی مداحی نے ان کے دل میں رحم، مروّت، سخاوت، عدالت، قناعت، متانت، صادقت، غیرت، خودداری اور جرأت کے ولولوں کو اس طرح ابھارا کہ وہ فرشتہ صفت انسان بن کر

ظاہر ہوئے۔

محمد حسین آزاد ''آبِ حیات'' میں لکھتے ہیں: ''دبیر کی سلامت روی، پرہیز گاری، مسافر نوازی اور سخاوت نے صنف کمال کو زیادہ تر رونق دی تھی۔''

مرزا رجب علی بیگ سرور ''فسانۂ عجائب'' میں لکھتے ہیں: ''اللہ کے کرم سے ناظم خوب، دبیر مرغوب نے بارِ احسان اہل دول کا نہ اٹھایا۔''

شاد عظیم آبادی: دوسروں کی امداد کرنا، حاجت مندوں کی حاجت کو پورا کرنا، وہ عبادت تصور کرتے تھے۔

ثابت لکھنوی : مرزا دبیر فرماتے ہیں وہ آدمی نہیں ہے جو دوسروں کے کام نہ آئے۔

(الف) رحم ومروّت: حکایت : میر انیس کے ایک شاگرد نے مرزا دبیر سے خواہش کی کہ انھیں ملکہ زمانی کی مجلس میں پڑھوا دیجیے۔ مرزا دبیر نے اپنے پاس سے قیمتی شالے کپڑے انھیں پہنوائے، ایک پالکی میں خود اور دوسری میں ان کو سوار کرا کے سلطان عالیہ اور ملکہ زمانی سے تعریف کی اور پڑھوایا۔ دربار سے شالی رومال اور پانچ سو روپیا ملا۔ جب گھر واپس آ کر مرزا صاحب کے شالے کپڑے اتارنے لگے تو مرزا دبیر نے کہا: آپ نے شاہزادی کا ہدیہ تو قبول فرمالیا، اب اس فقیر کا ہدیہ کیوں رد کر رہے ہیں۔ پھر دبیر نے اُن شالی کپڑوں کے ساتھ دو سو روپے اپنے پاس سے دیے۔

حکایت : آگرہ کے وکیل جناب سیّد حسن صاحب بیان کرتے ہیں کہ غدر کے بعد ایک سیّد صاحب مرزا دبیر کے پاس آئے اور کہا کہ آپ میرے ساتھ چل کر فلاں رئیس سے مجھے کربلائے معلّی کے سفر کے لیے دو سو روپے دلوا دیجیے کیوں کہ رئیس میر انیس کے چاہنے والوں سے تھے، مرزا صاحب نے کہا کہ آپ میر صاحب سے سفارش لے لیجیے۔ لیکن سیّد صاحب نے بتایا کہ استخارے میں دبیر کا نام آیا ہے۔ پھر مرزا صاحب نے بھی دوبارہ استخارہ دیکھا تو اچھا آیا، چنانچہ فیٹن میں سوار ہو کر جب رئیس کے گھر گئے تو وہ کھانا کھا رہے تھے۔ جب چوکیدار نے

اطلاع دی، وہ فوراً دبیر صاحب سے ملنے باہر آئے اور پوچھا: حضور نے کیوں زحمت فرمائی؟ مرزا صاحب نے کہا: سیّد صاحب کربلا جانا چاہتے ہیں اور اس کے لیے انھیں دوسو روپے درکار ہیں۔ نواب صاحب اندر گئے اور چار سو روپے لا کر ان سیّد صاحب کو دے کر کہنے لگے یہ دوسو روپے تو آپ کے مطلوبہ ہیں اور دوسو روپے اس شکریے میں نذرِ سادات کرتا ہوں کہ مرزا صاحب اس غریب خانے پر تشریف لائے۔

(ب) سخاوت: مرزا دبیر کی سخاوت کا ان کے مخالفین تک اقرار کرتے ہیں۔ وہ سخی ابن سخی تھے۔ ثابت لکھنوی نے لکھا ہے کہ ان کو سالانہ لاکھوں روپیا ملتا تھا اور وہ سب اہلِ حاجت میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اُردو ادب کے کسی شاعر کو اُن کے دور تک اتنا پیسا نہیں ملا۔

(ج) مہمان نوازی: مرزا صاحب بہت مہمان نواز تھے۔ ان کی مہمان نوازی کے قصے تمام ہندوستان میں مشہور تھے۔ اکثر باہر سے آنے والے علما اور باکمال افراد ان کے یہاں ٹھہرتے تھے۔ کوئی مہمان بغیر کھانا کھائے یا بغیر حصولِ نقد و جنس، نہیں جا سکتا تھا۔ پردیسیوں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اگر مہمان کہیں علیحدہ ٹھہرتے تو نذر کے خوان بھجواتے تھے۔ جو لوگ باہر سے مرزا صاحب کی مجالس میں آتے تو انھیں بڑی عزت سے قریبِ منبر بٹھاتے تھے، جہاں لکھنؤ کے امیروں کو جگہ ملنا دشوار تھی۔

حکایت: ایک دفعہ امام باندی بیگم کے دولت کدے واقع پٹنہ پر سیّد امداد امام اثر صاحب ''کاشف الحقائق'' کے والد مرزا صاحب سے ملنے آئے۔ سردی کا موسم تھا لیکن موصوف معمولی لباس، یعنی ایک تن زیب کا کرتہ اور ایک تن زیب کا انگرکھا پہنے ہوئے تھے۔ مرزا صاحب سمجھے کہ کوئی مفلوک الحال ہیں جو گرم کپڑوں کی توفیق نہیں رکھتے، صرف اسی قدر راز کھلا کہ سیّد ہیں، چنانچہ انھیں بلا کر ایک لکھنؤ کے فرو روئی دار اور اس پر پانچ روپیا رکھ کر کہا کہ میں مُغل ہوں اور سادات کا غلام ہوں، یہ غلام کا ناچیز ہدیہ قبول فرمائیں۔ انھوں نے رضائی یہ کہہ کر رکھ لی کہ

حضور کا تبرک میں عمر بھر رکھوں گا اور مرنے سے پہلے اپنی اولاد سے وصیت کروں گا کہ میرے کفن میں رکھ دیں، شاید غفور الرّحیم اسی بہانے بخش دے۔ پانچ روپے یہ کہہ کر لوٹا دیے کہ مجھے اس کی حاجت نہیں، ورنہ ضرور رکھ لیتا۔ سیّد صاحب نے واپسی پر منشی فرزند احمد صغیرؔ سے اس واقعے کا ذکر کیا۔ صغیرؔ نے دوسرے وقت مرزا صاحب سے تخلیے میں عرض کیا کہ کل جنھیں رضائی مرحمت ہوئی، وہ خاندانی امیر ہیں۔ مرزا صاحب نے جواب دیا: مجھ سے غلطی ہوئی میں سمجھا کہ ان کے پاس سردی کے مقابلے کے لیے کوئی دگلا نہیں ہے۔

(د) **کمک و خیرات**: شادؔ کہتے ہیں: ''خفیہ سلوک کرنے میں یدِطولیٰ رکھتے تھے۔ نادار اور حاجت مند گھیرے رہتے تھے۔ بعض لوگوں سے سنا ہے کہ اکثر سونی راتوں کو تنہا گھر سے نکل گئے اور کسی شریف زادے، نادار غیرت دار کے گھر پہنچ کر چپکے سے کچھ دے آئے۔ کئی اپاہج نادار اور بیواؤں کو مشاہرے دیا کرتے تھے۔ اپنے خاندان والوں کو اپنے ساتھ لیے رہے۔ اگر کپڑے بنوا رہے ہیں تو پچاس جوڑے، ہر ایک کے لیے الگ الگ اہتمام کے ساتھ بنوا رہے ہیں، گویا تقریب ہے۔ ان کے بھائی مرزا غلام محمد نظیرؔ کثیر العیال تھے۔ مرزا دبیرؔ سب کو گلے سے لگائے رہے اور کل اخراجات اسی کشادہ پیشانی سے ادا کیے جیسے اپنے بیٹوں، بیٹی، داماد اور اُن کے بچوں کے لیے کر رہے ہیں۔

مرزا دبیرؔ غدر کے بعد جب عظیم آباد پٹنہ جاتے تو دیکھتے اُن کے اکثر ملنے والے نہایت عسرت اور غربت میں زندگی بسر کر رہے ہیں، چنانچہ مرزا دبیرؔ اُن افراد کے لیے بنارس کے زرّیں اور ریشمی کپڑے لاتے اور ایسے دوستوں کو تحفے کے طور پر دیتے تھے۔ اگر کوئی صاحبِ دختر ہوتے تو کہتے: یہ میری بھتیجی کے جہیز میں شامل کر دیجیے۔

(ہ) **قناعت**: اگرچہ مرزا دبیرؔ کی آمدنی لاکھوں میں تھی لیکن زندگی سادہ تھی، کیونکہ وہ اپنے لیے صرف ضروری خرچ رکھ لیتے اور باقی سب کچھ غربا میں تقسیم کر دیتے۔ شادؔ

عظیم آبادی ''پیمبرانِ سخن'' میں لکھتے ہیں: ''میں نے پہلے پہل جو مرزا صاحب کا گھر دیکھا تو محض بے مرمّت، صرف مٹی کی چھت کا ایک سائبان تھا جس میں خود بیٹھا کرتے تھے، اس کے علاوہ بھی دو چار گھر قریب قریب تھے مگر ان کی شان کے لائق نہ تھے۔ مجھ کو تعجب ہوا کہ مرزا دبیرؔ کی فتوحات کم نہیں ہیں، کپڑوں کے تو ایسے شائق ہیں کہ گویا مقدرت سے زیادہ ہی پہنتے ہیں مگر گھر کیوں ایسا رکھا ہے۔ ایک دن کیا دیکھتا ہوں کہ کپڑے بیچنے والا آیا، آپ نے کچھ مشروع کچھ گل بدن کچھ ململ کچھ نین سکھ غرض متفرق قسم کے دس بارہ تھان، جو اس کے پاس موجود تھے، خرید کر فرمایا کہ دس تھان اس گل بدن کے، پانچ مشروع کے چودہ ململ وتن زیب کے، اس طرح ایک لمبی فہرست لکھوادی اور کہا کہ پہنچا دو! پھر شام کو کچھ چکن، کچھ تن زیب کے تھان دوسرے سے خرید کیے۔ ایک دفعہ دیکھا کہ ایک ٹوکرا بھر کر زنانی اور مردانی جوتیاں خرید کر منگائیں، تب یہ حال کھلا کہ خاندان بھر کو ہر چھٹے مہینے ضرور دیا کرتے تھے، خاندان والوں کے مشاہرے مقرر کر رکھے تھے، اس کے علاوہ بھی نقد دیا کرتے تھے، ایک دفعہ دس تولہ عطر مول لے کر چھوٹی چھوٹی شیشیوں میں، قریب پچیس شیشیوں میں بھر کر اپنے خاندان والوں کو بھجوائیں، تب میں نے سمجھا کہ ایسا فیاض بزرگ کیوں کر اچھا گھر بنا سکتا ہے۔ ان کا خلق اور کمال ایسا تھا کہ بڑے بڑے نواب شہزادے اونچے درجے کے روسا اسی مختصر اور بے مرمّت گھر اور تنگ گلی میں آنا اپنا فخر سمجھتے تھے۔

(و) **عدالت:** عدالت کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ کبھی کسی غریب کے مقابلے میں کسی امیر بدطینت کی طرف داری نہ کی کسی رئیس یا بادشاہ کی انھوں نے خوشامد نہ کی، کسی بادشاہ کو خداوند نہ کہا۔

جب مرزا دبیرؔ نے بادشاہ اودھ غازی الدین حیدر کے عزاخانے میں بادشاہ کی موجودگی میں منبر پر جا کر حمد و نعت و منقبت پڑھ کر یہ قطعہ پڑھا:

واجب ہے حمد و شکر جنابِ اِلٰہ میں　　فضلِ خدا سے آیا ہوں کس بارگاہ میں
مجھ سا گدا اور انجمنِ بادشاہ میں!　　چرچا یہ لوگ کرتے ہیں اس وقت راہ میں

ذرّے پہ چشمِ مہر ہے مہر منیر کو
حضرت نے آج یاد کیا ہے دبیرؔ کو

پھر جو مرثیہ پڑھا، اُس کا مطلع ہے: ؎ ''داغِ غمِ حسینؑ میں کیا آب و تاب ہے۔'' چنانچہ جب مرثیے کے اس بند پر آئے تو بادشاہ رونے لگے اور اِسے پھر پڑھوایا۔ بند یہ ہے:

جب روزِ کبریا کی عدالت کا آئے گا　　جبّار بادشاہوں کو پہلے بلائے گا
انصاف عدل اُن سے بہت پوچھا جائے گا　　تو آج داد دینے کی کل داد پائے گا

گل کر دیا ہے دونوں جہاں کے چراغ کو
لوٹا ہے تیرے عہد میں زہراؑ کے باغ کو

کہتے ہیں مرزا دبیرؔ تو مرثیہ پڑھ کر چلے گئے لیکن بادشاہ کو خوفِ خدا سے ساری رات نیند نہ آئی، صبح سویرے اپنے وزیر کو انصاف اور عدالت کے بارے میں بڑی تاکید فرمائی۔

متانت خودداری: مشہور ہے کہ میر انیسؔ کی طرح جو وضع و قطع مرزا دبیرؔ نے اپنائی تھی، اسے مرتے دم تک نبھاتے رہے۔ مشکل سے مشکل دور میں ہمیشہ سواری میں گئے۔ جب کہیں تشریف لے جاتے تو خاندان کے دو چار آدمی ساتھ ہوتے، ایک دو خدمت گار، چاندی کا خاص دان اور چھتری لیے سر پر پگڑی رکھے ساتھ رہتے تھے۔ مرزا دبیرؔ کی متانت ایسی تھی کہ بڑے بڑے صاحبانِ علم، مرزا صاحب کو اپنا قبلہ و کعبہ مانتے تھے۔ مرزا صاحب جن امور میں دبنا اور عجز کرنا غیر شرعی سمجھتے تھے، اُن میں کبھی کسی سے دب کر نہیں رہے۔ علامہ جائسی سے معلوم ہوا کہ ایک مجلس میں واجد علی شاہ کے روبرو جب گئے تو باتوں میں انھوں نے معمولی سا لفظ ''خداوند''، جو اہلِ لکھنؤ کا تکیۂ کلام تھا، نہیں کہا۔ جب مجلس ختم ہونے پر بادشاہ

کے ایک مصاحب نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے مرزا صاحب کو لفظ خداوند کہنے میں کچھ اکراہ ہے تو بادشاہ نے اُس جانب توجہ نہ کی۔ دوسرے روز دبیر نے منبر پر یہ رباعی پڑھی تو بادشاہ نے اُس مصاحب سے مخاطب ہو کر کہا: دیکھا! شاعروں کو الہام ہوتا ہے:

ناداں کہوں دل کو کہ خرد مند کہوں
یا سلسلۂ وضع کا پابند کہوں
اک روز خدا کو منہ دکھانا ہے دبیر
بندوں کو میں کس منہ سے خداوند کہوں

سرکارِ سلاطیں سے سروکار نہیں
جز مجلسِ مولا کوئی دربار نہیں
مدّاح ہوں میں امامؑ بے سر کا دبیر
سامان کیسا کہ سر بھی درکار نہیں

مرزا دبیر نے جب مرثیہ پڑھنا شروع کیا، اُس زمانے میں مرثیہ گو شعرا سوز خوانوں کے رحم و کرم پر رہتے تھے، کیوں کہ انہی سوز خوانوں کی بدولت ان کے مرثیے مشہور ہوتے تھے۔ مشہور ہے کہ اُس زمانے میں لکھنؤ کے مشہور سوز خواں میر علی صاحب، جو رشتے میں خواہ میر درد کے نگے نواسے تھے، جس شاعر کا مرثیہ سوز سے پڑھتے، اُسے شہرت مل جاتی تھی۔ مرزا دبیر کی شہرت سُن کر میر علی صاحب نے دبیر کے تین مرثیوں: ع: ''باغِ فردوس سے یہ بزمِ عزا بہتر ہے''
ع: ''بخدا تاجِ سرِ عرش خدا ہے شبیرؑ''
ع: ''جب ہوئی ظہر تلک قتل سپاہِ شبیرؑ'' کو حاصل کر کے پڑھا اور سارے لکھنؤ میں ان مرثیوں کی شہرت ہوگئی۔ اتفاق سے انہی مرثیوں میں سے ایک مرثیہ کسی دوسرے سوز خواں نے بھی کہیں پڑھا جہاں میر علی صاحب موجود تھے، جب میر

علی صاحب کو معلوم ہوا کہ دبیرؔ نے یہ مرثیہ دوسروں کو بھی دیا ہے تو مرزا صاحب کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ اگر تم مستند اور مشہور مرثیہ کہنا چاہتے ہو تو آیندہ وہ مرثیہ، جو میر علی کو دیا گیا ہے، کم از کم تین سال تک کسی دوسرے کو تقسیم نہ کیا جائے۔ مرزا صاحب نے جواب بھیجا کہ میری طرف سے آداب عرض کیجیے اور کہیے کہ اوّل تو آپ سیّد، دوسرے بزرگ، تیسرے ذاکر، اس طرح واجب التعظیم ہیں۔ میں اگر مستند مرثیہ کہنا چاہتا ہوں تو امام حسینؑ کی امداد اور اپنی محنت و طبعِ خداداد سے۔ یہ بات شاید مری مروّت سے بھی دور ہوگی کہ کوئی ذاکر مجھ سے مرثیہ مانگے اور میں یہ کہہ کر اُس کی دل شکنی کروں کہ میر علی صاحب کا حکم نہیں۔ مجھ سے یہ شرط نبھ نہیں سکتی۔'' کہتے ہیں اُس دن سے پھر میر علی صاحب نے مرزا صاحب کا کوئی مرثیہ نہیں پڑھا۔

احترام و دل جوئی: مرزا صاحب ہر بندۂ خدا کو احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ دوسروں کو احمق بنانے اور ہجو ملیح کرنے کی بعض حضرات کو جو عادت ہوتی ہے، مرزا صاحب کو اس سے سخت نفرت تھی۔ دبیرؔ اپنے دشمن کی بھی دل شکنی کو گوارا نہیں کرتے تھے۔ حسد اور رشک انہیں پسند نہ تھا۔ ہمیشہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

مذہب میں مرے رشکِ خفی شرکِ جلی ہے
واللہ کہ یہ ولولۂ حُبِّ علیؑ ہے

وعدہ وفائی: دبیرؔ جو وعدہ کرتے ضرور وفا کرتے۔ مجتہد العصر علامہ جائسی کہتے ہیں: جب کسی مجلس میں نیا مرثیہ: ''اے طبع دلیر آج دکھا شیر کے حملے'' مرزا دبیرؔ نے پڑھا، مجھے پسند آیا۔ میں نے مرثیہ طلب کیا۔ مرزا صاحب نے فرمایا: یہ مرثیہ آپ کو وطن جانے کے دن ملے گا چنانچہ جب میں وطن روانہ ہو رہا تھا تو مرزا دبیرؔ نے خود اپنے ہاتھوں سے مرثیہ اُسی دن عنایت کیا۔

دبیرؔ کے اخلاق و کردار پر جناب ہیر الال شیدا لکھتے ہیں: —— ''مرزا صاحب کا کلام ہماری بتائی ہوئی کسوٹی پر پرکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاعری کے لیے

پیدا کیے گئے تھے چونکہ ہر اصلی شاعر کا یہی مشن ہوتا ہے کہ وہ دنیا کے اخلاق کو ترقی دے اس لیے وہ دوسرے واقعات کے پیرائے میں اپنے وقت کی بھلائیوں اور برائیوں کے نغمے سنایا کرتا ہے۔ مرزا صاحب کے زمانے میں بھی آج کل کی طرح سچی دین داری کی جگہ ریاکاری کا زور تھا۔ وہ اس سے متنفر تھے۔ اس کی ہدایت اس طرح فرماتے ہیں:

نزدیک ہے کہ زہد کو بے آبرو کریں
تر دامنی سے شہر میں زہد وضو کریں

مرزا صاحب ایک مصلح اخلاق کی حیثیت سے اپنے ہم جنسوں میں صبر وقناعت و وضع داری، بیکسوں اور مفلسوں سے ہمدردی کا مادہ پیدا کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ جنابِ ممدوح امام حسینؑ کی زبانی اُن کی چار برس کی بیٹی سکینہ سے مخاطب ہو کے فرماتے ہیں:

سینے پہ مرے سو چکیں اب خاک پہ سونا
آخر ہے زمیں بھی تو غریبوں کا بچھونا

مرزا صاحب کا کلام، اخلاق کی درستی کرنے والے اور محبت کے موجب خیالات کا کبھی نہ خالی ہونے والا خزانہ ہے۔ وہ انسانی جماعت کو نیک اور پاکیزہ خیال بنانے کے لیے اس دنیا میں بھیجے گئے تھے، اس لیے سچے اور حقیقی شاعر تھے۔

شمس العلما سیّد امداد امام اثرؔ بہت سچ کہتے ہیں کہ مرزا دبیرؔ تمام تر صفاتِ ملکوتی سے متصف اور لاریب خاصانِ خدا میں تھے۔ اولیاے خدا کی خوبیاں خدا نے انھیں بخشی تھیں۔ ان کی سخاوت اور ایثار شہرۂ آفاق ہے۔ علم وفضل کے ساتھ توفیق عبادت بہت کچھ خدا ے پاک نے عطا فرمائی تھی۔ اخلاقِ محمدیؐ کا آپ پورا نمونہ تھے۔ جود وسخا، بذل وعطا میں اپنا جواب آپ تھے۔ منکسر المزاجی، خاکساری اور فروتنی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ خوش مزاجی، خوش اخلاقی اور خوش اوقاتی آپ پر ختم تھی۔ عمر بھر کسی کی غیبت نہ کی۔

شاعری کا آغاز: دبیرؔ نے ۱۲ سال کی عمر میں ۱۸۱۵ء میں شاعری کا آغاز کیا۔

مدت مشقِ سخن: ۶۰ سال

پہلا قطعہ: یہ قطعہ مرزا صاحب نے اپنے استاد ضمیرؔ کو سنایا تھا:

کسی کا کندہ نگینے پہ نام ہوتا ہے
کسی کی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے
عجب سرا ہے یہ دنیا کہ جس کی شام و سحر
کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

آخری قطعہ تاریخ: یہ قطعۂ تاریخ ہے جو میر انیسؔ کے انتقال پر کہا تھا، جس کے آخری دو مصرعوں کے مجموعی اعداد سے تاریخ عیسوی نکلتی ہے۔ مرزا نے معتقدین کی طرح آسمان کے الف ممدودہ کے عدد دو لیے ہیں:

آسماں بے ماہِ کامل سدرہ بے روح الامیں
طورِ سینا بے کلیم اللہ منبر بے انیسؔ

(۱۸۷۴=۹۴۵+۹۲۹)

پہلا مرثیہ: ع: بانو پچھلے پہر اصغرؑ کے لیے روتی ہے

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مرزا دبیرؔ کا پہلا مرثیہ ہے۔ یہ مرثیہ حضرت علیؑ اصغر کے حال میں ہے۔

آخری مرثیہ: ع: انجیل مسیحِ اب شبیرؑ ہیں عباسؑ

مرزا دبیرؔ یہ مرثیہ نظم کر رہے تھے کہ میر انیسؔ کے انتقال کی خبر ملی۔ مرثیہ ناتمام چھوڑ دیا اور کہا کہ "دبیرؔ یہ تیرا آخری مرثیہ ہے" اور یہی ناتمام مرثیہ انھوں نے اپنی آخری مجلس میں ۲۵ ذیقعدہ ۱۲۹۱ ہجری میں پڑھا۔ یہ مرثیہ حضرت عباسؑ کے حال میں تھا۔

اساتذہ: تقریباً دس برس میر ضمیرؔ لکھنوی سے استفادہ کیا۔ میر ضمیرؔ نے تخلص دبیرؔ لکھا۔ شادؔ عظیم آبادی کہتے ہیں، میر عشقؔ: فرزندِ انسؔ لکھنوی نے بھی نوک و پلک

سنوارنے میں مدد کی۔

ضمیرؔ اور دبیرؔ میں رنجش: حکایت: جس قدر مرزا صاحب کی شہرت و نیک نامی بڑھتی تھی، حاسدوں کے دل میں حسد کی آگ بھڑکتی جاتی تھی۔ بعض شاگردوں نے سوچا دبیرؔ اور ضمیرؔ میں بگاڑ پیدا کر دیں تا کہ دبیرؔ بے اصلاح کا کلام پڑھیں اور ان کی قلعی کھلے، کیونکہ یہ شاگرد مرزا دبیرؔ کی تمام خوبیاں میر ضمیرؔ کی اصلاح کی بدولت سمجھ رہے تھے۔ افتخار الدّولہ، جو ہندو سے مسلمان ہوئے تھے، رمضان کی شبوں میں مجلس کراتے تھے، چنانچہ انھوں نے ایک بار دونوں صاحبوں سے اصرار کیا کہ نیا مرثیہ پڑھیں۔ دبیرؔ کی مشقِ سخن شباب پر تھی، چنانچہ انھوں نے نیا مرثیہ کہا: ع: ''ذرہ ہے آفتاب دربوتراب'' کا'' لیکن ضمیرؔ نیا مرثیہ نہ کہہ سکے۔ جب دبیرؔ نے استاد ضمیرؔ کو اپنا مرثیہ سنایا تو حاسد شاگرد عابد علی بشیرؔ کو بُرا لگا۔ انھوں نے دبیرؔ سے کہا کہ تم یہ مرثیہ استاد کو دے دو، لیکن بات آخر یہ قرار پائی کہ مرثیے کا نصف اوّل دبیرؔ اور نصف آخر ضمیرؔ پڑھیں گے، چنانچہ جب مجلس میں دبیرؔ نے مرثیہ پڑھنا چاہا تو بشیرؔ نے دبیرؔ کو منع کیا لیکن دبیرؔ نے طے شدہ قرارداد کے مطابق آدھا مرثیہ پڑھا، اُدھر بشیرؔ نے استاد ضمیرؔ سے کہا کہ دبیرؔ نے عمدہ حصّے والا مرثیہ پڑھ لیا ہے، چنانچہ ضمیرؔ نے منبر پر جا کر کہا کہ میں اپنے ساتھ کوئی مرثیہ نہیں لایا اور جو مرثیہ دبیرؔ نے یہ کہہ کر پڑھا ہے کہ وہ ضمیرؔ کا ہے، غلط ہے۔ یہ مرثیہ دبیرؔ ہی کا ہے۔ اس واقعے کے بعد استاد اور شاگرد نے خلعت بھی قبول نہ کی اور اس رنجش کی وجہ سے استاد اور شاگرد ایک دوسرے سے دور ہو گئے۔

دبیرؔ اور ضمیرؔ میں صفائی: حکایت: ایک دن وزیر اودھ نواب علی نقی خان صاحب کی مجلس میں مرزا دبیرؔ نے اپنا نو تصنیف مرثیہ پڑھا جس کا مطلع ہے: ع: ''اے عرشِ بریں تیرے ستاروں کے تصدق'' اس مجلس میں میر ضمیرؔ بھی شریک تھے۔ مجلس چونکہ وزیر کی تھی، بادشاہ بھی شریک تھے، جنھوں نے مرزا دبیرؔ کی بڑی تعریف کی۔ مرزا دبیرؔ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: یہ سب استاد میر ضمیرؔ کا فیض

ہے۔مجلس کے بعد میر ضمیرؔ نے دبیرؔ کو گلے لگایا اور پھر گھر لے گئے۔سب اگلی پچھلی باتیں دہرائی گئیں۔میر عابد علی بشیرؔ کی خطا ثابت ہوئی پھر ضمیرؔ اور دبیرؔ میں رنجش باقی نہ رہی۔

مرزا دبیرؔ، میر ضمیرؔ کا تخلص کے ساتھ نام نہیں لیتے تھے بلکہ حضرت، استاد، جنت مکان وغیرہ تعظیمی الفاظ استعمال کرتے تھے۔میر ضمیرؔ سال کی چھے مجلسیں پڑھتے تھے۔مرزا دبیرؔ ان مجالس کی ابتدائے مشق سخن میں پیش خوانی بھی کرتے تھے۔

شاگرد: مرزا دبیرؔ کے شاگردوں کی فہرست بڑی ہے، ہم یہاں صرف منتخب شاگردوں کے نام پیش کریں گے:

(۱) محمد جعفر اوجؔ (۲) محمد ہادی حسین عطاردؔ (۳) محمد نظیرؔ (۴) میر بادشاہ بقاؔ (۵) شادؔ عظیم آبادی (۶) منیرؔ شکوہ آبادی (۷) مشیرؔ لکھنوی (۸) صغیرؔ لکھنوی (۹) ممتازؔ لدّ ملہ (۱۰) ملکہ زمانی (۱۱) سلطان عالیہ (۱۲) زیب النسا حاجی (۱۳) قدیرؔ دہلوی (۱۴) محمد تقی اخترؔ (۱۵) شیخ فقیر حسین عظیمؔ (۱۶) صفدرؔ فیض آبادی (۱۷) سیّد باقر مہدی بلیغؔ (۱۸) محمد رضا ظہرؔ (۱۹) وہابؔ حیدر آبادی (۲۰) امام باندی عفتؔ (۲۱) مطیرؔ (۲۲) سفیرؔ (۲۳) صباؔ (۲۴) وزیرؔ (۲۵) حقیرؔ وغیرہ۔

پڑھنے کا طریقہ: مرزا دبیرؔ منبر کے چوتھے زینے پر بیٹھتے تھے۔پہلے منبر پر بیٹھ کر دو چار منٹ چار طرف مجلس کو دیکھتے۔اکثر لوگوں سے سلامت اور مختصر مزاج پرسی کرتے۔ اسی دوران زیر منبر کوئی مصاحب مرثیے کے کاغذات دیتے۔مرزا صاحب ان کاغذات سے چند کاغذوں کا انتخاب کر کے زانو پر رکھ لیتے اور پھر ہاتھ اٹھا کر بہ آواز بلند فاتحہ کہتے اور خضوع وخشوع کے ساتھ سورۂ الحمد تمام کر کے بھی کچھ پڑھتے۔خبیرؔ لکھنوی ''رباعیات دبیرؔ'' میں لکھتے ہیں: ''آج بھی مرزا دبیرؔ کے اہلِ خاندان اور اُن کے خاندان کے تلامذہ پہلے فاتحہ کہہ لیتے ہیں، پھر رباعی سلام اور مرثیہ پڑھتے ہیں۔میر انیسؔ کے خاندان میں فاتحہ نہیں کہتے اور یہی

دونوں خاندانوں کی اب پہچان رہ گئی ہے۔''

مرزا دبیر اہلِ مجلس کو زیادہ تر محبو یا حضرات کے لفظ سے مخاطب کرتے جاتے۔ مصرع نصف ایک جانب اور نصف دوسری جانب نظر کر کے پڑھتے۔ پڑھتے وقت قریب سے دیکھنے والوں کو ان کی جوش کی حالت پوری محسوس ہوتی تھی۔ نصف مصرع کو ڈپٹ کر اور نصف کو بہت آہستہ ادا کرنا کچھ انھیں پر ختم ہو گیا۔ ہاتھ یا چہرے سے بتانا مطلق نہ تھا۔ حزن یا بین کی جگہ آواز کو نرم بنا کر سامعین پر اثر ڈالنا بھی چنداں نہ تھا۔ اکثر اہلِ مجلس کو روتے روتے غش آ جاتا تھا۔ پورا مرثیہ از مطلع تا مقطع مسلسل پڑھتے میں نے نہیں سنا۔ مشکل سے مرثیے کے ایک سو بند پڑھتے ہوں گے۔ آخر میں پسینے سے شرابور ہو جاتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹے تک پڑھ کر اتر آتے تھے۔''

مؤلف ''حیات دبیر'' ثابت لکھنوی کہتے ہیں: ''مرزا دبیر جوشِ معرفت میں سینے کے زور سے پڑھتے تھے اور مجلس میں جب کبھی پڑھنے کو جاتے تھے وضو کر کے جاتے تھے۔ آواز بھاری اور پاٹ دار تھی، فطری طور پر کہیں خود بخود ہاتھ اٹھ جاتا تھا ورنہ منبر پر بیٹھ کر ہلانے کو وہ عیب جانتے تھے۔ کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے مرثیہ خوانی سے ہلانے کو کیا علاقہ ہے۔ اس مضمون کو اپنی ایک رباعی میں یوں بیان کرتے ہیں:

ناحق نہ چیخنا نہ چلانا ہے
بے کار نہ ہر بند پہ ہلانا ہے
اس شہؑ مرداں کا ثناخواں ہوں میں
صد شکر کہ پڑھنا مرا مردانہ ہے

حکایت: ۱۸۷۲ء میں داروغہ میر واجد علی تسخیر لکھنوی کے امام باڑے میں دبیر نے یہ مرثیہ پڑھا تھا:

ع: ''پرچم ہے کس علم کا شعاع آفتاب کی'' تمام مجلس تصویر بنی ہمہ تن گوش تھی

یہاں تک کہ مرزا دبیرؔ اس موقعے پر پہنچے کہ حضرت زینبؑ اپنے بچوں سے پوچھتی ہیں کہ تم نے شمر سے بات کیوں کی؟ اس موقعے پر مرزا دبیرؔ نے ایک مصرع تین طرح سے پڑھا۔ ہر مرتبہ مصرعے کے ایک نئے معنی سامعین کے ذہن میں آئے:

(۱) کیوں تم نے میرے بھائی کے قاتل سے بات کی؟ (گھر کی کے لہجے میں)

(۲) کیوں؟ تم نے میرے بھائی کے قاتل سے بات کی؟ (سوالیہ طور پر)

(۳) کیوں تم نے میرے بھائی کے قاتل سے بات کی (تاسف کے لہجے میں)

اس مصرعے پر اس قدر رقت ہوئی کہ مرثیہ آگے نہ پڑھ سکے۔ مرزا دبیرؔ کو خاص کر بین کے مقامات پڑھنے میں کمال حاصل تھا۔ کہتے ہیں کہ مرزا دبیرؔ کے پڑھنے کا انداز انھیں کے ساتھ ختم ہوگیا۔ انھوں نے کسی اپنے شاگرد کو اپنے پڑھنے کا طرز نہیں سکھایا۔

طریقہ تصنیف: ثابتؔ لکھنوی کے قول کے مطابق: ''مرزا صاحب اکثر باوضو جانماز پر بیٹھ کر مرثیہ تصنیف فرماتے تھے۔ کبھی کبھی بعد نماز شب اور کبھی بعد نماز صبح اور کھانا کھانے کے بعد گیارہ بجے دن کہا کرتے تھے۔ بعض بعض مصرعوں پر ایسا وجد طاری ہوتا تھا کہ جھوما کرتے اور اکثر بین کے مضامین پر مسلسل آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ جب تک طبیعت حاضر نہ ہوتی تھی، نہ کہتے تھے اور جب حضورِ قلب کا عالم ہوتا تھا، کہتے تھے اور جلد جلد کہتے تھے۔''

شادؔ عظیم آبادی ''پیمبرانِ سخن'' میں لکھتے ہیں: ''آخر شب سے تہجد پڑھ کر مرثیے کی تصنیف شروع ہوتی تھی۔ صبح تک جتنے بند کہتے تھے بعد ادائے نماز اس کو لیے ہوئے باہر آتے تھے۔ کاتب موجود رہتے۔ خود بتاتا کر اپنے سامنے صاف کرواتے تھے۔ یہ بھی مسوّدۂ دوم میں داخل ہوتا تھا۔ مسوّدۂ اوّل و دوم سب مقفّل کیا جاتا تھا، پھر شب کو مسوّدۂ اوّل نکالا جاتا تھا۔ مرثیوں کی تصنیف یوں نہ ہوتی تھی کہ مطلع شروع کر کے چہرہ، صف آرائی، رخصت، لڑائی وغیرہ کے بند

ترتیب کے ساتھ کہتے ہیں بلکہ مثلاً تلوار یا گھوڑا یا صف آرائی یا چہرہ یا رخصت میں جتنے مضامین متعلّقِ مرثیہ کہے ہیں، ہر مضمون کے سو سو دو دو سو بند لکھے جاتے تھے، آخر میں اس ذخیرے سے بند لے کر پانچ پانچ چھ چھ مرثیے مرتب کر لیتے تھے۔ کچھ موٹی موٹی جلدیں کاتب سے صاف کروائی ہوئی، انھیں بے ترتیب بندوں کی، الگ رہتی تھیں اور جب یہ بند بصورتِ مرثیہ مرتّب ہو جاتے تھے تو کتاب کے اندر ترتیب وار داخل کیے جاتے تھے۔ اسی طرح سلاموں، مخمّسوں، قطعات وغیرہ کی جلدیں صاف کی ہوئی، الگ رہتی تھیں۔ کاتب کو دم لینے کی فرصت نہ تھی، تازہ تصنیف کو تو اپنے سامنے بٹھا کر صاف کرواتے تھے ورنہ کاتب کے حوالے کر دیتے تھے وہ الگ بیٹھا لکھا کرتا تھا۔

''شادؔ عظیم آبادی کی گفتگو افضل حسین ثابتؔ لکھنوی کے بیان کردہ میر دستور علی بلگرامی کے ''دفتر پریشان'' سے ثابت ہوتی ہے جس میں دبیرؔ نے بیس (۲۰) چہرے، بیس (۲۰) رخصتیں، بیس (۲۰) رجز، بیس (۲۰) لڑائیاں، بیس (۲۰) سراپا اور بیس (۲۰) بین و بیانِ شہادت نظم کیے ہیں۔ مشہور ہے کہ دبیرؔ بہت جلد جلد کہتے تھے۔ ذیل کی حکایات ان کی زود گوئی کا ثبوت ہیں۔

حکایت ۱: میر وزیر حسین صاحب ناقل ہیں کہ ''میں جس وقت مرزا دبیرؔ کی خدمت میں پہنچا، دن کے بارہ بج چکے تھے۔ مرزا صاحب کھانا کھا کر پلنگ پر آرام کر رہے تھے۔ دو کاتب پلنگ کے اِدھر اُدھر بیٹھے تھے۔ مرزا دبیرؔ دونوں کاتبوں کو تو تصنیف دو مرثیے لکھوانے لگے کبھی اس کاتب کو تین مصرعے بتا دیتے کبھی اُس کاتب کو بعض مصرعے یا بیت۔ بعض مصرعوں پر اتنا جوش آ جاتا کہ بیٹھ جاتے۔ تقریباً چار بجے تک یہی سماں رہا۔ جب نمازِ ظہرین کے لیے اٹھے تو معلوم ہوا کہ ہر کاتب نے ساٹھ ساٹھ بند دو مرثیوں کے لکھے ہیں۔ ایک مرثیہ حال حضرت علی اکبرؑ اور دوسرا امام حسینؑ کے حال میں تھا۔

حکایت نمبر ۲: میر دستور علی صاحب بلگرامی نے بتایا کہ ایک صاحب مرزا صاحب کے پاس

آئے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ اس وقت بارہ تیرہ بند اس حال میں کہہ دیجیے کہ بعد شہادتِ علی اصغرؑ ان کی ماں قبرِ علی اصغر پر آئی کہ میں اُن بندوں پر سوز رکھ کر فلاں رئیس کے پاس پڑھوں گا۔ مرزا صاحب نے کہا کہ اب مجلس میں جا رہا ہوں۔ اُس شخص نے کہا کہ میرے رزق کا معاملہ ہے، پھر مرزا صاحب نے کھڑے کھڑے چودہ پندرہ بند لکھوا دیے اور وہ سوز خوان لے گئے۔ اس طرح ایسے سیکڑوں بندوں کی نقل کچھ ان کے گھر میں نہیں رہی۔

اصلاح کا طریقہ: مرزا دبیرؔ کے شاگردوں کی تعداد زیادہ تھی۔ مرزا صاحب شاگرد سے اُس کا کلام سنتے جاتے اور جس مصرعے یا بند پر اصلاح دینا ہوتا تو مرثیہ لے کر اپنے ہاتھ سے بنا دیتے تھے۔ جو لفظ کاٹتے یا بناتے تھے اگر وہ شاگرد حاضر ہوتا تو زبانی بتا دیتے ورنہ حاشیے پر بطورِ اشارہ لکھ دیتے تھے۔

حکایت: میر واجد حسین کہتے ہیں کہ مرزا دبیرؔ نے کسی شاگرد کا ایک اصلاح شدہ مرثیہ انھیں دے کر کہا کہ اسے صاف کر دو مرثیہ کی ٹیپ تھی:

ع: آپ آئے ہیں عورت نہ کوئی سامنے آئے
اقبال سے کہہ دو کہ عناں تھامنے آئے

چنانچہ واجد حسین صاحب نے اس شعر میں تصرّف کر کے اپنی طرف سے لکھا:

ع: ''ہاں فتح سے کہہ دو کہ عناں تھامنے آئے'' کسی طرح سے مرزا دبیرؔ کی نظر اُس پر پڑ گئی۔ مرزا صاحب نے کہا کہ پہلے سمجھ لو کہ لفظ ''فتح'' میں کیا بُرائی ہے اور ''اقبال'' میں کیا خوبی ہے۔ اقبال اُردو میں مذکر اور فتح مونث ہے، چنانچہ فتح کا جو مونث ہے، سامنے آنا کب مناسب ہوگا، اس کے سوا اقبال کے خود معنی آگے آنے کے ہیں، لفظ فتح میں یہ بات کہاں۔ پھر فرمایا: اکثر بزرگوار میرے مرثیوں میں الفاظ کی خوبی اور اثر کو نہیں سمجھتے، اپنی سمجھ کے موافق بدل دیتے ہیں۔ دیکھنے والا سمجھتا ہے مصنف نے یونہی کہا ہوگا۔ اُس کو کیا خبر کہ دبیرؔ کے اصلاح دینے والے بے انتہا ہیں۔''

ایجادات: ''حیات دبیر'' کے مولف ثابت لکھنوی نے مرزا دبیر کی اُن ایجادات کو بیان کیا ہے جو میر انیس کے کلام میں موجود نہیں۔ ہم اجمالی طور پر یہ ایجادات یہاں بیان کرتے ہیں:

۱۔ مرثیے کو حمد و نعت و منقبت سے شروع کیا، بادشاہ اور مجتہدینِ عصر کی بھی مدح فرمائی۔ مثال: مطلع مرثیہ: ''طغرا نویسِ کن فیکوں ذوالجلال ہے''

۲۔ چہاردہ (۱۴) معصومین علیہم السلام کے حال میں علیحدہ علیحدہ مرثیے کہے، چنانچہ ''دفترِ ماتم'' کی چودہ جلدوں میں یہ ترتیب ہے کہ ہر جلد ایک معصوم کے حال کے مرثیے سے شروع ہوتی ہے۔

حکایت: مرزا اوج کہتے ہیں جب نواب نادر مرزا صاحب فیض آبادی نے مرزا صاحب کو بلوایا تو اُن سے خواہش کی کہ چودہ معصومؑ کے حال میں مختصر مرثیے لکھ دیں تا کہ وہ ہر معصوم کی وفات کے دن مجلس میں پڑھ سکیں، چنانچہ جب مرزا صاحب پالکی میں واپس شہر لکھنؤ آئے تو راستے میں تمام مرثیوں کو کہہ کر اُن لوگوں کے ہاتھ جو مرزا صاحب کو لکھنؤ لائے دے دیے کہ نواب صاحب کو دے دیں۔ یہ مرثیے مختصر مرثیے ہیں۔ مرزا دبیر کا خیال تھا کہ وہ ہر معصوم کے حال میں ایک ایک طولانی مرثیہ کہیں گے، چنانچہ امام موسیٰؑ کاظم کے حال میں ان کا ایک طولانی مرثیہ موجود ہے۔

۳۔ حالِ ولادتِ حضرت عباسؑ: ''انجیلِ مسیحِ اب شبیرؑ ہیں عباسؑ'' —— اور حالِ ولادتِ حضرت علی اکبرؑ: ''جب رونقِ مرقعِ کون و مکاں ہوئی'' لکھا۔

۴۔ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کی شادی کا حال اس مرثیے میں نظم کیا جس کا مطلع ہے:

ع: ''جب فاطمہؑ سے عقدِ شہِ لافتیٰ ہوا'' یہی نہیں بلکہ عقدِ حضرت علیؑ، جو حمیدہ ام البنین سے ہوا، اس کا ذکر مرثیہ ع: انجیلِ مسیحِ اب شبیر ہیں عباسؑ'' میں کیا ہے۔ اسی طرح حضرت عباسؑ کی شادی کا حال: ''جب اخترِ یعقوبؑ پہ کی

مہر خدا نے'' میں ذکر کیا ہے۔

۵۔ مرزا دبیر کے زمانے میں ترکوں نے کربلائے معلیٰ میں قتل عام کیا تھا جس میں بائیس (۲۲) ہزار شیعہ قتل ہوئے۔ اس قتل و غارت کو مرزا صاحب نے کئی رباعیات میں نظم کیا اور تفصیل سے اس مرثیے میں نظم کیا جس کا مطلع ہے: ع:
''اے قہرِ خدا! رومیوں کو زیر و زبر کر''

۶۔ حالاتِ تاریخی پر مرثیہ لکھا: ع: ''فہرست یہ شبیرؑ کے لشکر کی رقم ہے''

۷۔ مرثیے میں مناظراتی پہلو۔ مرزا صاحب کے دور میں ایک شخص نے شدت سے تعزیہ داری کی مخالفت کی تھی تو مرزا صاحب نے اس کا جواب اس مرثیے میں لکھا ع: ''اے شمعِ قلم انجمن افروز رقم ہو''

۸۔ مرثیوں میں طرزِ بیان کے جدید نکات، جیسے شام کے زندان میں حضرت سکینہؑ کو سُلانے کے لیے حضرت زینبؑ کا کہانی کہنا، جو امام حسینؑ کی کہانی تھی: ع:
''جب کہ زنداں میں نبیؐ زادیوں کو رات ہوئی''

۹۔ مرثیوں میں بہت سی معتبر روایتوں کو نظم کیا جیسے: ع: ''جب رن میں بعدِ فتحِ عدو ایک شب رہے'' میں نصرانی تاجر کا واقعہ وغیرہ ہے۔

۱۰۔ مرثیے میں تا تارانِ حسینؑ سے انتقام، حالِ حضرتِ مختارؒ: ع: ''جب تیغِ انتقام برہنہ خدا نے کی''

۱۱۔ مرثیے میں حُر کا سراپا لکھا: ع: ''اب تک کسی نے حر کا سراپا نہیں کہا''
اصحابِ حسینؑ: حبیب ابنِ مظاہر، زہیر ابنِ قین، وہب ابن کلبی کے متعلق مراثی لکھا۔

۱۲۔ پانی اور آگ کا مناظرہ۔ ان دونوں عنصروں کے سبب سے جو ظلم اہلِ بیتؑ پر ہوئے۔
ع: ''آتش سے، سببِ دشمنیِ آب کا کیا ہے؟''

۱۳۔ مرزا دبیر سے پہلے اور ان کے ہم عصروں میں بھی عموماً مرثیے چار بحروں: رمل،

ہزج، مضارع اور مجتث میں کہے جاتے تھے لیکن مرزا صاحب نے دوسری بحروں میں بھی مزید اور طویل مراثی کہے، جو مقبول ہوئے۔

۱۴۔ مرزا دبیر نے ایک مرثیے میں کئی مطلع لکھنے کو رواج دیا یعنی ایک مرثیے میں رخصت، لڑائی، شہادت کے موقعے پر کئی مطلع دیتے تھے۔

۱۵۔ ایک مرثیہ: ع: ''آہوے کعبۂ قربانی دادر ہے حسینؑ''—— میں تمام احکامِ ذبیحہ نظم کیے اسی طرح ع: ''کیا شان روضۂ خلفِ بوتراب ؑ ہے۔'' میں زیارتِ ناصیۂ مقدسہ کے اکثر فقروں کا مطلب بیان کیا ہے۔

۱۶۔ سلاموں میں طویل قطعہ بند رکھنا بھی مرزا دبیر ہی کی ایجاد ہے، جیسے سلام میں حُر اور ابن سعد کی گفتگو۔ دبیر کے بعد ان کے شاگردوں نے بھی سلاموں میں قطعہ بند رکھے۔

۱۷۔ دبیر نے مرثیوں میں خطباتِ امام حسینؑ نظم کیے۔

۱۸۔ دبیر نے ایک مرثیے میں تمام علمِ بیان اور علم بدیع کی صنعتوں کو جمع کیا جس کا مطلع ہے:

ع: ''لعلِ لبِ شبیرؑ گہربار ہے رن میں''

۱۹۔ دبیر نے باکردار علماء کی مدح وستایش کے عنصر کا اضافہ کیا۔

۲۰۔ دبیر نے محافل کے لیے بشکلِ مثنوی ''احسن القصص''، ''معراج نامہ'' اور ''فضائل چہاردہ معصوم'' نظم کیے۔

۲۱۔ مرزا دبیر کے مرثیوں کے مطلعوں میں ''جب'' ایک سو سے زیادہ اور ''جو'' پچاس سے زیادہ مقامات پر آیا ہے۔ یہ اسلوب دبیر کے گہرے قرآنی مطالعے کا نتیجہ ہے۔ بعض سورتوں اور آیتوں کا آغاز 'اذا' سے ہوا ہے جس کے معنی ''جب'' کے ہیں۔ مرزا دبیر کے مراثی میں آیات واحادیث کے ٹکڑے نظم کیے گئے ہیں۔ ع: ''جب ختم کیا سورۂ والیل قمر نے''

ع: ''یارو کریم وہ ہے جو وعدہ وفا کرے''

مرزا دبیرؔ یکتائے فنِ زماں

ف۱: مرزا دبیرؔ اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے اُردو شعرا میں سب سے زیادہ شعر کہے۔ دبیرؔ کے مطبوعہ اشعار کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار (۱،۲۰،۰۰۰) سے زیادہ ہے۔

ف۲: مرزا دبیرؔ اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے سب سے زیادہ مرثیے لکھے۔ مرزا دبیرؔ کے مطبوعہ مرثیوں کی تعداد (۳۹۰) اور غیر قلمی مطبوعہ مرثیوں کی تعداد (۲۸۵)، یعنی کل مرثیوں کی تعداد (۶۷۵) ہے۔

ف۳: مرزا دبیرؔ اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے سب سے زیادہ رباعیاں کہی ہیں۔ مرزا دبیرؔ کی رباعیات کی تعداد (۱۳۳۲) ہے۔

ف۴: مرزا دبیرؔ اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے سب سے زیادہ الفاظ استعمال کیے۔ ہم نے نظیرؔ اکبرآبادی کا کلیات جس میں تقریباً ساڑھے آٹھ ہزار اشعار ہیں، کھنگالا تو معلوم ہوا کہ یہ روایتی اور رعایاتی جملہ کہ نظیرؔ اکبرآبادی نے سب سے زیادہ اُردو کے الفاظ استعمال کیے ہیں بالکل بے بنیاد اور غلط ہے۔ انیسؔ اور دبیرؔ کے مقابل نظیرؔ کے الفاظ کی تعداد بہت کم ہے۔ ہم اس موضوع کو کسی اور مقام پر تفصیل سے بیان کریں گے۔

ف۵: مرزا دبیرؔ اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے صنعتِ غیر منقوط یا مہملہ میں سب سے زیادہ اشعار کہے۔ انشا اللہ خان انشاؔ، جو دبیرؔ کے سگے نانا خسر تھے، ان کے غیر منقوط اشعار دبیرؔ سے تعداد میں کم ہیں۔

ف۶: مرزا دبیرؔ اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس کی آمدنی لاکھوں روپیوں تک تجاوز کر گئی تھی اور وہ سب اہلِ حاجت میں تقسیم ہوتی تھی۔

ف۷: مرزا دبیرؔ اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے علمِ بدیع کی لفظی اور معنوی صنعتوں کو سب سے زیادہ استعمال کیا ہے۔

ف۸: مرزا دبیرؔ اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس کے حسب، نسب، کسب، مذہب، حیات، فن اور شخصیت پر حملے کیے گئے اور بعض حملے دوست استاد اور شاگردوں کی جانب سے ہوئے۔

ف۹: مرزا دبیرؔ اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس کے دوست دبیر یے اور مخالف ایسے شدید تھے۔ اُردو ادب نے ایسی چشمک نہیں دیکھی، اگرچہ خود دبیرؔ اور انیسؔ کے دل ایک دوسرے سے صاف تھے اور ایک دوسرے کی قدر کرتے تھے۔

ف۱۰: مرزا دبیرؔ اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے نثری کتاب ''ابواب المصائب'' کے علاوہ شاعری کی ہر ہیئت اور صنف، یعنی غزل نظم، قصیدہ، مثنوی، قطعہ، مخمس، مسدس، تاریخ، رباعی، سلام، مرثیہ، شہر آشوب اور تضمین میں شاہ کار چھوڑے ہیں۔

ف۱۱۔ مرزا دبیرؔ اُردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے اپنی وفات کی تاریخ کی دعا مانگی اور وہ مستجاب ہوئی۔ دبیرؔ کا انتقال ۳۰ محرم ۱۲۹۲ ہجری کو ہوا: رباعی:

جب مصحفِ ہستی مرا برہم کرنا سی پارۂ ایام محرم کرنا
برباد نہ جائے مری خاک اے گردوں تیار چراغِ بزمِ ماتم کرنا

مقامِ دبیرؔ مشاہیرِ سخن و ادب کی نظر میں

(۱) مرزا غالبؔ: مرثیہ کوئی مرزا دبیرؔ کا حق ہے، دوسرا اس راہ میں قدم نہیں اٹھا سکتا۔ یہ حصّہ دبیرؔ کا ہے۔ وہ مرثیہ کوئی میں فوق لے گیا۔ ہم سے آگے نہ چلا گیا۔ نا تمام رہ گیا۔

الطاف حسین حالیؔ نے مرزا غالبؔ کے قول کو یوں نقل کیا:

''ہندوستان میں انیسؔ اور دبیرؔ جیسا مرثیہ گو نہ ہوا ہے نہ آیندہ ہوگا۔''

(۲) شیخ ناسخؔ: مرزا دبیرؔ کے یہ شعر کو سن کر فرمایا: سلامت علی سا طبیعت دار خلاقِ مضامین نہ ہوا ہے، نہ ہوگا۔

یاں پنجۂ مریم کہوں پنجے کو پلک کے گہوارے میں عیسیٰ کو سلاتی ہیں تھپک کے

(۳) خواجہ آتشؔ: مرزا دبیرؔ کے غیر منقوط مرثیے کو سن کر کہا: کبھی فیضیؔ کی غیر منقوط تفسیر سنی تھی اور اب سلامت علی کا یہ غیر منقوط مرثیہ۔ ''کوہِ رقیم پر جو علیؑ کا گزر ہوا'' سن کر کہا: ارے میاں! ایسے مضامین کہو گے تو مر جاؤ گے یا خون تھوکو گے۔

(۴) میر انیسؔ: انیسؔ کے دل میں دبیرؔ کی بڑی عزت تھی۔ میر نفیسؔ کا بیان ہے کہ والد کے سامنے کوئی شخص صراحتہً یا کنایتہً مرزا دبیرؔ کی تنقیص نہیں کر سکتا تھا اسی طرح مرزا دبیرؔ کے یہاں کسی کی مجال نہ تھی کہ میر انیسؔ پر بے جا حملہ کرے۔ دونوں ایک دوسرے کی نسبت فرماتے تھے کہ ایسا صاحبِ کمال شاید پھر پیدا نہ ہو۔ جب کسی سائل نے یہ سمجھ کر کہ میر انیسؔ خوش ہوں گے، مرزا دبیرؔ کی تنقیص کی تو میر انیسؔ نے انھیں دو روپے تھما کر فرمایا: سیّد صاحب! مرزا دبیرؔ نے میرا کیا بگاڑا ہے! وہ

آپ کے جدّ کا مرثیہ کہتے ہیں۔ کیا کریں؟ میری خاطر مرثیہ کہنا ترک کر دیں۔
خبردار! اگر دوبارہ مرزا صاحب کی تنقیص میرے سامنے کی۔''

(۵) مجتہد العصر علامہ جائسی: مرزا دبیرؔ کا اعزاز ان کے کمال کے سبب خاندان اجتہاد میں تھا۔ وہ سیّد نقی صاحب قبلہ خلف سیّد العلما کی مجلس میں پڑھا کرتے تھے جس میں تمام مجتہدین اور لکھنؤ کے اہل کمال شریک ہوتے تھے۔ یہ عزّت تمام اعزازوں پر فوقیت رکھتی ہے۔

(۶) میر ضمیرؔ لکھنوی: ؎ پہلے تو یہ شہرہ تھا ضمیرؔ آیا ہے اب یہ کہتے ہیں استاد دبیرؔ آیا ہے

(۷) مفتی میر عباس صاحب: میر انیسؔ کا کلام فصیح و شیریں ہے، مرزا صاحب کا کلام دقیق اور نمکین، پس! جب ایک دوسرے کا ذائقہ مختلف ہے تو ایک دوسرے پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

(۸) مرزا رجب علی بیگ سرورؔ مؤلف ''فسانۂ عجائب'': مرثیہ کو بے نظیر، میاں دلگیرؔ صاف باطن نیک ضمیر خلیق، فصیح، مردِ مسکین، مکروہاتِ زمانہ سے کبھی افسردہ نہ دیکھا۔ اللہ کے کرم سے ناظمِ خوب، دبیرؔ مرغوب، بارِ احسان، اہلِ دول کا نہ اٹھایا۔

(۹) واجدؔ علی شاہ: بچپن سے ان کے دامِ سخن میں اسیر ہوں میں کم سنی سے عاشقِ نظمِ دبیرؔ ہوں

(۱۰) میر صفدر حسین مؤلف ''شمس الضحیٰ'': مرزا دبیرؔ کہ شہرت ہندوستان سے نکل کر ایران و عراق تک پہنچ گئی تھی۔

(۱۱) محمد حسین آزادؔ: دبیرؔ، شوکتِ الفاظ، مضامین کی آمد، اس میں جا بجا غم انگیز اشارے، درد خیز کنائے، المناک اور دل گداز انداز جو مرثیہ کی غرضِ اصلی ہے: ان وصفوں کے بادشاہ تھے۔ دبیرؔ اور انیسؔ: یہ پاک روحیں جن کی بدولت ہماری نظم کو قوت اور زبان کو وسعت حاصل ہوئی، صلہ ان کا سخن آفرین حقیقی عطا کرے، ہمارے شکریے کی کیا بساط۔

(۱۲) شبلی نعمانی: میر انیسؔ و مرزا دبیرؔ کے موازنے میں عموماً میر انیسؔ کی ترجیح ثابت ہوگی لیکن کلیہ میں مستثنیٰ ہوتا ہے۔ بعض موقعوں پر مرزا دبیرؔ صاحب نے حسنِ بلاغت سے جو

مضمون ادا کیا ہے، میر انیسؔ سے نہیں ہوسکا۔

(۱۳) شادؔ عظیم آبادی: مجھ سے زیادہ مرزا صاحب کا معترف کمال شاید ہی کوئی ہو جس نے اس فن میں ایسا نام پایا ہو اور میر انیسؔ جیسے عجوبۂ روزگار کا جو طرف مقابل قرار دے گیا ہو، جس نے لوگوں کو کہہ کہہ کے دفتر کے دفتر دے دیے اور شاعر بنا دیا۔ ان کے کمال کا اعتراف نہ کرنا بڑی جہالت ہے۔ مرزا دبیرؔ کا ایک خاص انداز تھا جس کو وہ خود بڑی آن بان سے نباہ گئے۔ تشبیہ و استعارات، ترکیب و نازک خیالی میں ایک معنی پوشیدہ کا رکھ دینا انھی کا کام تھا۔ وہ نظم کے تمام فنون سے اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے۔ عروض کی تمام بحریں، ان کے زحافات اس طرح یاد تھے جیسے اہل اسلام کو توحید کے مسائل۔

(۱۴) امیرؔ مینائی: میں تمام شعرائے عجم پر دو ایرانی شاعروں کو ترجیح دیتا ہوں: (۱) فردوسیؔ (۲) جامیؔ۔ دبیرؔ اور انیسؔ کو فردوسیؔ و جامیؔ پر بھی ترجیح و تفضیل دیتا ہوں۔

(۱۵) منیرؔ شکوہ آبادی: دبیرؔ ساعالی دماغ، بلند خیال، صاحبِ معلومات، ہر رنگ میں کہنے والا شاعر آج تک نہیں گزرا۔ مرزا دبیرؔ زبان کے بادشاہ اور میر انیسؔ جوہری ہیں۔ دبیرؔ کا تخیل انیسؔ کو نصیب نہیں ہوا اور انیسؔ کی شناخت الفاظ و محل استعمال سے دبیرؔ بے بہرہ تھے، مگر دبیرؔ کے مقابلے میں صرف انیسؔ اور انیسؔ کے مقابلے میں صرف دبیرؔ کو پیش کر سکتے ہیں۔ ہندوستانی کوئی اور شاعر ان دونوں کا پاسنگ بھی نہیں۔

(۱۶) گارساں دتاسی: دبیرؔ کی شہرت ہندوستان سے نکل کر ایران و عراق تک پہنچ گئی تھی۔

(۱۷) نجابت حسین عظیم آبادی: ''الحق کہ دبیرؔ در طلاقتِ بیان و پرگوئی و خوش خوانی نظیر نہ دارد۔''

(۱۸) سیّد امداد امام اثرؔ: مرزا دبیرؔ نے شاعری کا رتبہ ایسا بلند کر دیا کہ اور زبانوں کی شاعری اُسے دیدۂ حیراں سے نگراں ہے۔ دبیرؔ کی سخاوت اور ایثار شہرۂ آفاق ہے۔ علم و فضل کے ساتھ توفیق عبادت خدا نے عطا فرمائی تھی۔ رفتار و گفتار میں یکتائے وقت تھے۔

(۱۹) مدیر ''اُودھ اخبار'': دبیرؔ فنِ مرثیہ گوئی میں لاجواب تھے۔ تمام ہندوستان میں آفتاب تھے۔ عابد شب زندہ دار تھے۔ افصح الفصحا، ابلغ البلغا، سحبانِ زماں،

طوطیٔ ہندوستان، شاعرِ بے نظیر جناب مرزا دبیرؔ پر مرثیہ گوئی کا خاتمہ ہوگیا۔

(۲۰) نواب حامد علی بیرسٹر ایٹ لا: میرؔ، غالبؔ، دبیرؔ، انیسؔ جسم شاعری کے عناصر اربعہ ہیں۔ اگر اُردو میں بلینک ورس کا رواج ہوتا تو سب سے زیادہ دو شاعر کامیاب ہوتے:

(۱) غالبؔ (۲) دبیرؔ، اور دبیرؔ غالباً غالبؔ سے زیادہ کامیاب ہوتے۔

(۲۱) انسائیکلوپیڈیا برٹانکا: میر انیسؔ نبیرۂ میر حسنؔ اور ان کے ہم عصر مرزا دبیرؔ مرثیہ گوئی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

(۲۲) امجد علی اشہریؔ: ؎ گر انیسؔ کو فرِ دوسیِ سخن پایا دبیرؔ مثلِ نظامیؔ ہوئے مرصع نگار

(۲۳) مولوی عبدالحیٔ فرنگی محلؔ: دبیرؔ و انیسؔ ایسے کامل شاعر ہندوستان میں تو کیا، عرب و عجم میں بھی نہیں نکل سکتے۔

(۲۴) اسیرؔ لکھنوی: انیسؔ اور دبیرؔ: دونوں استاد ہیں اور میں ایک کو دوسرے پر علانیہ ترجیح نہیں دے سکتا۔

(۲۵) نظیر الحسن چودھری: مرزا صاحب نے مضمون آفرینی اور موشگافیوں کا جو رنگ اختیار کیا، یہ طرز بجائے خود ایسا دقیق اور سنگلاخ تھا کہ اس کو ایسی خوبی کے ساتھ طے کر جانا انھیں کے زورِ قلم کا کام تھا، یہی وجہ ہے کہ وہی اس طرز کے موجد ہوئے، انھیں کے دم سے اس نے نشو ونما پایا اور انھیں کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوگیا:

ع: ''خلعتی بود کہ بر قامتِ او دوختہ شد''

(۲۶) پروفیسر سیّد مسعود حسن ادیبؔ: مرزا دبیرؔ اعلی اللہ مقالہ کا پایۂ شاعری معرضِ اختلاف میں رہا کیا ہے مگر ان کے علم و فضل ذہن و ذکا، زہد و اتقا، مذہبیت اور مومنیّت کا کسی کو انکار نہیں۔

(۲۷) خبیرؔ لکھنوی: انیسؔ اور دبیرؔ بہر کیف ایسے ہوئے کہ آج دنیا ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرتی ہے مگر چل نہیں پاتی:

اک آسمانِ مدح کے دو آفتاب تھے
ان کا جواب وہ تھے وہ ان کا جواب تھے

(۲۸) رشید احمد صدیقی: ''انیسؔ اور دبیرؔ وہ لوگ ہیں جو مرثیہ ہی نہیں کہتے، جو کچھ کہتے، خدائے سخن کہلاتے۔''

(۲۹) مہذبؔ لکھنوی: حقیقت یہ ہے کہ دبیرؔ کا اصل میدان مشکل پسندی ہے۔ صنائع بدائع کی حشر سامانی کے ساتھ ساتھ ان کے خیال کا تلاطم جب انگڑائیاں لیتا ہوا ترکیب اور لفظیات کی پیچیدہ چٹانوں سے ٹکراتا ہے تو قوتِ متخیلہ کی شوریدہ سری تھمنے کا نام نہیں لیتی۔ یہاں ہم یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہیں کہ مرزا صاحب مغفور نے طبیعت کو خود اس طرزِ نظم پر مجبور کر کے آمادہ کیا۔

(۳۰) ثابتؔ لکھنوی: سوز خوانوں کا یہ مقولہ اور عقیدہ ہے کہ جس مجلس کو درہم برہم دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ رنگ نہ ہوگا، اس میں ہم مرزا دبیرؔ کا مرثیہ پڑھتے ہیں، وہی رنگ دیتا ہے، دوسرے کا مرثیہ رنگ نہیں دیتا۔ مرزا صاحب نے اوّل اوّل مرثیوں میں بین عمدہ کہہ کر نام پیدا کیا اور محاورہ بندی کا خیال رکھ کر سلیس اُردو میں سیدھے سادے مرثیے کہے، پھر جو لکھنؤ میں باریکیاں اور صنعتیں بڑھتی گئیں، وہ بھی ہر رنگ میں مرثیے کہتے گئے، ادھر قدرتی شاعری پر علم کی صیقل ہوتی گئی، یہی وجہ ہے کہ ہر رنگ میں ان کا کلام نظر آتا ہے اور اس کثرت سے ہر رنگ میں کہا ہے کہ دریا بہا دیے ہیں۔

(۳۱) آغا شاعر قزلباش: مرزا دبیرؔ ایک بحرِ ناپیدا کنار ہیں جن کو شیر کی طرح اپنی طاقت کی مطلق خبر نہیں۔ وہ جہاں چاہتے ہیں بڑھتے چلے جاتے ہیں، اپنی قادر الکلامی سے لفظوں کو مطیع بناتے چلے جاتے ہیں۔

(۳۲) مسٹر ہیرالال شیداؔ: میں اہل ادب سے معافی مانگ کر عرض کروں گا: مرزا دبیرؔ کے ساتھ بڑی ناانصافی اور بے اعتنائی سے لوگوں نے کام لینا شروع کیا ہے۔ مرزا غالبؔ کے مختصر دیوان میں سب شعر ایسے نہیں ہیں جن کو عوام سمجھ سکیں، پھر بھی ان کو قدر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، اسی طرح اگر مرزا دبیرؔ کا کچھ کلام دقیق ہے تو ان کو مجرم کیوں قرار دیا جائے، اپنا مبلغِ علم بڑھاؤ۔

(۳۳) ڈاکٹر اعجاز حسین: مرزا صاحب کے مراثی کی گریہ خیزی کا بڑا سبب یہ ہے کہ وہ نفسیات کے بڑے ماہر تھے۔

(۳۴) فراق گورکھ پوری: دبیر کا ذخیرۂ کلام اتنا بڑا ہے کہ عام پڑھنے والے اس بحرِ زخار کی پیراکی نہیں کر سکتے۔

(۳۵) مولوی قاضی عبدالودود: انیس اور دبیر نے اُردو میں سب سے زیادہ شعر کہے ہیں۔

(۳۶) عابد علی عابد: دبیر، انیس سے بہتر بین لکھتا ہے اور اس سلسلے میں بلاغت کا حق ادا کر دیتا ہے۔

(۳۷) مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی: ''مرزا دبیر کے اشعار میں تمکنت، وقار، وزن اور بھاری بھرکم پن ہے۔ وہ سودا، ناسخ، ذوق کے ہم نوا ہیں۔ انھوں نے مرثیے کو قصیدے کی قبا پہنائی اور عربی نقد و نظر کے مطابق مرثیے کو ممدوح کے شایانِ شان بنانے کی طرف توجہ کی۔ آخر ان کی کوشش سے مرثیہ، قصیدے کے برابر پھر محنت و کاوش سے بلندی تک پہنچا۔ صاحبانِ نظر جانتے ہیں کہ مرزا دبیر کا یہ کارنامہ تاریخِ ادب میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ انھوں نے زبان و اسلوب کے اعتبار سے مرثیے کو زیادہ جامع، زیادہ معنی خیز بنا دیا، زبان کو قوت اور لہجہ دیا، عقیدت کی نگاہ کو فن کی نظر بخشی، فارسی اور عربی کے الفاظ و تعبیرات کا تجربہ کیا، مرثیے کو مجلس میں پڑھنے سننے کے علاوہ، مدرسوں میں مطالعہ و درس اور ایوانِ ادب میں موضوعِ نقد و نظر بنا دیا۔ اب اگر سودا کا قصیدہ اور غالب کی غزل شرح طلب اور قابلِ مطالعہ ہے تو دبیر کا مرثیہ بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔''

(۳۸) نسیم امروہوی: مرزا دبیر کا کلام، معانی و بیان کی مقرر کردہ کسوٹی کے اعتبار سے اس بلند تر مقام پر فائز ہے جسے معراجِ سخن کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، جس سے انکار یا احتراز، مذہب شاعرانہ میں کفر کے مترادف ہے۔

(۳۹) ڈاکٹر محمد احسن فاروقی: اگر میں کہوں کہ جدید دور کے شاعروں کے لیے، جو شاعری کو اپنے دور کی سچی ترجمانی بنانا چاہتے ہیں، مرزا دبیر کی شاعری، اور اقسام کی شاعری سے زیادہ مشکل راہ ہو سکتی ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اسے جو دشواریاں پیش آ رہی ہیں، وہ مرزا دبیر کے مطالعے سے حل ہو سکتی ہیں۔ بیسوی صدی مرزا دبیر کو

اہم استاد منوانے کی طرف رجوع ہے۔ ہمارا ان کو سب سے بڑا خراجِ عقیدت یہ ہوگا کہ ہم ان کے ادراک کی اہمیّت کا اعتراف کرلیں۔ یہ سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کریں کہ اوّل درجے کے شاعر کی طرح ان کا بھی ایک منفرد اور مخصوص ادراک ہے۔ دورِ رواں کو اس کی اشد ضرورت ہے اور شاعروں کی شعوری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اپنا اہم ترین وقت مرزا دبیر کے مطالعے کو دیں اور اس سے ہدایت حاصل کر کے اُردو شاعری، جو پستی میں گر گئی ہے، اسے ایک نئی زندگی بخشیں۔

(۴۰) پروفیسر کوپی چند نارنگ: شاعری کی اہمیّت صرف اس بات کی نہیں کہ شاعر، موضوع پر کتنا حاوی ہے بلکہ اس بات کی بھی ہے کہ خود موضوع، شاعر پر کتنا حاوی ہے۔ یہ نہایت دلچسپ اور ناقابلِ تردید حقیقت سامنے آتی ہے کہ پابند قوافی والے بندوں کے استعمال پر دبیر کو وہ قدرت نہیں یا ان کی طبیعت کو پابند قوافی والے بندوں سے وہ نسبت نہیں، جو انیس کو ہے، نیز تبدیلی اصوات کے مخصوص زیر و بم اور صوتی جھنکار سے جو جمالیاتی کیفیت پیدا ہوتی ہے، وہ اسی اعتبار سے دبیر کے یہاں کم ہے۔ دبیر کے یہاں کیفیت اگرچہ موجود ہے لیکن اس ہمہ گیری اور اعلیٰ پیمانے پر نہیں جیسی انیس کے یہاں ہے۔ انیس و دبیر نے مرثیے کو جس اوجِ کمال تک پہنچا دیا، اس کی دوسری نظیر دنیائے ادب میں مشکل سے ملے گی۔ ایسا کم ہی ہوا ہے کہ پوری صنف کو دو ہم عصر شعرا نے ایسا نمٹا دیا کہ آیندہ آنے والوں کو شدید آزمائش سے دوچار کر دیا۔

(۴۱) پروفیسر نیر مسعود: مرزا سلامت علی دبیر اور میر ببر علی انیس اُردو مرثیے کے دو سب سے بڑے نام ہیں۔ ان دونوں باکمالوں کے درمیان زمانی فاصلہ نہ تھا اور وہ ایک وقت میں، ایک ہی شہر میں سخن وری کی داد لے رہے تھے۔ معرکۂ انیس و دبیر کا سب سے دلچسپ پہلو یہ ہے کہ خود انیس و دبیر میں کوئی خاص تصادم نہیں ہوا۔ ان دونوں کا تصادم زیادہ سے زیادہ یہاں تک رہتا تھا کہ ایک دوسرے کے ادا کیے ہوئے مضمون کو بہتر اور مؤثر تر پیرائے میں ادا کر کے دکھا دیں اور اپنے فنّی

رویے کا زیادہ شدت سے اظہار کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ ذاتی سطح پر دونوں باکمال ایک دوسرے کے مدّاح اور معترف تھے۔

(۴۲) ڈاکٹر فرمان فتح پوری: مرزا صاحب صنف اوّل کے شاعر اور ایک بلند پایہ استادِ فن ہیں۔ ان کا رنگ انیسؔ سے جدا ہے اور ایسی انفرادیت رکھتا ہے جس کی مثال اُردو مرثیے کی تاریخ میں نہیں۔ یہ دونوں دبستان اُردو میں شروع ہی سے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ ایک کی نظر صرف زبان کی سادگی اور جذبے کی نرم روی پر رہتی ہے اور دوسرا رنگیں بیانی اور خروش الفاظ پر جان چھڑکتا ہے۔ دونوں کی الگ الگ اہمیّت ہے، ایک زمانہ یہ تھا، صنائع سب کچھ تھی اور اب یہ زمانہ ہے، سادگی سب کچھ ہے۔

(۴۳) پروفیسر اکبر حیدری: مرزا دبیرؔ اُردو کے ایک عظیم، مستند اور مسلم الثبوت استاد شاعر ہیں۔ دبیرؔ شوکت الفاظ کے پروں میں اڑتے تھے اور انیسؔ صفائی کے دریا بہاتے تھے۔ معاصرین، دبیرؔ کے رنگ کو پسند کرتے تھے اور دل سے ان کی دادِ سخن دیتے تھے، ان میں مرزا رجب علی بیگ سرورؔ، مرزا غالبؔ، سیّد احمد حسین فرقانیؔ، نجاتؔ عظیم آبادی اور سلطانِ عالم واجد علی شاہ قابل ذکر ہیں۔ جب تک اُردو زبان اور اُردو مرثیہ کوئی دنیا میں قائم رہے گی، دبیرؔ کا نام میر انیسؔ کے دوش بدوش لیا جائے گا۔

(۴۴) پروفیسر صفی حیدر: دبیرؔ نے مرثیے کے فکری معیار کو بلند کیا۔ ان کے مرثیے کا اندازہ ان کی جدت پسندی، خلّاقی و معنی آفرینی، پرشکوہ طرزِ سخن، عالمانہ زبان، علم بیان اور بدیع کے ماہرانہ استعمال سے کیا جا سکتا ہے جنھوں نے مل کر ان کے فن کی تشکیل کی ہے۔ اُردو مرثیہ اگر صرف میرؔ کے اسلوب کی نمایندگی کرتا تو اس میں کلاسیکی تکمیل نہ ملتی۔ مرزا دبیرؔ نے سوداؔ اور غالبؔ کے پرعظمت اسلوب سے اُردو مرثیے میں ہماری شاعری کا صرف ایک رخ سامنے آتا۔ دبیرؔ نے اس کمی کو جو خوش اسلوبی سے پورا کیا، وہ یقیناً ایک ادبی کارنامہ ہے۔

(۴۵) ڈاکٹر اسد اریب: مرزا سلامت علی دبیرؔ تفصیل نگاری اور توضیحی شاعری کے باکمال استاد ہیں۔ انھوں نے اُردو کے شعری سانچے میں پہلی بار یہ ترمیم کی۔ اُردو میں وہ

پہلے شاعر ہیں جنھوں نے شعر کو تفصیلِ معانی اور توضیحِ خیال کے لیے بالکل نثر کی طرح لکھا۔ شعر کی اس نثری ساخت میں شعر سے تخیل اور تخیل کی رنگینی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

(۴۶) ڈاکٹر محمد زماں آزردہ: بعضوں کا خیال ہے کہ دبیرؔ نے مشکل زبان، پُرشکوہ الفاظ، فارسی اور عربی لغات سے کام لے کر کلام کو ثقیل بنا دیا ہے۔ ان کے معترض اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ زبان اور ماحول ایک دوسرے سے اتنا قریبی تعلق رکھتے ہیں کہ کسی ایک کو سمجھے بغیر دوسرے کے بارے میں رائے دینا مناسب نہیں ہو سکتا۔ مرزا دبیرؔ عالم متبحر تھے۔ اگر ایک طرف ان کی نظر تاریخ احادیث و روایات پر تھی تو دوسری طرف فارسی شعر و ادب سے کماحقہ، واقف تھے، اساتذۂ فارسی کے دواوین کا غور سے مطالعہ کیا تھا۔ وہ بھی اس بات کے لیے کوشاں تھے کہ اُردو شاعری خصوصاً اُردو مرثیہ اپنے اندر وہ تمام خوبیاں پیدا کرے، جو فارسی شاعری کا خاصہ ہیں۔

(۴۷) ڈاکٹر گیان چند: دبیرؔ کی نامقبولیت کی اصلی وجہ ان کا کلام نہیں، ایک علامہ کا جانب دارانہ فیصلہ ہے جسے سہل انگاری کے سبب قبول کر لیا گیا ہے۔ اسی دبیرؔ کا، جس کا کلام بقولِ شبلی: فصاحت چھو بھی نہیں گئی، بلاغت نام کو نہیں، میں غیر مسلم ہونے کے باوجود ان بندوں کو نقل کرتا ہوں تو ایک خاموش رقت طاری ہوتی ہے، آخر صاحبِ اولاد ہوں۔ قدر دانانِ دبیرؔ کو چاہیے کہ صحیح انتخاب کے ذریعے دبیرؔ کو ان کا جائز مقام دلائیں۔

(۴۸) عبد القوی دسنوی: اِسے اُردو ادب کا بڑا سانحہ کہیے کہ مرزا سلامت علی دبیرؔ بحیثیتِ انسان اور بحیثیتِ مرثیہ نگار جس مرتبے کے مستحق تھے، ہم اُردو والے وہ مرتبہ دلانے میں ناکام رہے ہیں بلکہ انھیں متعارف کرانے سے بھی گریز کرتے رہے ہیں۔ دراصل ہمارا یہ عمل اُردو ادب کو عظیم ادبی سرمایے سے محروم رکھنے کی سعی کے مترادف ہے۔

(۴۹) جناب کاظم علی خان: میں یہ نہیں کہتا کہ دبیرؔ، انیسؔ سے بہتر شاعر تھے، میرا مقصد تو یہ ہے

کہ انیسؔ و دبیرؔ کی نوک جھونک کو اب بدلتے ہوئے زمانے کے ساتھ موجودہ حالات کے پیشِ نظر بند کر دینا چاہیے۔ اس دور میں صحت مند اور سائنٹیفک تنقید کی روشنی میں ان دونوں حضرات کے کلام کو پرکھ کر بآسانی یہ کہا جا سکتا ہے کہ انیسؔ و دبیرؔ دونوں ہی فنِ مرثیہ گوئی میں امامِ فن کی حیثیت رکھتے تھے، دونوں ہی مرثیے کے میدان میں صاحبِ کمال شاعر تھے اور دونوں ہی نے اُردو مرثیے کو معراجِ کمال پر پہنچا دیا۔ ہمارے اس قول کی تائید میں مولانا محمد حسین آزادؔ کی یہ عبارت پیش کی جا سکتی ہے: ''دونوں باکمالوں نے ثابت کر دیا کہ حقیقی اور تحقیقی شاعر ہم ہیں۔ ہر رنگ کے مضمون، ہر قسم کے خیال پر ایک حال کا، اپنے الفاظ کے جوڑ بند سے ایسا طلسم باندھ دیتے ہیں کہ چاہیں رُلا دیں، چاہے ہنسا دیں، چاہیں تو حیرت کی صورت بنا کر بٹھا دیں۔''

(۵۰) ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی: اُردو کو فارسی کا ہم پلّہ ثابت کرنے کا کارنامہ دبیرؔ ہی نے انجام دیا۔ انھوں نے مدح میں خاقانیؔ اور انوریؔ سے ٹکر لی، مبالغے میں ظہیرؔ فاریابی کا پہلو دبایا، شکوہِ الفاظ و طنطنۂ بیان میں فردوسیؔ کے کمال کا مظاہرہ کیا، اخلاق و موعظت میں سعدیؔ و رومیؔ کی سنّت کی تجدید کی دقّت پسندی و مضمون آفرینی میں صائبؔ، بیدلؔ کا مقابلہ کیا اور ان تمام میدانوں میں اپنی پروازِ فکر کے جوہر دکھائے جو اب تک ایرانی سخن آفرینوں کی جولاں گاہ تصور کیے جاتے تھے۔ مرزا صاحب کی مضمون آفرینیوں، صناعیوں اور ژرف نگاریوں نے ہمیں پہلی مرتبہ وہ سرمایۂ شعر و ادب عطا کیا جسے ہم سخن آفرینانِ فارس کے مقابلے میں فخر کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔

(۵۱) ڈاکٹر ہلالؔ نقوی: مرزا دبیرؔ کے رنگِ سخن میں قوّتِ متخیّلہ کا شکوہ بھی ہے، خیال آفرینی کا جوہر بھی، استعارات و تشبیہات میں ندرت، تراکیب میں جدّت اور مبالغے میں شدّت بھی، صنائع و بدائع کی کثرت بھی ہے اور مصائب کو تفصیل سے بیان کرنے کا رجحان بھی۔ اپنے متقدمین مرثیہ گو شعرا کے مقابلے میں ان کا یہی طرزِ جدید ہے جس میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ دبیرؔ کے فنِ مرثیہ گوئی کا کلیدی پہلو ان کا

جذبۂ ایجاد و اختراع ہے۔ ایجادات و اختراعات کی یہ رَو اُن کے تقریباً ہر مرثیے میں نظر آتی ہے۔ ع: ''مضمون نئے کرتا ہوں ایجاد ہمیشہ''

(۵۲) شجاعت علی سندیلوی: یہ امر مسلّمہ ہے کہ مرزا دبیرؔ اپنے فن کے استاد تھے اور انیسؔ سے اُن کا راستہ جدا تھا۔ میر انیسؔ کی طرح ان کے کلام کو مقبولیت اور شہرت نصیب نہیں ہوئی لیکن اس سے اُن کے کمال پر کسی قسم کا حرف نہیں آ سکتا۔ ایسا پُر گو اور عالی مرتبت شاعر دنیاے اُردو میں کوئی دوسرا نہیں۔ عروسِ سخن کے سنوارنے میں مرزا دبیرؔ نے کچھ کم عرق ریزی نہیں کی ہے۔

(۵۳) پروفیسر جعفر رضا: اُردو مرثیے کا دورِ عروج میر انیسؔ و مرزا دبیرؔ کی سرکردگی میں تخلیقی و فنی قوتوں کا سرچشمہ بنا۔ میر انیسؔ نے اپنے اخلاقی مضامین سے شعر کی زمین کو آسمان کر دیا۔ نظم کو درِّ شہوار کی لڑیاں بنا دیا، اپنے عمیق تجربات و مشاہدات کے ذریعے فکر و احساس کا حسین تاج محل تعمیر کیا۔ دوسری طرف مرزا دبیرؔ نے مضمون آفرینی، تکلّف نفاست اور خارجی بیانات پر زور دیا۔ ایک ایک منظر یا واقعے کے بیان میں طرح طرح کی تشبیہوں استعاروں اور صنائع بدائع سے جودتِ طبع کے جوہر کھول دیے۔ ان کے معتقدین دو الگ الگ گروہوں میں تقسیم تھے جو ایک دوسرے سے کشمکش اور چشمکیں کرتے رہتے تھے۔ دونوں ایک دوسرے سے اپنی برتری کا اعلان کرتے رہتے اور بقولِ محمد حسین آزادؔ: منصفی بیچ میں آ کر کہتی تھی، دونوں اچھے، کبھی کہتی: وہ آفتاب ہیں، یہ ماہ اور کبھی: یہ آفتاب اور وہ ماہ۔

(۵۴) ضمیر اختر نقوی: مرزا دبیرؔ نے اُردو مرثیے کے لیے بہت بڑا کام سرانجام دیا ہے جو اُن حالات اور مقدرت کے ساتھ، جس کے وہ حامل تھے، دوسرا کوئی انجام نہیں دے سکتا تھا۔ مرزا دبیرؔ بہت بڑے شاعر اور نہایت اعلیٰ فن کار ہیں۔ اگر مرزا دبیرؔ نہ ہوتے تو شاید اُردو مرثیہ ان بلندیوں پر نہ پہنچ پاتا جس پر آج وہ پہنچا ہے۔ یہ دونوں شاعروں کے شایانِ شان نہیں کہ ایک دوسرے کا موازنہ اس ارادے سے کیا جائے کہ ایک کی فوقیت جتا کر دوسرے کے کلام میں خامیاں

نکالی جائیں۔

(۵۵) عظیم امروہوی: دبیر نام ہے مرثیہ کی دنیا کے مینارۂ نور کا۔ دبیر نام ہے مرثیے کے اس سمندر کا جس میں غوّاصی کے بعد کوئی بھی خالی ہاتھ نہیں آیا۔ دبیر نام ہے مرثیے کے اس دریا کا جو مرثیہ نگاروں کو ذہنی طور پر ہمیشہ سیراب کرتا رہے گا۔ دبیر نام ہے مرثیے کے اس ابدی چراغ کا جس سے سیکڑوں چراغ روشن ہو چکے ہیں اور آیندہ ہوتے رہیں گے۔

(۵۶) ڈاکٹر سیّد کاظم حسین کاظمی: مرزا دبیر نے شاعری کی جملہ خوبیوں کو مرثیے کے کینوس میں فٹ کرنے کے لیے اعلیٰ و ارفع اقدام کیے ہیں اور نقادانِ شعر و ادب سے اپنے فکر و فن کی جامعیّت، علم کی وسعت اور شاعرانہ مہارت کا اعتراف کرایا ہے۔ دبیر نے جو مرثیہ نگاری میں کمال پیدا کیا، اپنی علمی صلاحیّت اور جدّتِ طبع کے سبب کیا ہے۔

(۵۷) ڈاکٹر سیّد شبیہ الحسن: یہ امر انتہائی ملال انگیز ہے کہ اردو زبان و ادب کے بیشتر ناقدین نے مرزا سلامت علی دبیر کی شخصیت و فن پر سنجیدگی سے کام کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ شبلی اور ان کے حواریوں نے مرزا دبیر کے محاسن پر پردہ ڈال کر اپنے تئیں ان کے عیوب کی جی بھر کے تشہیر کی۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم ایک بہت بڑے شاعر کی حقیقی تفہیم سے محروم رہ گئے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ دبیر کو جدید تناظر میں سمجھا اور پرکھا جائے اور ان کے مرتبے کا بار دگر تعیّن کیا جائے۔ ڈاکٹر سیّد تقی عابدی صاحب اس لحاظ سے مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ''مجتہدِ نظمِ مرزا دبیر'' لکھ کر نہ صرف مرزا دبیر کی حیات، شخصیت اور فن کے نئے نئے گوشوں سے قارئین کو آگاہ کیا ہے بلکہ انہوں نے دبیر فہمی اور دبیر شناسی کے حوالے سے بعض اہم اور قابلِ قدر نکات اجاگر کئے ہیں۔

صنفِ سلام میں دبیرؔ کا کمال

رثائی ادب میں سلام، رباعی اور مثنوی پر بہت کم لکھا گیا ہے، بالخصوص سلام پر تحقیقی کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ جناب علی جوادؔ زیدی نے ''العلم'' تبریدے میں ''سلام کے ارتقائی سفر'' پر بہت صحیح لکھا ہے کہ ''مذہبی ادب پر علی العموم اور سلام پر علی الخصوص تحقیق مفقود ہے۔ میرے لیے صرف ایک راہ رہ جاتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اس خلا کو خود ہی پُر کرنے کی کوشش کروں۔'' صنفی اعتبار سے عربی ادب میں سلام موجود نہیں۔ ایرانی فارسی ادب میں بھی ہمیں، اُردو شاعری میں مروج سلام، نہیں ملتا، اگرچہ شمس العلما سیّد امداد امام اثرؔ نے ''کاشف الحقائق'' حصّۂ دوم، صفحہ ۱۷۷ پر لکھا: ''عروضی ترکیب کی رو سے غزل، سہرا اور سلام شئے واحد ہیں مگر اُن کے مضامین کے تقاضے ایک دوسرے سے علیحدہ انداز رکھتے ہیں۔ فارسی میں سہرا اس واسطے نہیں ہے کہ اُس ملک میں دُلھا یا دُلھن کو سہرا نہیں باندھتے، مگر سلام ہے۔ سلام میں غزل کی طرح اعلیٰ درجے کے مضامین، از قسم وارداتِ قلبیہ و معاملاتِ ذہبیہ، باندھتے ہیں، مگر اُن میں غزلیت کا رنگ پیدا ہونے نہیں دیتے۔'' برصغیر ہند میں قدیم شاعروں نے فارسی میں سلام لکھے ہیں لیکن یہ سلام عموماً عزاداری کی عام فضا سے متاثر ہو کر کہے گئے۔ اُردو شاعری کی تاریخ میں ''سلام'' شروع ہی سے ملتا ہے۔ اُردو ادب کی تاریخ کی جدید تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اُردو کی ابتدا دکن سے ہوئی۔ اُردو کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر سلطان محمد قلی قطبؔ شاہ متوفی ۱۰۲۰ھ ہجری کا کلیات آج بھی انڈیا آفس لائبریری لندن میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اسی سلطان نے سب سے پہلے دکنی زبان میں مرثیہ کہا اور مرثیے کے ساتھ ہی سلام بھی وجود میں آیا، اگرچہ اس دور میں مرثیہ اور سلام کی کوئی خاص ہیئت یا شکل و صورت معیّن نہ تھی۔ مرثیے اور سلام میں زیادہ فرق نہ تھا، البتہ اُس

زمانے کے سلاموں میں رثائی موضوعات کے ساتھ ساتھ ضرور، درود و سلام پیش کیا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر ہم یہاں بیجاپوری سلطنت کے مشہور مرثیہ نگار مرزاںؔ کے سلام کے چند اشعار پیش کریں گے، جس میں پنجتن پاک کے لیے سلام بھیجا گیا ہے:

اے حسینؑ ابنِ علیؑ سلامُ علیک　　شاہے جملہ ولی سلام'' علیک
جدّ ہے تیرا محمدؐ مرسل　　سرورِ انبیا سلام'' علیک
فاطمہؑ ہور علیؑ کے دریا کا　　توں دُرِ بے بہا سلام'' علیک
سرورِ دیں حسنؑ کا توں بازو　　اے دو جگ پیشوا سلام'' علیک
ہے ترے نانوں پر جنم مرزاںؔ　　جان و دل سوں فدا سلام'' علیک

سلام اُس زمانے میں قطعہ، مثلث، مربع، مثنوی اور غزل کی ہیئت میں لکھے جاتے رہے اور صرف رثائی موضوعات اور سلام و درود بھیجنا ہی ان کا مقصد تھا۔ یہ سلسلہ رفیع سوداؔ اور تقی میرؔ تک جاری رہا۔ سلام کہنے کی روایت صرف مرثیہ گویوں تک محدود نہیں تھی بلکہ سبھی شاعر حصولِ ثواب کی خاطر سلام کہہ لیا کرتے تھے۔ ولیؔ دکنی کہتے ہیں:

اس نورِ مصطفیٰؐ پر بولو سلام یاراں　　محبوبِ مرتضیٰؑ پر بولو سلام یاراں
یوں جی ولیؔ فدا کر اس شاہِ کربلا پر　　اس لائقِ ثنا پر بولو سلام یاراں

دکنی سلاموں کے بعد میں جو کثیر تعداد میں سلام نظر آتے ہیں وہ زیادہ تر محمد شاہ رنگیلے کے عہدِ سلطنت کے شاعروں کے ہیں۔ شیخ ہدایتؔ، سیّد عبداللہ مسکینؔ، غمگینؔ، خادمؔ، خانفشاںؔ، علی فضلیؔ، کرم علیؔ، ہاجیؔ وغیرہ کے سلام میں نعتیہ، منقبتی، اعتقادی رثائی اور بین کے موضوعات شامل ہونے لگے اور سوداؔ، میرؔ، ضاحکؔ، افسردہؔ کے ہاتھوں میں پہنچ کر سلام کی ادبی حیثیت سنورتی رہی، لیکن موضوعاتی کیفیت میں زیادہ تبدیلی نہ ہوئی۔

ضاحکؔ، سوداؔ، میرؔ اور محبؔ کے کچھ اشعار ہماری اس گفتگو کا ثبوت ہیں:

ضاحکؔ　　امامِ سوم کا سیوم آج ہے
جہاں سب اسی غم سے تاراج ہے

سوداؔ
میں بھیجتا ہوں تجھے فاطمہؑ کے لال سلام
علیؑ کے باغ کے اے سروِ نونہال سلام
ادب سے بھیجے ہے تجھ پر ترا غلام سلام
قبول ہو تری خدمت میں یا امامؑ سلام

میرؔ
ساقیٔ کوثرؑ کے پیارے السّلام
تشنہ لب سیّد ہمارے السّلام
اے بدخشانِ نبیؐ کے لعلِ احمر السّلام
وے گلستانِ علیؑ کے لالۂ تر! السّلام

محبّؔ
جو دیکھوں روضۂ حضرت رسولؐ آنکھوں سے
چڑھاؤں اشک کے قطروں کے پھول آنکھوں سے
ہر اک محبّؔ کو بلا شبہ حجِّ اکبر ہے
کرے زیارتِ سروِ حصول آنکھوں سے

اِسی زمانے میں سلام کے مطلع میں سلام، سلامی، مجرئی، مجرائی، مجرا جیسے الفاظ استعمال کیے جانے لگے اور سلام ایک جدا صنف بن کر ابھرنے لگا لیکن ابھی پوری طرح طے پر سلام کی ہیئت کا تعین نہ ہو سکا، آگے چل کر ضمیرؔ، خلیقؔ، دلگیرؔ اور فصیحؔ کے دور میں سلام، غزل کی ہیئت میں لکھا جانے لگا۔ اب سلام رثائی ادب ہی نہیں بلکہ اُردو ادب کی ایک مقبول صنف بن چکا تھا۔ دبستانِ دہلی اور دبستانِ لکھنؤ اس صنف کی نوک و پلک سنوارنے لگے اور سلام ساخت کے اعتبار سے ''غزل طور'' بننے لگا، یعنی سلام میں غزل کی طرح مطلع اور مقطع ہونے لگا۔ سلام کے تمام اشعار مقفّٰی ہونے لگے۔ سلام کا ہر شعر ایک نئے مضمون کا نقیب بن گیا اور سلاموں میں قطعہ بند اور غزلِ مسلسل کی طرح مضمون کا تسلسل بھی ملنے لگا۔ یہ وہ دور تھا جب شفیق باپ میر مستحسن خلیقؔ نے اپنے ہونہار بیٹے میر علی انیسؔ سے کہا: ''اب غزل کو سلام کرو اور اس شغل میں زورِ طبع صرف کرو جو دین و دنیا کا سرمایہ ہے۔'' انیسؔ نے فرماں برداری کر کے پہلے تو غزل کو سلام کہا، یعنی غزل سے ہاتھ اٹھا لیا اور پھر سلام کو تغزلانہ رنگ سے سنوار کر حریف اور رشکِ غزل بنا دیا۔ دوسری طرف میر ضمیرؔ نے

نعرہ بلند کیا ع: ''جو بھی کہے اس طرز میں، شاگرد ہے میرا''

شاگردِ رشید مرزا دبیر استاد ضمیر کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر سلام میں ظاہری اور معنوی تبدیلیاں لائے۔ ظاہری تبدیلی یہ تھی کہ اب ''السّلام'' یا ''سلام'' علیک'' کی ردیف کی شعر میں ضرورت نہ رہی بلکہ صرف مطلعے میں سلام، السّلام، سلامی، مجرا، مجرائی، مجرئی جیسے الفاظ لائے گئے، چناں چہ دبیر کے تمام (۱۳۴) سلاموں میں اوپر بیان کیے گئے لفظوں میں سے کوئی نہ کوئی لفظ ضرور استعمال ہوا ہے۔ دوسری معنوی تبدیلی یہ ہوئی کہ رثائی بیانات کے ساتھ ساتھ شہدائے کربلا کے اعلیٰ کردار کی پرچھائیاں، اخلاقی، اصلاحی اور حکیمانہ باتیں بھی سلام کا جزو بن گئیں۔ میر انیس اور مرزا دبیر کے دور میں جہاں مرثیہ نگاری نے موضوعاتی لحاظ سے چہرہ اور سراپا میں قصیدہ رزم و بزم اور بین نے مثنوی کو مسدس کی ہیئت میں اپنے اندر سمو لیا، تو سلام نے غزل کی جانشینی حاصل کر لی۔ امجد اشہری نے صحیح کہا ہے کہ میر انیس کے بعض سلاموں کے اشعار اگر علیحدہ کر دیے جائیں تو اُن سے غزلیں بن سکتی ہیں۔ میر انیس اور مرزا دبیر کے سلاموں کے یہ اشعار کیا غزل کے شعر نہیں معلوم ہوتے؟

میر انیس: زرد ہے چہرہ نحیف و زار ہوں — اے مسیحائے زماں بیمار ہوں
بلبلیں دم بھر جدا ہوتی نہیں — کس گلِ تر کے گلے کا ہار ہوں
عالمِ پیری میں آئے کون پاس — اے عصا گرتی ہوئی دیوار ہوں
سوکھ کر کانٹا ہوا ہوں اے انیس — آنکھ میں دشمن کی اب تک خار ہوں

مرزا دبیر: مثالِ دانہ پستا ہوں شب و روز — فلک کی آسیا ہے اَور میں ہوں
اب شیریں مخاطب ہے خضر سے — لطیف آبِ بقا ہے اَور میں ہوں
میسّر آپ کو وصلِ عزیزاں — فراقِ اقربا ہے اَور میں ہوں
دعا بھی مال و دولت کی نہ مانگوں — ہمیشہ یہ دعا ہے اَور میں ہوں
تمنّا دولت و حشمت کی بے جا — دبیر آخر فنا ہے اَور میں ہوں

جہاں تک دبیر کے سلاموں کا تعلق ہے حامیوں اور حریفوں نے ستم ظریفی کی ہے۔ دبیر کے سلاموں کی صحیح تعداد ان کے مرنے کے ۱۲۵ سال بعد تک متعیّن نہ ہو سکی۔ دوستوں نے لا

علمی اور دشمنوں نے قلمی تیغ سے زخم پہنچائے۔ ''موازنہ انیسؔ و دبیرؔ'' کے فاتح ''المیزان'' کے مصنف مرحوم سیّد نظیر الحسن صاحب فوقؔ نے دبیرؔ کے سلام پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک ایسا بیان لکھا جو کسی بھی نقطۂ نظر سے صحیح نہیں۔ اوّلاً فوق صاحب نے دبیرؔ کی تین جلدوں سے صرف بارہ (۱۲) ضعیف رثائی سلام انتخاب کیے اور کل ۱۱۰ اشعار پیش کیے جب کہ کل سلاموں کے اشعار کی تعداد ۳۱۲۳ ہے۔ فوقؔ لکھتے ہیں: ''بعض شعرا کے کلام میں سلام کے اشعار ایسے رنگین اور دل چسپ ہوتے ہیں کہ غزل کا لطف حاصل ہو جاتا ہے۔ میر مونسؔ صاحب کو اس طرزِ خاص میں شہرت حاصل ہے، میر انیسؔ صاحب مرحوم کے سلاموں میں بھی ایسے دل چسپ اور رنگین اشعار پائے جاتے ہیں، لیکن مرزا دبیرؔ صاحب کے کلام پر ازبس کہ مرثیت کا رنگ ہمیشہ غالب رہتا ہے، اس لیے سلاموں میں اُن کی توجہ فقط الفاظ کی سادگی وصفائی اور مضمون کی دردانگیزی پر رہتی ہے اور مرثیت کے مضامین کے علاوہ عام رنگین مضامین کے اشعار، اُن کے سلاموں میں کم ملتے ہیں۔''

راقم نے دبیرؔ کے سلاموں کا مطالعہ کیا ہے اور اُن میں فصاحت، بلاغت، محاسنِ علمِ بیان، تشبیہات، استعارات، کنایات، مجازِ مرسل کے علاوہ محاورات، روزمرّہ اور علم بدیع کی لفظی اور معنوی صنعتوں کو ڈھونڈا ہے۔ مضامین اگرچہ بیشتر رثائی ہیں، اور وہ ہونا بھی چاہیے، کیوں کہ سلام غزل کا نام نہیں بلکہ شہدائے کربلا کی مصیبتوں کے تذکرے کا نام ہے، لیکن اشعار حمدیہ، مناجاتی، نعتیہ، منقبتی اور معتقداتی مضامین کے علاوہ فلسفیانہ، صوفیانہ، سماجی، اخلاقی اور ذاتی مضامین سے بھرے ہیں۔ ہمارا مقصد یہاں مرزا دبیرؔ کے سلاموں کا خدائے سخن میر انیسؔ یا مرحوم میر مونسؔ کے اشعار سے موازنہ کرنا نہیں، کیوں کہ ہر میوے کا ایک خاص مزہ اور ہر پھول کا ایک خاص رنگ اور ہر پرندے کی ایک خاص بولی ہوتی ہے، اِس لیے گلستان کی فضا میں ہر ایک کی موجودگی علیحدہ علیحدہ اور اس کا اثر اشتراکی طور پر دیکھنا پڑے گا، اور اصل نتیجہ اس کا ثمر یہ ہے جو دنیا و آخرت میں سرافرازی ہے۔ خود دبیرؔ ایک سلام میں کہتے ہیں: ؎

یہ سلام شہِ ابرار کہا خوب دبیرؔ　　دیکھ انعام میں مولا تجھے کیا دیتے ہیں

سچ تو یہ ہے کہ مرزا دبیرؔ کے سلاموں سے عوام نہیں بلکہ خواص بھی بے بہرہ ہیں اِسی لیے راقم نے مرزا صاحب کے تمام سلاموں کو ایک صدی بعد شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

''حیاتِ دبیر'' کے مولف جناب افضل حسین ثابت لکھنوی نے مرزا دبیر کی ''دفترِ ماتم'' کی سولھویں، سترھویں اور اٹھارویں جلدوں سے صرف چودہ سلام کے اشعار منتخب کر کے حصۂ دوم میں شائع کیا لیکن یہ بھی اعتراف کیا: ''مجھے ناظرین معاف فرمائیں۔ میں نے سلام بہت کم انتخاب کیے اور جو شخص مرزا صاحب مرحوم کا کلیات دیکھے گا اس کو بعض موقع پر یہ بھی خیال یا افسوس ضرور ہوگا کہ ثابت نے اچھے اچھے شعر نہیں انتخاب کیے مگر اس کی دو وجہیں ہیں: ''(۱) کہ خوفِ طول مانع ہے۔ سمندر میں سے آدمی کیا کیا انتخاب کرے۔ (۲) میری پسند بھی شاید بعض طبقوں کو ناپسند ہو۔''

مختصر اور ضعیف سلاموں کا انتخاب، دبیریت کے علما کی خاموشی اور دبیر کے حامیوں کی غلط بیانی نے سلاموں کے بارے میں غیر منصفانہ رائے کا سامان مہیا کیا، چناں چہ جناب علی جواد زیدی نے لکھا: ''دبیر خالص رثائی سلام کے نمایندے ہیں اور وہ اسی میں اپنا مقام رکھتے ہیں لیکن طرزِ جدید کے سلاموں کو وہ بھاری پتھر کی طرح چوم کر چھوڑ دیتے ہیں۔ غالباً ان کی روایت پسندی مانع آتی ہے یا پھر یہ نیا رنگ ان کی افتادِ طبع سے میل نہیں کھاتا۔''

مولوی امداد امام اثر سلام کے موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''سلام میں واقعۂ کربلا شہادتِ امیر المومنینؑ و شہادتِ امام حسینؑ و مصائبِ حضرت خاتونِ جنتؑ و رحلتِ حضرت رسالت مآبؐ کے مضامین داخل رہتے ہیں۔ علاوہ ان کے اخلاقی و تمدنی و مذہبی و دیگر امورِ جلیلہ جن سے شاعری کی زینت متصور ہے منظوم کیے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سلام کے بعض اشعار ایسے دیکھے جاتے ہیں کہ اگر غزلوں میں داخل کر دیے جائیں تو بے موقع یا بے محل نہ ہوں گے۔ میر انیس اور میر مونس کے بہت سے ایسے اشعار سلام میں ہیں کہ اگر غزل میں داخل کر دیے جائیں تو غزلوں کا وقار ترقی کر سکتا ہے۔'' برصغیر میں چوما چاٹی کی شاعری اور گرتی ہوئی غزل کی اخلاقی دیوار پر حالی نے آواز بلند کی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ حالی جس قسم کی اصلاحی غزل کو رواج دینا چاہتے تھے سلام کی صورت میں اس کے نمونے پہلے سے اُردو میں موجود تھے، خاص طور پر انیس، دبیر، عشق اور تعشق وغیرہ کے سلام کے بعض اشعار اصلاح پسند غزل کا جواب معلوم ہوتے ہیں۔ دبستانِ انیس اور دبستانِ دبیر بے شک سلام کے ارتقا کے اصلی محرک ہیں لیکن ان

سکولوں کے علاوہ سلام کے ارتقا میں مرزا محمد انس لکھنوی کے دبستان کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ یہ خاندان شیخ امام بخش ناسخ کی ادبی، رفاہی اور تنقیدی روایت سے بہت متاثر تھا، چناں چہ انس اور ان کے دونوں بیٹے عشق اور تعشق نے مرثیوں کے علاوہ خصوصی طور پر سلاموں میں نئی تشکیلات کا اضافہ کیا۔ قدیم روایات کو بدل کر سلام کی ہیئت میں تازگی پیدا کی جدتِ خیال اور مضمون آفرینی کے شاہ کار نمونے پیش کیے۔ سلام کے مطلعوں میں پابندی سے مجرّی، مجرائی، سلام، سلامی جیسے الفاظ استعمال نہیں کیے، جسے آگے چل کر انس کے پوتے پیارے صاحب رشید نے بالکل ترک کر دیا۔ مرزا عشق اور تعشق کے سلام کے چند اشعار میں جدتِ خیال اور معنی آفرینی کے ساتھ تغزل کی جھلک دیکھیے:

مرزا عشق: تھی رن میں دمِ صبح شہِ دیں پہ کڑی دھوپ
پھر گلشنِ ایجاد میں ایسی نہ پڑی دھوپ
آ جاتی ہیں زلفیں جو رخِ سرورِ دیں پر
دو چار گھڑی چھاؤں ہے دو چار گھڑی دھوپ
مولا نے کہا اس لیے اصغرؑ کو کیا دفن
چھوٹا ہے یہ خورشید لقا اور بڑی دھوپ
ہے عشق کے مدفن میں ضیا مہرِ علیؑ کی
خورشیدِ امامت کے مگر ساتھ گڑی دھوپ

مرزا تعشق: صبحِ عاشور کا اب تک ہے دلوں کو دھڑکا
کہ فغاں کرتے ہیں مرغانِ سحر آخرِ شب
کور ہے پیشِ نظر شامِ جوانی ہے تمام
رات بھر پھر کے ملا ہے مجھے گھر آخرِ شب
صبحِ پیدائشِ صاحب تھی تعشق کیا صبح
جس کے ظاہر تھے نشاں مثلِ قمر آخرِ شب

سیّد مہدی حسن احسنؔ لکھنوی ''واقعاتِ انیسؔ'' میں لکھتے ہیں: ''میر انیسؔ مرحوم نے کسی مجلس میں ایک سلام پڑھا۔ اس زمین میں میر انیسؔ کے ایک شعر کی عالم گیر شہرت ہوئی:

یہ جھریاں نہیں ہاتھوں پہ ضعفِ پیری نے
چنا ہے جامۂ ہستی کی آستینوں کو

مرزا صاحب مغفور کو یہ زمین پسند آئی انھوں نے بھی سلام کہا اور کسی مجلس میں پڑھا۔ بے فکروں کو شگوفہ ہاتھ آیا۔ راقم نے ''دخترِ ماتم'' کی سولھویں، سترھویں اور اٹھارویں جلدوں کو دیکھا لیکن یہ سلام نظر نہیں آیا۔ شادؔ عظیم آبادی نے ''پیمبرانِ سخن'' میں جو تحریر لکھی ہے اُس سے پتا چلتا ہے کہ مرزا دبیرؔ نے چند اشعار لکھے تھے لیکن پورے سلام کی گفتگو درکار نہ تھی۔ شادؔ عظیم آبادی لکھتے ہیں: ''مرزا صاحب نے خود کسی کو نہیں چھیڑا، البتہ اگر کسی نے کوئی شعر ایسا کہا کہ روئے سخن اُن کی طرف پایا جاتا ہے تو جواب ضرور دیا، چناں چہ خود مرزا صاحب نے ذاکرِ اوّل و دوم و سوم کے نام سے ذیل کا واقعہ مجھ کو لکھ کر بھیجا تھا کہ میر انیسؔ کا ایک قدیم سلام تھا جس کا ایک شعر یوں تھا:

لگا رہا ہوں مضامینِ نو کے پھر انبار — خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

اس زمین میں مرزا اوجؔ کے نام سے سلام پڑھا گیا جس کے ایک شعر سے ایک طرح کا طنز نکلتا تھا پھر کیا تھا جواب اور جواب الجواب۔ مرزا صاحب کی طرف سے یہ شعر کہا گیا:

مقابلے پہ ہوں آمادہ یہ بخیر مگر — ہوئے جو تنگ اُلٹتے ہیں آستینوں کو

میر مونسؔ نے جواب دیا:

بھلا ترڈپے جا سے ان میں کیا حاصل — اٹھا چکے ہیں زمین دار جن زمینوں کو
مزہ یہ طرفہ کہ مضموں تو دستیاب نہیں — مقابلے میں چڑھاتے ہیں آستینوں کو

مرزا دبیرؔ کی طرف سے یہ شعر جواب میں کہے گئے:

قبول شرع میں دعوائے بے دلیل نہیں — دکھائیں گھر کے قبالے میں ان زمینوں کو
ہمارے درِ قلم سے ہے برمحل بارش — کہ مینہ سے نفع ہے بوئی ہوئی زمینوں کو

مشیرؔ لکھنوی تو کاسہ از آتش داغ تر کی طرح تیار رہتے تھے، چناں چہ وہ بھی کود پڑے

اور ''احمق الذینوں'' کا ایسا قافیہ لگایا کہ اُردو ادب میں پہلا اور آخری قافیہ مانا گیا:

جلی کٹی مرے استاد سے کرے جو کوئی　　تو پھونک دوں مع خرمن میں خوشہ چینوں کو
ہزار بار سراپا کے منہ پہ چڑھتے ہیں　　مشیر کیا کہوں میں احمق الذینوں کو

اس جھگڑے کا اختتام اس نتیجے پر ہوا کہ میر انیس، میر مونس پر اور مرزا دبیر، مشیر لکھنوی پر خفا ہوئے۔ میر مونس مرزا صاحب کے حضور اور شیخ مشیر انیس کے حضور میں حاضر ہو کر مدد خواہ ہوئے۔ آخر میں میر انیس نے کہا:

خیالِ خاطرِ احباب چاہیے ہر دم　　انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

چاندنی ردیف کا سلام:

میر مونس نے غدر کے موقعے پر ایک سلام لکھا جس کی ردیف ''چاندنی'' تھی۔ سلام مشہور ہوا۔ بہت پہلے مرزا دبیر اور ان کے شاگرد قدیر نے بھی اسی ردیف میں سلام لکھا۔ قدیر کا سلام سن کر ایک صاحب نے کہا:

آپ کے گھر میں تھی کب اے بندہ پرور چاندنی　　میر مونس کی چرا لائی ہو جا کر چاندنی

قدیر صاحب نے فوراً فی البدیہہ کہہ دیا: ع: شیخ ناسخ کہہ گئے ہیں سب سے بہتر چاندنی

اس پر حاضرین قدیر لکھنوی کے برجستہ جواب پر حیرت میں پڑ گئے کیوں کہ شیخ ناسخ اور مرزا دبیر، غازی الدین حیدر شاہ کے دور میں عمدہ غزل اور سلام اس ردیف میں کہہ چکے تھے۔

دبیر کے سلاموں کی تعداد:

دبیر کے سلاموں کی تعداد کے بارے میں سوانح نگاروں، ادیبوں، محققوں اور مورخوں نے ایک صدی سے زیادہ عرصے تک غلط شماری کی۔ ۱۹۹۴ء سے پہلے کسی مضمون نگار نے بھی دبیر کی سولھویں، سترھویں اور اٹھارویں جلد میں مطبوعہ سلاموں کو گننے کی زحمت گوارا نہ کی۔ راقم نے یہ سوچ کر کہ اب تک کسی نے بھی سلاموں کی شمار بندی نہیں کی ہے، تینوں جلدوں میں مطبوعہ سلاموں (۳۴۳) کی، شاعروں کے نام کے ساتھ تقسیم بندی کی تو معلوم ہوا کہ مرزا دبیر کے کل مطبوعہ سلاموں کی تعداد ۱۳۳ ہے اور ایک سلام ''حیاتِ دبیر'' کی جلد دوم میں شامل ہے، اس طرح مرزا صاحب کے کل مطبوعہ سلام ۱۳۴ ہیں۔ میری اس شمارہ بندی کے بعد جب ''باقیاتِ

دبیرؔ'' مولفہ پروفیسر اکبر حیدری کاشمیری پر نظر پڑی تو مجھے یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ محققِ موصوف نے ۱۹۹۴ء میں تینوں جلدوں میں شامل دبیرؔ کے سلاموں کی گنتی کر کے بتایا ہے کہ ''دفترِ ماتم'' کی ان تینوں جلدوں میں مسلسل ردیف وار سلاموں کی تعداد ۳۴۲ ہے ان میں مرزا دبیرؔ کے صرف ۱۲۴ سلام ہیں، باقی ۲۱۸ سلام ان کے شاگردوں کے ہیں۔

میں نے ان تینوں جلدوں کے علاوہ ''حیاتِ دبیرؔ'' حصۂ دوم میں شائع شدہ ایک سلام، جس پر دبیرؔ کے برادرِ حقیقی مرزا غلام محمد نظیرؔ نے مخمس تضمین کیا ہے، تعداد میں جمع کیا ہے۔

دبیرؔ کے سنتالیس (۴۷) شاگردوں کے سلام بھی تینوں جلدوں میں شامل ہیں، جن میں سب سے زیادہ سلام (۴۷ سلام) شاعرۂ اہلِ بیت سلطان عالیہ بیگم دخترِ نصیر الدین شاہ کے ہیں۔

جناب صادق صاحب ''مرزا دبیرؔ اور شمس آباد'' میں لکھتے ہیں کہ نواب پیارے صاحب نے چاندنی والی ردیف کے سلام کو جو مرزا دبیرؔ سے منسوب ہے جسے انھوں نے غازی الدین حیدر شاہ کے زمانے میں لکھا تھا قدیر صاحب ہی کا سلام بتاتے ہیں یعنی ان کے بموجب دبیرؔ نے کوئی سلام ''چاندنی'' کی ردیف میں نہیں رقم کیا۔

سلاموں کے تعداد کے بارے میں سہل انگاریاں:

۱۔ محمد حسین آزادؔ ''آبِ حیات'' میں لکھتے ہیں: ''سلاموں نوحوں اور رباعیوں کا شمار نہیں''

۲۔ مولوی فدا حسین صاحب ''شمس الضحیٰ'' میں لکھتے ہیں: ''سلام رباعی اور تضمین کا کوئی حساب نہیں۔''

۳۔ جناب افضل حسین ثابتؔ لکھنوی ''حیاتِ دبیرؔ'' حصۂ اوّل، صفحہ ۲۷۷ پر لکھتے ہیں: ''دفترِ ماتم'' کی سولھویں (۱۱۰ سلام) سترھویں (۱۲۴ سلام) اٹھارویں (۹۸ سلام) جلد میں الف سے لے کر یا تک ۳۴۲ مسلسل ردیف وار سلام ہیں۔ ان میں بعض مرزا صاحب کے شاگردوں کے بھی سلام ہیں، جن کا حال مقطعِ سلام سے معلوم ہوتا ہے۔ اس بیچ مداں کے تین چار سلام ہیں۔''

یہاں کتابت میں غلطی ہوگئی ہوگی، چناں چہ ۱۳۴ کے بجائے ۱۲۴ لکھا گیا اور پھر ہر محقق

اور ادیب نے سترھویں جلد پر نگاہ کیے بغیر تعداد ۱۲۴ ہی لکھی۔ دوسرا التباس ثابتؔ کے اس جملہ سے ہوا جس میں انھوں نے ''بعض مرزا کے شاگردوں کے سلام'' کا ذکر ہے، اگرچہ صحیح یہ ہے کہ ان تین جلدوں میں بعض سلام مرزا دبیرؔ کے ہیں، یعنی ۳۴۳ سلاموں میں صرف ۱۳۳ سلام مرزا دبیرؔ کے ہیں۔

۴۔ ڈاکٹر سیّد صفدر حسین ''رزم نگاران کربلا'' اور مقدمۂ ''نادراتِ مرزا دبیرؔ'' میں لکھتے ہیں:

''مرزا دبیرؔ کی مدتِ سخن گوئی کم و بیش ۶۰ سال رہی۔ اُس زمانے میں انھوں نے چار سو سے زیادہ مرثیے، تین سو سے زیادہ سلام، ساٹھ سے زائد خمسے اور بے شمار رباعیات، قطعات، مناجات اور نوحہ جات تصنیف کیے۔ سولھویں، سترھویں اور اٹھارویں جلدیں سلاموں سے متعلق ہیں لیکن ان میں بعض سلام مرزا صاحب کے شاگردوں کے شامل ہو گئے ہیں۔

۵۔ شادؔ عظیم آبادی ''پیمبرانِ سخن'' میں لکھتے ہیں: ''مرزا صاحب نے اقسامِ نظم میں دو لاکھ شعروں سے بھی کہیں زیادہ کہے ہیں۔ میں نے مرزا صاحب کے چھوٹے بڑے پانچ سو مرثیوں سے کم نہیں دیکھے ہیں، غالباً تین سو سلام ہیں''۔

۶۔ ڈاکٹر محمد زمان آزردہ نے بھی اپنی شاہ کار تصنیف ''مرزا سلامت علی دبیرؔ'' میں ثابتؔ لکھنوی کی ''حیات دبیرؔ'' کے حوالے سے لکھا: ''دفترِ ماتم کی سولھویں، سترھویں اور اٹھارویں جلدوں میں بالترتیب ایک سو دس، ایک سو چوبیس اور اٹھانوے، یعنی کل ملا کر ۳۳۲ مسلسل ردیف وار سلام ہیں۔ ان میں مرزا دبیرؔ کے بعض شاگردوں کے سلام بھی ہیں، جیسا کہ مقطعوں سے ظاہر ہے، البتہ چند سلام ایسے بھی ہیں جن میں مقطع نہیں اور نہیں کہا جا سکتا کہ کس کے تصنیف کیے ہوئے ہیں۔''

۷۔ ڈاکٹر مظفر حسن ملک ''اُردو مرثیے میں مرزا دبیرؔ کا مقام'' میں لکھتے ہیں: ''دفترِ ماتم'' کی سولھویں، سترھویں اور اٹھارویں جلدوں میں الف سے لے کر یا تک ردیف وار سلام ہیں، جن کی مجموعی تعداد ۳۳۲ ہے۔ بعض سلام غلطی سے ان کے شاگردوں

کے بھی شامل ہو گئے ہیں، جیسا کہ ان کے مقطعوں سے ظاہر ہے۔''

۸۔ پروفیسر اکبر حیدری نے ۱۹۹۴ء میں ''باقیاتِ دبیر'' میں سولھویں، سترھویں اور اٹھارویں جلدوں کا ذکر کرتے ہوئے دبیر کے سلاموں کی تعداد ۱۳۴ بتائی۔ اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ موصوف کو ''شاعرِ اعظم مرزا سلامت علی دبیر'' جیسی شاہ کار تصنیف کرتے وقت یہ جلدیں نایاب ہونے کی وجہ سے نہ مل سکیں، چناں چہ اسی لیے راقم نے ان جلدوں سے مرزا دبیر کے سلاموں کو علٰحدہ کر کے ''دبیر کے سلام'' کی شکل دی ہے۔ بہر حال، ہم پروفیسر صاحب کی تہِ دل سے قدر دانی کرتے ہیں کہ ان کی بدولت یہ طلسم ٹوٹ سکا۔ اس مقام پر ہم تینوں جلدوں کی تفصیلات پیش کرتے ہیں:

الف۔ دفترِ ماتم۔ جلد ۱۶ (مجموعۂ سلام، حصۂ اوّل)

۱۳۱۴ ہجری۔ مطبع دبدبۂ احمدی، مشک گنج لکھنؤ۔ سیّد عبدالحسین

صفحات ۲۰۴۔ کل سلام = ۱۱۰ دبیر کے سلام = ۴۶۔

ب۔ دفترِ ماتم۔ جلد ۱۷ (مجموعۂ سلام، حصۂ دوم)

۱۸۹۷ عیسوی۔ مطبع دبدبۂ احمدی، مشک گنج لکھنؤ۔ سیّد عبدالحسین

صفحات ۲۵۴۔ کل سلام = ۱۳۴۔ دبیر کے سلام = ۶۳۔

ج۔ دفترِ ماتم۔ جلد ۱۸ (مجموعۂ سلام حصۂ سوم)

۱۸۹۷ عیسوی۔ مطبع دبدبۂ احمدی، مشک گنج لکھنؤ۔

سیّد عبدالحسین صفحات ۱۸۴ کل سلام = ۹۸۔ دبیر کے سلام = ۲۴۔

د۔ حیاتِ دبیر (حصۂ دوم)

۱۹۱۵ عیسوی۔ ایک سلام جس پر نظیر لکھنوی نے مخمس تضمین کیا۔

دبیر کے جملہ مطبوعہ سلام ۴۶ + ۶۳ + ۲۴ = ۱۳۴

اور سلاموں کے اشعار کی جملہ تعداد ۳۱۷۷

ذیل کے جدول میں ''دفترِ ماتم'' سولھویں، سترھویں اور اٹھارویں کی جلدوں میں موجود سلاموں کی تعداد شاعروں کے نام کے ساتھ پیش کی جاتی ہے:

نمبر	نامِ شاعر	تعداد سلام	نمبر	نامِ شاعر	تعداد سلام
۱	مرزا سلامت علی دبیرؔ	۱۳۳	۱۴	نصیرؔ	۱۱
۲	مرزا غلام محمد نظیرؔ (برادرِ حقیقی)	۲۷	۱۵	لطیفؔ	۱
۳	مرزا محمد جعفر اوجؔ (فرزندِ اکبر)	۳	۱۶	نوابؔ	۹
۴	مرزا محمد ہادی حسین عطاردؔ (فرزندِ کوچک)	۲	۱۷	عزیزؔ	۳
۵	میر بادشاہ بقاؔ (داماد)	۱	۱۸	افضل حسین ثابتؔ لکھنوی	۵
۶	مرزا رفیعؔ (پوتے)	۲	۱۹	ضیاؔ	۱
۷	سلطان عالیہ بیگم (دخترِ نصیر الدین شاہ)	۴۷	۲۰	قدیر الدولہ	۲
۸	نواب حاجی بیگم (دخترِ محمد علی شاہ)	۸	۲۱	عظیمؔ	۲
۹	نواب امام باندی عفتؔ	۴	۲۲	منیرؔ شکوہ آبادی	۱
۱۰	میر صفدر علی خانؔ	۱۷	۲۳	درخشاںؔ	۲
۱۱	حصینؔ	۲	۲۴	شرفؔ	۱
۱۲	عابد علی بشیرؔ	۱	۲۵	مرزا محمد عباس صغیرؔ (فرزندِ نظیرؔ)	۳
۱۳	ظہیرؔ	۱۰	۲۶	حرؔ	۱
۲۷	یاورؔ	۲	۳۹	کاظم حسین بدرؔ	۳
۲۸	ہادیؔ	۱	۴۰	مصطفیٰ حسن ہلالؔ	۲
۲۹	سجادؔ	۱	۴۱	میر واجد علی تسخیرؔ	۱

نمبر	نام شاعر	تعداد سلام	نمبر	نام شاعر	تعداد سلام
۳۰	مرثیؔ	۳	۴۲	سیّد باقر مہدی مہدیؔ	۱
۳۱	مطیرؔ	۲	۴۳	بلیغؔ	۱
۳۲	ممتاز الدولہ ممتازؔ	۱	۴۴	شیخ گوہر علی مشیرؔ لکھنوی	۱
۳۳	سعیدؔ	۱	۴۵	مرزا نداحسین ندؔا	۱
۳۴	شفیعؔ	۱	۴۶	سلیمؔ	۱
۳۵	صریرؔ	۱	۴۷	جان صاحب میرنؔ	۱
۳۶	سیّد محمد صاحب شمیمؔ	۱	۴۸	سیّد حسن صاحب حسنؔ	۱
۳۷	مرزا محمد ہادی مرزاؔ	۱	۴۹	دوست محمد صاحب فہیمؔ	۱
۳۸	داروغہ سیّد عبدالوہاب وہابؔ	۳			

چوں کہ مرزا دبیرؔ کے بیشتر سلاموں سے عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی ناواقف ہیں اس لیے ہم نے اس مجموعے میں مرزا صاحب کے تمام سلام یک جا کر دیے ہیں۔ ''حیاتِ دبیرؔ'' کے مولف نے سلاموں کے عمدہ انتخاب اور اس عظیم ذخیرے میں مخفی کمالات کو ظاہر کرنے کی کوشش نہ کی اگرچہ اس کا اعتراف انھوں نے خود معذرت کے طور پر یوں کیا ہے: ''مجھے ناظرین معاف فرمائیں گے کہ میں نے سلام بہت کم انتخاب کیے اور جو شخص مرزا صاحب مرحوم کا کلیات دیکھے گا اس کو بعض موقع پر یہ بھی خیال یا افسوس ضرور ہوگا کہ ثابتؔ نے اچھے اچھے شعر نہیں انتخاب کیے مگر اس کی دو وجہیں ہیں: (۱) کہ خوفِ طول مانع ہے کہ ابھی مرثیوں وغیرہ کا انتخاب شروع ہی نہیں ہوا۔ سمندر میں آدمی کیا کیا انتخاب کرے۔ (۲) میری پسند بھی شاید بعض طبقوں کو ناپسند ہو۔''

کتاب ''المیزان'' جو مرحوم چودھری سیّد نظیر الحسن صاحب فوقؔ نے ''موازنۂ انیسؔ و دبیرؔ'' کے جواب میں لکھی اور جو ۶۰۰ صفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے، اس میں بھی سلاموں پر چند اں روشنی نہ ڈالی گئی۔ دبیرؔ کے ۱۳۴ سلاموں میں سے صرف بارہ (۱۲) سلاموں کے چند اشعار منتخب کر کے پیش کیے گئے، جو دبیرؔ کے سلاموں کے ساتھ ناانصافی ہے۔ قابل مولف نے سلام

کے متعلق ایک آدھ صفحہ تحریر کرتے ہوئے ان جملوں میں دبیرؔ کے سلاموں کا ریویو کیا ہے:
''بعض شعرا کے کلام میں سلام کے اشعار ایسے رنگین اور دل چسپ ہوتے ہیں کہ غزل کا لطف حاصل ہو جاتا ہے۔ میر مونسؔ صاحب کو اس طرزِ خاص میں شہرت حاصل ہے۔ میر انیسؔ صاحب مرحوم کے سلاموں میں بھی ایسے دل چسپ اور رنگین اشعار پائے جاتے ہیں لیکن مرزا صاحب کے کلام پر ازبس کہ مرثیت کا رنگ ہمیشہ غالب رہتا ہے، اس لیے سلاموں میں ان کی توجہ فقط الفاظ کی سادگی وصفائی اور مضمون کی دردانگیزی پر رہتی ہے۔''

بہرحال، جب اپنوں کا یہ حال ہے تو غیروں سے کیا توقع؟ جب دوست اپنی نادانی سے کسرِ شان کر رہے ہوں تو دشمنوں اور رقیبوں سے کیا گلہ؟

ہم ان چند صفحات میں مشتے نمونہ از خروارے صرف چند عمدہ اشعار، علمِ بیان اور علمِ بدیع کی صنعتیں بطورِ مثال پیش کر کے قارئین کی عدالت سے دبیرؔ کا حق طلب کرتے ہیں۔

(۷۲)

بہتّر نوادر

سلاموں سے منتخب نادر اشعار

۱ متفق حُبِّ علیؑ پر ہوں جو سب اہلِ جہاں ایک بھی پھر نہ قیامت میں گنہ گار ملے
۲ رن میں بازارِ شہادت جو قضا نے کھولا سر بکف جنسِ شہادت کے خریدار ملے
۳ زینبؑ نے کہا حُر کی ضیافت میں کروں کیا فاقے کے سوا کچھ بھی مرے گھر میں نہیں ہے
۴ سلامی خاک ہوئے خاک سے غبار ہوئے ابوترابؑ کے مرقد پہ یوں نثار ہوئے
۵ سلامی ذرّہ نہ دوں آفتاب کے بدلے نہ لوں میں عرش در بوترابؑ کے بدلے
۶ مہماں ہے غمِ شاہؑ، دبیرؔ اہلِ عزا میں گو کرب و بلا ہند کے کشور میں نہیں ہے
۷ زہے سخاوتِ عابدؑ برہنہ پائی میں تمام آبلۂ پا لباسِ خار ہوئے
۸ بڑھایا نقطۂ اشکِ عزا نے رتبۂ چشم کہ عین پر جو دیا نقطہ تو ہزار ہوئے
۹ ہر ایک دانۂ تسبیحِ کربلا ہے گواہ کہ بوترابؑ کے سب لال خاک سار ہوئے
۱۰ صغریٰؑ نسیمِ صبح سے بولی کہ ٹھہر جا کیا خوب تجھ سے آتی ہے بُوئے پدر مجھے
۱۱ کتابِ وصفِ علیؑ میں اگر لکھوں میں دبیرؔ بناؤں تارِ شعاعی سے تار مسطر کے
۱۲ سینے میں نیزہ حلق پہ خنجر زبان پہ شکر یہ حلم جز حسینؑ بھلا کس بشر میں ہے
۱۳ طوفاں اٹھا ہے آبِ دمِ ذوالفقار سے ہستیٔ اہلِ ظلم کی کشتی بھنور میں ہے
۱۴ جب دَوا پیتی تھی صغریٰؑ تو دعا کرتی تھی باپ کا شربتِ دیدار میسّر ہوئے
۱۵ یہ بولی دیکھ کے نرگس کو باغ میں صغریٰؑ کہ تو بھی کیا گُلِ زہراؑ کے انتظار میں ہے
۱۶ تا کمالِ چاردہ معصوم روشن سب پہ ہو چودھویں شب کو رہا کرتی ہے شب بھر چاندنی
۱۷ جب سفیدی روضۂ شبیرؑ میں ہونے لگی گردِ روضے کے پھری چونے میں مل کر چاندنی
۱۸ مجرئ فرشِ نجف سے کب ہوا مسر چاندنی چاندنی جھاڑو تو جھڑتی ہے زمیں پر چاندنی
۱۹ ہر مہینے دشمنانِ دیں سے ہے سرگرمِ جنگ چرخ پر رکھتی ہے ماہِ نو کا خنجر چاندنی
۲۰ مال و زر کا کیا بھروسا چاہیے فکرِ مآل فی المثل ہے چار دن کی اے تونگر چاندنی

۲۱ تھی یادِ سکینہؑ کی جو پیاس ان کو شہؑ نے — منہ پھیر لیا جب گئے کوثر کے برابر
۲۲ سینۂ شبیرؑ پر بیٹھا رہا جب تک شقی — گنبدِ قبرِ رسولؐ اللہ تھرّایا کیا
۲۳ غُل کر کے قیامت ابھی برپا کرے زنجیر — پر ہے یہ اَدب بیچ میں عابدؑ کا قدم ہے
۲۴ تسبیحِ حق میں صرف کیا رشتۂ حیات — دیکھو خدا کے واسطے طاعت امام کی
۲۵ مثلِ دو طفل شمس و قمر آئیں دَرس کو — زیرِ بغل کتاب لیے صبح و شام کی
۲۶ قالب میں شہؑ کے تیر تھے بعد از وداعِ روح — سورج غروب ہو گیا باقی کرن رہی
۲۷ تیغ ہے برقِ غضب شعلہ فشاں آتشِ قہر — مرگ رہ جاتی ہے جس جا یہ رَواں ہوتی ہے
۲۸ دیر ہو گا خدا مشتریٔ گوہرِ اشک — بھلا یہ رتبہ کہاں ہے دُرِ عدن کے لیے
۲۹ اکبرؑ کا دیکھ چاہِ ذقن بول اُٹھے عدو — آبِ حیاتِ شہؑ اسی چاہِ ذقن میں ہے
۳۰ عابدؑ غمِ پدر میں یہاں تک ہوئے ضعیف — مثلِ حباب کچھ نہیں ان کے بدن میں ہے
۳۱ کہا زہراؑ نے شہؑ کی لاش سے حُر کا نہ غم کھانا — رِدا زہراؑ نے بیٹا اُس کے لاشے پر اُڑھائی ہے
۳۲ جس طرح سے ہیں پانچ نمازیں ہوئیں ہم پر — واجب بخدا چھبّن پاک کا غم ہے
۳۳ شاہؑ کہتے تھے شہادت کی گواہی کے لیے — دامنِ افلاک پر کافی ہے اصغرؑ کا لہو
۳۴ دیکھتا تھا انگلیوں پر شمر واں خنجر کا دم — یاں اُچھلتا تھا گلوے اہلِ حیدرؑ کا لہو
۳۵ کیا غضب ہے کاٹ کر شہؑ کا گلا ہلّا دنے — جا کے پونچھا چادرِ زینبؑ سے خنجر کا لہو
۳۶ ذکر شبیرؑ کا یوں کرتی تھی صغریٰؑ بیمار — جیسے تپ میں کوئی آیاتِ شفا یاد کرے
۳۷ کبریٰؑ پہ خاتمہ ہے حیا کا کہ رات بھر — مانندِ شمع روتی تھی لیکن صدا نہ تھی
۳۸ ماں سے صغریٰؑ کہتی تھی مجھ کو چھپا کر لے چلو — میں منا لوں گی اگر بابا خفا ہو جائیں گے
۳۹ جلائے لشکرِ ناری نے وہ خیامِ حسینؑ — تھے جن میں رشتۂ ایماں طناب کے بدلے
۴۰ لقب رسولؐ کا ائی تھا پر بہ فضلِ خدا — پڑھا تھا علمِ لدُن ہر کتاب کے بدلے
۴۱ مثالِ قبلہ نما کو جو دل سے شاہؑ کے دوں — قرار قطب کو ہو اضطراب کے بدلے

۴۲ دودھ کی خاطر نہیں ہوتے ہیں گریاں شیر خوار — بے زباں اطفال گویا بہرِ اصغرؑ روتے ہیں

۴۳ زمیں پہ ذرّے نہ کیوں تڑپیں صورتِ اختر — کہ زیرِ خاک یدُ اللہ کے ستارے ہیں

۴۴ اے جُرئی سکینہؑ بھی کیا کام کر گئی — بابا کے سر پہ سر کو رکھا اور مر گئی

۴۵ فلک کا بخل تو دیکھو کہ بہتے دریا پر — حسینؑ امامؑ کو دی پیاس آب کے بدلے

۴۶ شہید و بے کس و مظلوم و بے دیار غریب — ہر ایک لفظ یہ شبیرؑ کے خطاب میں ہے

۴۷ شیرِ خاتونِ قیامت کی جسے دھار ملے — جُرئی قہر ہے اُس حلق سے تلوار ملے

۴۸ نبیؐ مدینۂ علم اور اس مدینہ میں — کنندۂ درِّ خیبر ہے باب کے بدلے

۴۹ صفا رُخ میں وہ ہے جو سُن لے کسی سے — نہ آئینہ دیکھے سکندر دوبارہ

ذیل کے اشعار دبیرؔ شناسی، شاعرانہ تعلّی اور صنعتِ حسنِ تخلّص کی عمدہ مثالیں ہیں:

۵۰ فرصت نہیں لکھنے کی دبیرؔ آج وگرنہ — مضمون تو کتنے ہی سلاموں کا بہم ہے

۵۱ یہ سلامِ شہِ مظلوم کہا خوب، دبیرؔ — دیکھوں انعام میں مولا تجھے کیا دیتے ہیں

۵۲ جب تک نہ ہو علم سے کچھ بہرہ اے دبیرؔ — کوئی نہ ڈالے مرثیہ گوئی کے فن میں ہاتھ

۵۳ دبیرؔ سبطِ رسولِؐ خدا کے صدقے سے — ترا سلام یہ نایاب روزگار ہوا

۵۴ دبیرؔ اہلِ انصاف شاہد ہیں اس کے — سخن میں نیا ہے قرینہ ہمارا

۵۵ نیا مرثیہ نظم ہوتا ہے ہر ماہ — دبیرؔ اس کو سمجھو مہینا ہمارا

۵۶ تا چند کروں شرحِ دبیرِؔ جگر افگار — اس غم کا ہر اک نکتہ ہے دفتر کے برابر

۵۷ خوف کیا دشمنِ بے دیں کا دبیرؔ غمگیں — آبرو تیری ہے ہر دم شہِ ابرار کے ساتھ

۵۸ خاقانِ سخن ہوں میں دبیرؔ جگر افگار — سکّہ ہے تخلّص مرا اور نظم درم ہے

۵۹ بہرِ ثواب نظم میں کرتا ہوں اے دبیرؔ — افسوس اب جہاں میں نہ قدرِ سخن رہی

۶۰ جس پہ ہوتی ہے عنایاتِ شہِ دیں کی دبیرؔ — اس کا مقبول دو عالم میں سخن ہوتا ہے

۶۱ گر دعوائے زباں ہے تو جوں شمع اے دبیرؔ — درکار خاموشی تجھے ہر انجمن میں ہے

۶۲ صاحبِ فیض ہوں میں فیضِ شہِ دیں سے دبیرؔ — ہو گئے ہیں مری صحبت میں سخن داں کتنے

۶۳ ہم نے میزانِ نظر میں جو کیا وزن دبیرؔ — دُرِ شہوار بھی کم میرے سخن سے نکلے

۶۴ مقبول کی یہ نظم شہِ دیں نے اے دبیرؔ — شہرت ہوئی اسی سے ہمارے کلام کی

۶۵ درِ شہ خوابِ اجل کے لیے پاؤں جو دبیرؔ — آنکھ کھل جائے کہ اب طالعِ بیدار ملے

۶۶ طالبِ دادِ مضامیں عقلا سے ہے دبیرؔ — بے خرد سے نہیں دعوائے ہنر کرتا ہے

۶۷ بے سوادوں کو نہیں تمیزِ حسن و قبحِ نظم — جانتا ہے کور سائے کے برابر چاندنی

۶۸ لیتے ہیں شہ سے حلۂ فردوس اے دبیرؔ — کرتا ہے چاک پیرہنِ غم سے کفن ہمیں

۶۹ دبیرؔ خستہ کی ہے عرض شہ سے — سخن سرسبز ہو باغِ جناں میں

۷۰ غمِ حسینؑ سے روشن عمل ہمارے ہیں — فلک ہے سینہ تو داغِ عزا ستارے ہیں

۷۱ ہے عز و وقار اپنا دبیرؔ اہلِ عزا میں — تقدیر میں مدّاحِ شاہِ شہدا تھی

۷۲ طوفِ کعبہ کا تجھے شوق ہے از بس کہ دبیرؔ — مضطرب دل صفتِ قبلہ نما رہتا ہے

عکسِ دبیرؔ آئینۂ سلام میں (۱۲۵۹ ہجری)

اعترافِ دبیرؔ

فرصت نہیں لکھنے کی دبیرؔ آج وگرنہ
مضمون تو کتنے ہی سلاموں کا بہم ہے

اُمّید دبیرؔ

یہ سلامِ شہِ مظلوم کہا خوب دبیرؔ
دیکھوں انعام میں مولاؑ تجھے کیا دیتے ہیں

انعامِ دبیرؔ

دبیرؔ سبطِ رسولؐ خدا کے صدقے سے
ترا سلام یہ نایاب روزگار ہوا
مقبول کی یہ نظم شہِ دیں نے اے دبیرؔ
شہرت ہوئی اسی سے ہمارے کلام کی

تعلّیِ دبیرؔ

خاقانِ سخن ہوں میں دبیرؔ جگر افگار
سکّہ ہے تخلّص مرا اور نظم درم ہے

دعائے دبیرؔ

دبیرؔ خستہ کی ہے عرض شہؑ سے
سخن سرسبز ہو باغِ جناں میں

(۱۲۵۹ہجری)

نمونۂ
صنائع و بدائع

دبیرؔ کا ایک شاہکار سلام، جو سترہ اشعار پر مشتمل ہے، ایک خاص صنعت اور صنعتِ جمع سے مالا مال ہے، اس سلام کے ہر شعر کے مصرع اولیٰ میں چار چیزوں کا ذکر ہے اور دوسرے مصرعے میں اس مضمون کو دل چسپ اور نئے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ہم بطورِ مثال چند شعر یہاں پیش کرتے ہیں:

کوفے میں کربلا میں بقیعہ میں طوس میں — مدفوں ہوئے بتولؑ کے دلبر کہاں کہاں
گل میں شفق میں لعل میں خورشیدِ صبح میں — ہے رنگِ خونِ کشتۂ خنجر کہاں کہاں
صفین میں جمل میں اُحد میں تبوک میں — تنہا لڑے ہیں فاتحِ خیبر کہاں کہاں
دنیا میں آخرت میں سقر میں بہشت میں — ہے اختیارِ حیدرِ صفدرؑ کہاں کہاں
خورشید میں فجر میں ستاروں میں برق میں — ہے نورِ آفتابِ پیمبرؐ کہاں کہاں
غربت میں گھر میں قبر میں محشر میں اے دبیرؔ — آئے مدد کو ساقیِ کوثرؑ کہاں کہاں

مرزا صاحب کے کچھ اشعار یہاں پیش کیے جا رہے ہیں:

سلامی کرتے تھے اکبرؑ خطاب آہستہ آہستہ — تکاں ہے زخمِ دل کو چل عقاب آہستہ آہستہ
کہا زینبؑ نے دیکھوں اور بھائی کو کوئی ساعت — الٰہی ہو طلوعِ آفتاب آہستہ آہستہ
کہا صغریٰؑ نے رو کر آتشِ فرقت نے اے بابا — کیا ہے طائرِ دل کو کباب آہستہ آہستہ

ذیل کے چند اشعار میں حضرت علی اکبرؑ کا سراپا پیش کیا ہے، جو قادر الکلامی کے ساتھ ساتھ نادر الکلامی کی بھی عمدہ مثال ہے:

رُخ ہے وہ گلشنِ قدرت کہ بوقتِ گل گشت — دل عنادل کا نہ اِک گل کی صفا یاد کرے
گر نگہ خضر کی ہو چاہِ ذقن سے سیراب — پھر نہ وہ ذائقۂ آبِ بقا یاد کرے
زلف وہ زلف کہ شیرازۂ اجزائے ثواب — ہے خطایاں جو کوئی مشکِ خطا یاد کرے
چشم وہ چشم کہ نظارہ کرے اس کا اگر — نرگسِ باغِ جناں کو نہ صبا یاد کرے
قدِ پُرنور ہے وہ شمع کہ دیکھے جو کلیم — شجرِ طور کی ہرگز نہ ضیا یاد کرے

زینبؑ نے عرض کی کہ بجا کہتی ہیں جناب — اے والدہ مجھے خبرِ دست و پا نہ تھی

صنعتِ جمع: (گھوڑے کے صفات ۔نادر مضمون)

اور

صنعتِ مبالغہ:

عنقا ہے یہ مرکب کہ عقاب علی اکبرؑ — قدرت کا کرشمہ رگ و ریشہ میں بہم ہے
چھل بل ہے چھلاوہ ہے توہم ہے تصور — اژدر نفس و برق تگ و صاعقہ دم ہے
دریا اثر و شعلہ خواص و شرر آگیں — آہو رم و طاؤس دم و شیرِ شیم ہے
اس رخش کا سایہ ہے ہما جست ہے بجلی — سیماب پسینہ ہے ہوا گردِ قدم ہے

صنعتِ جمع:

رعشہ ورم بخار غشی ضعف دردِ سر — عابدؑ کو اتنے عارضے تھے اور دوا نہ تھی

صنعتِ حسنِ تعلیل:

تشنگیِ شہؑ دیں جب میں رقم کرتا ہوں — خشک ہر حرف پہ خامے کی زباں ہوتی ہے

صنعتِ حسنِ تعلیل:

ہم کو انجم سے ہے ثابت کہ غمِ مولاؑ میں — آہِ سُکّانِ فلک شعلہ فشاں ہوتی ہے

صنعتِ حسنِ تعلیل:

پیکاں نہیں لگی اِسی حیرت سے مومنو — اُنگلی ہر ایک زخم نے رکھی دہن میں ہے

صنعتِ حسنِ تعلیل:

پیروشہؑ بے سر کا ازل سے جو قلم ہے — اس واسطے مُجرائی سرِ خامہ قلم ہے

صنعتِ حسنِ تعلیل:

مدحِ شہؑ دیں لکھنے سے کب سیر قلم ہے — خالی صفتِ گرسنہ خامے کا شکم ہے

صنعتِ حسنِ تعلیل:

کیا پاسِ بزرگیٔ درِ شاہِ اُمم ہے — مجرائی فلک دُور سے تسلیم کو خم ہے

صنعتِ حسنِ تعلیل:

کر کر یہ آہِ بارِ شرر بار اے دبیرؔ — تا بندہ برق ہوتی ہے اکثر سحاب میں

صنعتِ حسنِ تعلیل:

گور زہراؑ کے پسر کو نہ ملی تا چہلم — اس لیے دشت ہر اک خاک بہ سر کرتا ہے

صنعتِ حسنِ تعلیل:

پا پیادہ جو گلِ فاطمہؑ ہے اس غم سے — آبلہ زیرِ قدم چشم کو تر کرتا ہے

صنعتِ حسنِ تعلیل:

مہدیؑ دیں ہیں نہاں فیضِ ہدایت ہے عیاں — چاند جیسے ابر میں اور جلوہ گستر چاندنی

صنعتِ سوال وجواب کے یہ دو شعر عمدہ مثال ہیں:

مگر اس شب کو ہے وہ شکلِ پُرخوں — فرشتے کہتے ہیں یا رب یہ کیا ہے

ندا آتی ہے عرشِ کبریا سے — فرشتو وقتِ فریاد و بُکا ہے

سہلِ ممتنع:

کہا والدہ نے یہ مرنے کی جلدی — نہ ہچکی بھی لی تم نے اکبرؑ دوبارہ

ان اشعار میں تجمع صنعتِ جمع وتفریق وتقسیم اور صنعتِ لف ونشر کی آرایش ہے:

تم کو مرے آقا کے شرف کیا نہیں معلوم
کعبے کی قسم قبلۂ ارباب ہمم ہے

خورشیدِ زمیں بدرِ فلک شمعِ مدینہ
سردارِ عرب ہے وہی سلطانِ عجم ہے

کیا حاکمِ شامی کو ہے شبیرؑ سے نسبت
وہ کفر یہ اسلام وہ دَیر اور یہ حرم ہے

وہ ظلم ہے یہ عدل وہ عصیاں یہ عبادت
وہ رنج یہ راحت وہ ستم ہے یہ کرم ہے

صنعتِ سیاق الاعداد:

علیؑ کی تیغ دوسر سے عدو جو چار ہوئے — یہ ایک وصف تھا اس میں کہ دو کے چار ہوئے
گردشِ افلاک میں ہے کیا شش و پنج اے دبیر — ہے دو عالم میں وسیلہ ہم کو ہشت و چار کا
ہزار و نو صد و پنجاہ و یک جراحت تھے — خدا کی راہ میں شبیرؑ جب نثار ہوئے
لاریب شش جہت میں وہی سر بلند ہے — جو سر پہ مارتا ہے غمِ پنجتنؑ میں ہاتھ

صنعتِ مذہب الکلامی:

تعمیر اس لیے کیا کعبہ خلیلؑ نے — قابل کوئی ولادتِ حیدرؑ کے جا نہ تھی

صنعتِ سیاق الاعداد: صنعتِ تکرار، صنعتِ جمع اس شعر میں دیکھیے:

ایک حُر ایک پسر ایک غلام اک بھائی
عاشقِ پنجتنؑ اُس فوج سے یہ چار آئے

صنعتِ ذوالسانین (فارسی + اُردو)

زہے حسینؑ کہ سازند سبحہ از خاکش — ہے خاک ذکر میں گویا جناب کے بدلے

صنعتِ طباق تذبیح:

سیاہ پوش حرم اور سرخ پوش حسینؑ — فلک نے رنگ کیے انقلاب کے بدلے
جناں گھر مَلک پاسباں عرش کرسی — فلک منبر ہفت زینہ ہمارا
ہمیں فقر و فاقہ تجھے زر مبارک — یہ دولت تری وہ خزینہ ہمارا
نسیم غنچۂ تسلیم زیبِ باغِ نعیم — بہارِ گلشنِ صبر و رضا حسینؑ حسینؑ

صنعتِ ذوالسانین:

مرادِ کن فیکوں شرحِ آیۂ لولاک — چراغِ طاقِ علومِ خدا حسینؑ حسینؑ
حواسِ خمسۂ زہراؑ قرارِ شبیرؑ خدا — امامِ خامسِ آلِ عباؑ حسینؑ حسینؑ
پُلِ صراط سے بے شک اُتر ہی جائیں گے — زباں سے کہہ کے یہ اہلِ عزا حسینؑ حسینؑ
آفاق دنگ ابلق ایام لنگ تھا — آواز سُن کے دُلدلِ محشر خرام کی

صنعتِ ترصیع:

مرحب پڑھا اُدھر سے اِدھر سے خدا کا شیرؑ — آتے ہی اُس نے ضرب لگائی حسام کی

صنعتِ تضاد:

کھینچی اُدھر سے دستِ خدا نے، جو ذوالفقار — فتنے نے اپنی تیغ میانِ نیام کی

صنعتِ مراعات النظیر:

اک دم میں قصرِ چار عناصر بہا دیا — اللہ رے آبِ تیغ جنابِ امامؑ کی

صنعتِ جمع:

انصاف و حلم و علم و دلیری وجُود و زُہد — تجھ پر خدا نے ساری فضیلت تمام کی

مدّاحِ سراپا لبِ انصاف سے سب ہیں — نَل ہے یہ جواں جانِ عرب جسمِ عجم ہے

سراپا حضرت علی اکبرؑ:

بابا مدنی ماں عجمی جد اسدؑ اللہ — خود شکل میں محبوبِ خدا میرِ اُمم ہے

صنعتِ مراعات النظیر:

وصفِ دہنِ تنگ میں عیسیٰؑ کی زبان لال — گویا یہ دلیلِ رہِ باریکِ عدم ہے

صنعتِ تلمیح الصفات:

قامت ہے وہ قامت کہ حضور اُس کے شرف سے — انگشت سے کم سروِ گلستانِ اِرم ہے

صنعتِ لف نشرِ مرتّب:

دیکھو سر و پیشانی و ابرو کا قرینہ — یہ عرش ہے یہ لوح یہ قدرت کا قلم ہے

حق اس کا ہے نقّاشِ خلیلؑ اس کا ہے معمار — ابرو کے مقابل کہاں محرابِ حرم ہے

کیا رتبۂ یاقوت و شکر پیشِ لبِ سرخ — یہ لعل ہے وہ سنگ ہے یہ شہد وہ سم ہے

حسرت ہے کہ یہ شیرِ قوی ہاتھ سے کھینچے — ہر وقت کمانِ فلک اس واسطے خم ہے

ایک اور مقام پر حضرت علی اکبرؑ کا سراپا یوں پیش کیا ہے:

رخ وہ رخ کہ ابھی عکس جو اس کا پڑ جائے — ٹکڑے پوشاکِ قمر مثلِ کتان ہوتی ہے

لب ہے وہ لعل کہ بیعانہ بدخشاں جس کا — لال اس لعل کی مدحت میں زباں ہوتی ہے

نوشاہ تو حسنؑ کی طرح سے ہے کم سخن — مظلومیتِ حسینؑ کی بالکل دُلھن میں ہے
پروانہ ساں ہے ایک تو اک شمع ساں خموش — صحبت عجیب طرح کی دُولھا دُلھن میں ہے

صنعتِ ذوالسانین:

الا یا عین جودی واسعدنیا — یہی کلثومؑ کی اس شب صدا ہے
الا فابکی امیر المومنینا — کہ اس رونے کی عقبیٰ میں جزا ہے

تلمیح ذوالسانین:

زعفر جن مع افواج بہ میدانِ ستم — آیا جس دم مددِ سبطِ پیمبرؐ کے لیے

صنعتِ تضمین:

فعرہ کیا حُر نے کہ توکلت علی اللّٰہ — دنیا میں ترا جاہ ہے محشر میں نہیں ہے

صنعتِ اعداد:

اے خوشا طالع کہ ہے نامِ حسنؑ سے ہم عدد — کیوں نہ ہو روشن دلوں میں نام آور چاندنی

صنعتِ جمع و تقسیم:

شہید و بے کس و مظلوم و بے دیار و غریب — ہر ایک لفظ یہ شبیرؑ کے خطاب میں ہے

سہلِ ممتنع:

اے مجریٰ سکینہؑ بھی کیا کام کر گئی — بابا کے سر پہ سر کو رکھا اَور مر گئی

صنعتِ الف نشر غیر مرتب:

خلد و طوبیٰ و نہرِ کوثر ہے — کاغذ و خامہ و مدادِ علیؑ

صنعتِ تکرار:

حال صغریٰؑ نے جو پوچھا تو یہ زینبؑ نے کہا — دکھ پہ دکھ غم پہ غم آزار پہ آزار ملے

صفتِ تلمیح:

نبیؐ مدینۂ علم اور اس مدینہ میں — کنندۂ درۂ خیبر ہے باب کے بدلے

فہرستِ سلام

نمبر شمار	مطلع	تعداد شعر	صفحہ نمبر

''دفترِ ماتم'' جلد نمبر (۱۶)

۱	مسطور اگر کمال ہو سَرو امامؑ کا		
	مصرع ہمارا سرو ہو دارالسّلام کا	۱۵	۱۰۴
۲	مُجری کو شہؑ کو وقتِ ذبح غش آیا کیا		
	نعرۂ اللہ اکبر پر وہ فرمایا کیا	۱۶	۱۰۷
۳	غمِ شہؑ سے ہے داغ سینہ ہمارا		
	سلامی قمر ہے نگینہ ہمارا	۲۴	۱۰۹
۴	ولائے علیؑ ہے خزینہ ہمارا		
	دفینہ ہے مجرائی سینہ ہمارا	۱۴	۱۱۲
۵	مجرائی گرمِ نالہ جو وقتِ بُکا ہوا		
	آنسو پسند مجمرِ داغِ عزا ہوا	۱۵	۱۱۴
۶	مجرا اُسے مدام جو راہِ رضا میں تھا		
	خنجر تھا جب گلے پہ وہ شکرِ خدا میں تھا	۱۷	۱۱۶
۷	مُجرئی موسمِ عزا آیا		
	ماتمِ شاہؑ کربلا آیا	۲۳	۱۱۸
۸	نیساں کی چشم گر غمِ سرورؑ میں تر نہ ہو		
	مجرائی قطرہ لاکھ برس تک گہر نہ ہو	۱۵	۱۲۲
	اے سلامی دلِ شبیرؑ میں ہے گھر میرا		
	خلد مسکن ہے مرا حصّہ ہے کوثر میرا	۳۶	۱۲۴
۱۰	ماہ نے جس کے مُجری شقّ القمر کیا		
	مثلِ قمر اُسے شفقِ خوں میں تر کیا	۲۱	۱۲۶

نمبر شمار	مطلع	تعداد شعر	صفحہ نمبر
۱۱	اے مُجرئی تو حُر کے مقدّر کو دیکھنا		
	سر اُس کا اور زانوے سروِ رکو دیکھنا	۱۸	۱۲۹
۱۲	سلامی خاک ہوا خاک سے غبار ہوا		
	ابوتراب کی تربت پہ یوں نثار ہوا	۱۹	۱۳۲
۱۳	ہوئے جو مُجرئی سلطانِ بحر و بر پیدا		
	کہا فلک نے زمیں کا ہوا قمر پیدا	۲۵	۱۳۵
۱۴	دل پہ میرے زخم ہے مجرائی اُس تلوار کا		
	جس سے سر زخمی ہوا ہے حیدرِ کرّار کا	۱۸	۱۳۹
۱۵	مُجرئی کیا حوصلہ تھا اصغرِ بے شیر کا		
	ہنس دیا جب خلق پر ناوک لگا بے پیر کا	۳۴	۱۴۲
۱۶	جو کہ قربانِ مزارِ علیؑ اکبر ہو گا		
	مُجرئی اُس کو ثوابِ حجِ اکبر ہو گا	۳۳	۱۴۶
۱۷	شہؑ سے مجرائی ہوا جب کہ علم دارؑ جدا		
	وہ جدا رونے لگا سیّدِ ابرارؑ جدا	۱۹	۱۴۹
۱۸	مجرائی جب کہ خاتمۂ پنجتنؑ ہوا		
	تڑپی بتولؑ ایسی کہ ٹکڑے کفن ہوا	۳۰	۱۵۲
۱۹	مجرائی زیرِ خاک نہ رنج و محن ہوا		
	شمعِ رہِ بہشت غمِ پنجتنؑ ہوا	۲۸	۱۵۶
۲۰	گو کہ اے مُجرئیوہ تشنہ دہن کتنے ہیں		
	پر خوش انصارِ شہنشاہِ زمن کتنے ہیں	۲۶	۱۶۰
۲۱	جو دل میں ولاے شہؑ مرداں نہیں رکھتا		
	مُجرئی وہ گنجینۂ ایماں نہیں رکھتا	۲۳	۱۶۴

نمبر شمار	مطلع	تعداد شعر	صفحہ نمبر
۲۲	صغریٰؑ نے بھی اے مُجرئی غم کھائے ہیں کیا کیا		
	شبیرؑ وطن میں اُسے یاد آئے ہیں کیا کیا	۲۲	۱۶۷
۲۳	جو سلامی شہِ والا کا ثنا خواں ہو گا		
	اُس کا ہر ایک سخن گوہرِ غلطاں ہو گا	۱۷	۱۷۰
۲۴	مجرئی جب ہوا پامال چمن زہراؑ کا		
	ہو گیا چاک گریبانِ کفن زہراؑ کا	۱۷	۱۷۲
۲۵	مدح شبیرؑ میں مصرع جو رقم ہوئے گا		
	مُجرئی وہ شجرِ باغِ ارم ہوئے گا	۱۶	۱۷۵
۲۶	فصلِ خزاں جو گلشنِ شاہِ زمن میں ہے		
	مجرئی گُل دریدہ گریباں چمن میں ہے	۲۸	۱۷۷
۲۷	مقتلِ عباسؑ کو مُجرئی قضا نے نہ دیا		
	پانی اولادِ پیمبرؐ کو پلانے نہ دیا	۱۶	۱۸۱
۲۸	شبِ عاشور بھائی کو بَلا میں دیکھ کر زینبؑ		
	تصدّق کے لیے اے مُجرئی لائی پسر زینبؑ	۱۶	۱۸۳
۲۹	مُجرئیوں کوئی باندھے نہ گنہ گار کے ہاتھ		
	شمر نے باندھے تھے جس زور سے بیمار کے ہاتھ	۲۳	۱۸۵
۳۰	مجرئی اُس سکینہؑ کے باندھے رسن میں ہاتھ		
	رہتے تھے جس کے گردنِ شاہِ زمن میں ہاتھ	۱۷	۱۸۸
۳۱	مُجرئیعدِ فنا بھی نہ اُٹھے واں سے شہید		
	اُنس رکھتے تھے عجب گنج شہیداں سے شہید	۲۱	۱۹۰
۳۲	مجرئی کہا شہؑ نے کہ یارا نہیں اصغرؑ		
	چھوڑیں تمھیں جنگل میں گوارا نہیں اصغرؑ	۲۰	۱۹۳

نمبر شمار	مطلع	تعداد شعر	صفحہ نمبر
۳۳	کیوں نہ پھر آہ کہ گزریں فلکِ پیر سے تیر پار اے مُجریجب ہوں تنِ شبیرؑ سے تیر	۴	۱۹۶
۳۴	سلام اُس پہ جو پہنے ہے ناتواں زنجیر قدم ہیں جتنے نحیف اتنی ناتواں زنجیر	۲۹	۱۹۹
۳۵	مُجریجب کہ چڑھا شاہؑ کا سر نیزے پر آفتاب آیا قیامت کا نظر نیزے پر	۲۴	۲۰۳
۳۶	ہو خاک سلامی درِ سرورؑ کے برابر جس در کا ہر اک ذرّہ ہے اختر کے برابر	۳۳	۲۰۶
۳۷	اے مُجریاس بحر میں وہ شعر سُنا گرم جو مطلعِ خورشید سے مطلع ہو سوا گرم	۲۶	۲۱۰
۳۸	مُجریانصار کم تھے شاہؑ والا کی طرف اور لاکھوں اشقیا تھے جمع اعدا کی طرف	۱۴	۲۱۴
۳۹	مُجرئی دامن میں لی جب کربلا کے سن کی خاک گر گئی نظروں سے اپنے وادیٔ ایمن کی خاک	۲۲	۲۱۶
۴۰	سوزِ غمِ شبیرؑ میں ہے یہ اثر اب تک پتھر سے نکلتے ہیں سلامی شرر اب تک	۸	۲۲۱
۴۱	نام پر شاہؑ کے پانی جو پلا دیتے ہیں میرِ کوثرؑ انھیں مُجرئی دعا دیتے ہیں	۲۶	۲۲۴
۴۲	مُجرئی پاؤں جہاں شاہؑ ہدیٰ رکھتے ہیں مَلکاس خاک کو آنکھوں پہ اٹھا رکھتے ہیں	۱۴	۲۲۸
۴۳	غمِ شبیرؑ میں جو اشک بہانے کا نہیں مُجرئی وہ چمن خلد میں جانے کا نہیں	۱۳	۲۳۰

نمبر شمار	مطلع	تعداد شعر	صفحہ نمبر
۴۴	کہے نہ مُجرئی کیوں دائما حسینؑ حسینؑ بتولؑ روتی ہیں کہہ کر سدا حسینؑ حسینؑ	۲۵	۲۳۲
۴۵	غمِ آلِ عباؑ ہے اور میں ہوں سلامی یہ عزا ہے اور میں ہوں	۶۶	۲۳۵
	''دفترِ ماتم'' جلد نمبر (۱۷)		
۴۶	جلوہ ہے جو غبارِ درِ بوترابؑ میں اے مُجرئی وہ نور کہاں آفتاب میں	۲۴	۲۴۳
۴۷	مُجر اشک نخلِ غم میں سلامی ثمر نہیں جس طرح نخلِ شمع کبھی بار ور نہیں	۱۲	۲۴۶
۴۸	مُجرئی اکبرؑ کے ماتم میں پیمبرؐ روتے ہیں قبرِ سقائے حرم پر میر کوثر روتے ہیں	۲۹	۲۴۸
۴۹	ہے عکسِ گیسو و رخِ اکبرؑ کہاں کہاں سنبل کہاں کہاں ہے گلِ تر کہاں کہاں	۱۷	۲۵۲
۵۰	مُجرائی نہ کیوں کر رہے ماتم رمضان میں عالم سے اٹھا شاہِ دَو عالم رمضاں میں	۱۴	۲۵۴
۵۱	عصیاں سے مُجرئیہمیں رنج وَمحن ہمیں ہے مُہرِ عفو داغِ غمِ پنجتنؑ ہمیں	۳۴	۲۵۶
۵۲	ہے جو مُجرئی شہؑ کے نغاں میں وہ ہو گا حشر کو باغِ جناں میں	۱۲	۲۶۱
۵۳	السّلام اے قبرِ زیبائے حسینؑ نورِ حق خاکِ شفا جائے حسینؑ	۲۴	۲۶۳

نمبر شمار	مطلع	تعداد شعر	صفحہ نمبر
۵۴	کیوں نہ نم سے خشک ہو سبط پیمبرؐ کا لہو		
	جب شلو کے پر بہے مُجرائی اصغرؑ کا لہو	۲۸	۲۶۶
۵۵	مُجرائی شہؑ نے کہا اے مری خواہر دیکھو		
	تیر کو دیکھو گلوے علی اصغرؑ دیکھو	۲۰	۲۶۸
۵۶	سلامی کہتے تھے ظالم رلاؤ زینبؑ کو		
	کہ ذبح شہؑ کو کرو اور دکھاؤ زینبؑ کو	۲۹	۲۷۱
۵۷	غیظ میں جب آ کے کھینچا شاہؑ نے تلوار کو		
	مُجر پیچھے کی جا ملتی نہ تھی کفار کو	۱۸	۲۷۵
۵۸	مُجریہ تشنگی تھی سیّد ابرار کو		
	جو پیا خوش ہو کے آبِ خنجرِ خوں خوار کو	۲۴	۲۷۸
۵۹	بیت جنّت میں ملے نظمِ سلام ایسا ہو		
	روئیں سب مُجرئی پُر درد کلام ایسا ہو	۱۸	۲۸۱
۶۰	سلامی سجدۂ حق میں کیا مجروح حیدرؑ کو		
	جنابِ فاطمہؑ پیٹیں ہوا صدمہ پیمبرؐ کو	۲۴	۲۸۴
۶۱	سلامی کرتے تھے اکبرؑ خطاب آہستہ آہستہ		
	تکاں ہے زخمِ دل کو چل عقاب آہستہ آہستہ	۱۹	۲۸۷
۶۲	گئے سوے میداں جو اکبرؑ دوبارہ		
	سلامی ہوا گھر میں محشر دوبارہ	۳۶	۲۹۰
۶۳	مُجرئی شہؑ کو نہ کیوں خلقِ خدا یاد کرے		
	جو خدا کو تہِ شمشیر جفا یاد کرے	۲۶	۲۹۵
۶۴	اے مُجرئی شبیرؑ کو کیا یادِ خدا تھی		
	سر پر تھی قضا اور نماز ان کی ادا تھی	۲۷	۲۹۹

نمبر شمار	مطلع	تعداد شعر	صفحہ نمبر
۶۵	جس کے مدفن کی درِ شہؑ پہ بنا ہوتی ہے خاک اُس مُجرئی کی خاکِ شفا ہوتی ہے	۱۵	۳۰۳
۶۶	مُجرئی آیا محرم خوں بہایا چاہیے مرثیہ پڑھ کر محبوں کو رُلایا چاہیے	۲۹	۳۰۵
۶۷	مُجرئی قطِ آب بھی تھا اور غذا نہ تھی پر بے حواس فاقے میں فوج خدا نہ تھی	۶۰	۳۰۹
۶۸	گُنہ کے مرض کی دوا چاہیے سلامی کو خاکِ شفا چاہیے	۳۳	۳۱۶
۶۹	پنجتنؑ گر وارد بزمِ عزا ہو جائیں گے دیدۂ تر مُجرئی بحر الکا ہو جائیں گے	۳۲	۳۲۰
۷۰	جو کہ مصروفِ سلامِ شہداؑ رہتا ہے گو وہ رہتا نہیں پَر نام سدا رہتا ہے	۲۵	۳۲۴
۷۱	مُجرئی کہتی تھی صغریٰؑ یہ دوا لائے کوئی خاکِ پا میرے مسیحا کی اُٹھا لائے کوئی	۱۴	۳۲۸
۷۲	مُجرئی شہؑ کی لاش کو یادِ خدا رہی قبلے کی سمت صورتِ قبلہ نما رہی	۲۵	۳۳۰
۷۳	سلامی ہر طرف شورِ بُکا ہے وداعِ حضرتِ مشکل کشاؑ ہے	۴۹	۳۳۴
۷۴	کربلا میں جو سلامی شہؑ والا آئے واسطے لڑنے کے ہر سمت سے اعدا آئے	۱۵	۳۴۰
۷۵	ہر ایک ذرّہ کب اے مُجرئی حساب میں ہے کہ سوزِ ماتمِ شبیرؑ آفتاب میں ہے	۲۹	۳۴۲

نمبر شمار	مطلع	تعداد شعر	صفحہ نمبر
۷۶	سلامی ذرّہ نہ دوں آفتاب کے بدلے		
	نہ لوں میں عرش درِ بوترابؑ کے بدلے	۴۴	۳۴۶
۷۷	بزمِ ماتم میں جو باچشمِ پُر آب آتا ہے		
	پیشوا لینے کو مُجرائی ثواب آتا ہے	۱۴	۳۵۲
۷۸	نبیؐ کو مُجرئی غم بے حساب ہوتا ہے		
	کہ کنبہ فاطمہؑ کا بے نقاب ہوتا ہے	۲۰	۳۵۴
۷۹	جس گھڑی گرمیٔ بازارِ قیامت ہو گی		
	خُلد اے مُجریہر اشک کی قیمت ہو گی	۴۸	۳۵۷
۸۰	حشر میں جوہریِ اشک عزا دار ملے		
	مُجرئی مول میں قصرِ دُرِ شہوار ملے	۴۴	۳۶۳
۸۱	مُجرئی کہتے تھے شہؑ خالقِ اکبر کے لیے		
	ظالمو پانی دو مجھ کو علی اصغرؑ کے لیے	۱۸	۳۶۹
۸۲	اے مُجرئی فغانِ حرم عرش پر گئی		
	پیاسی تڑپ تڑپ کے سکینہؑ جو مر گئی	۳۱	۳۷۲
۸۳	کینہ دل مُجرائی سروڑ میں نہیں ہے		
	آئینہ اقلیمِ سکندر میں نہیں ہے	۵۱	۳۷۵
۸۴	سلامی شاہؑ کے غم میں جو اشک بار ہوئے		
	گُہر سے بھی گُہر اشک آبدار ہوئے	۴۵	۳۸۲
۸۵	سلامی ابرِ فلک کیوں نہ اشک بار رہے		
	غمِ حسینؑ میں جب برق بے قرار رہے	۲۴	۳۷۷
۸۶	مُجرائی لہو کیوں نہ بہے دیدۂ تر سے		
	پانی کو پسر ساقیِ کوثرؑ کا جو ترسے	۱۹	۳۹۱

نمبر شمار	مطلع	تعداد شعر	صفحہ نمبر
۸۷	مُجرئی جہاں شہؑ کی تصویر نظر آئی سر سجدے میں اور سر پر شمشیر نظر آئی	۲۰	۳۹۴
۸۸	ہو مُجرئی نہ خواہشِ اکسیر و زر مجھے لے جائے بخت گر درِ شبیرؑ پر مجھے	۱۸	۳۹۷
۸۹	غضب اے مُجرئیختار تھے جو کوثر کے انھیں فلک نے اُتارا ہے گھاٹ خنجر کے	۱۷	۳۹۹
۹۰	اے مُجرئیبتولؑ عزائے پسر میں ہے رونے کا شور مرقدِ خیر البشرؐ میں ہے	۱۹	۴۰۲
۹۱	ہے شاہؑ کے صدقے میں یہ توقیر ہماری فردوس ہے اے مُجرئیجا گیر ہماری	۱۷	۴۰۵
۹۲	سلامی جب کہ مجھ کو قتلِ سروؑ یاد آتا ہے وہ سوکھا حلق و بے آبِ خنجر یاد آتا ہے	۱۶	۴۰۷
۹۳	اُس کو مجرا کہ جو بے کس بھی ہے دلگیر بھی ہے قیدیٔ ظلم بھی ہے بستۂ زنجیر بھی ہے	۱۷	۴۰۹
۹۴	اے مُجرئی جو اشک مری چشمِ تر میں ہے ایسا گہر کہاں کسی سلکِ گہر میں ہے	۳۹	۴۱۲
۹۵	برگشتہ سلامی کا مقدر تو نہیں ہے پر بے درِ شہؑ دیکھے یہ باور تو نہیں ہے	۲۰	۴۱۷
۹۶	جگرِ چرخ سے جوں تیر گزر کرتا ہے نالہ اے مُجرئی پتھر میں اثر کرتا ہے	۲۲	۴۲۰
۹۷	گر رقم جلوۂ نورِ رخِ سروؑ ہوئے ورق اے مُجرئیخورشیدِ منور ہوئے	۲۳	۴۲۳

نمبر شمار	مطلع	تعداد شعر	صفحہ نمبر
۹۸	ان میں اے مُجرئی زینبؑ کے جو دلدار آئے		
	غُل ہوا جلسِ شہادت کے خریدار آئے	۱۸	۴۲۶
۹۹	پاؤں سجادؑ کا اے مُجرئی زنجیر میں ہے		
	دم گلے میں ہے گلا طوقِ گلوگیر میں ہے	۲۳	۴۶۹
۱۰۰	سلامی سیر عجب دشتِ کارزار میں ہے		
	کہ باغِ فاطمہؑ سب قتل کی بہار میں ہے	۲۵	۴۳۲
۱۰۱	مُجرئی ہوئیں نہ کیوں شہؑ کے جگر کے ٹکڑے		
	رُو برو ہوئیں جو اکبرؑ سے پسر کے ٹکڑے	۱۱	۴۳۶
۱۰۲	مُجرئیشہؑ نے کہا یوں حیدرِ کرّار سے		
	ہم ہوئے سیراب آبِ خنجرِ خوں خوار سے	۲۸	۴۳۷
۱۰۳	مُجرئیکہتے تھے سرورؑ زینبِ دلگیر سے		
	کیا کروں کچھ بس نہیں چلتا مرا تقدیر سے	۱۹	۴۴۲
۱۰۴	مُجرئی ہے سوگ وارِ ماہِ حیدرؑ چاندنی		
	اشک ہیں شبنم بکا کرتی ہے شب بھر چاندنی	۴۰	۴۴۵
	''دفترِ ماتم''جلد نمبر (۱۸)		
۱۰۵	مجرائی بچے ساقیِ کوثرؑ کے لال کے		
	کہتے تھے پانی پانی زبانیں نکال کے	۲۰	۴۵۱
۱۰۶	رمضان کیوں نہ سلامی کو محرم ہو جائے		
	جب کہ درپیش یدؑ اللہ کا ماتم ہو جائے	۱۴	۴۵۴
۱۰۷	تعریف کی ہے نظمِ رواقِ امامؑ کی		
	بیت الحرم ہے بیت ہمارے سلام کی	۲۳	۴۵۶

نمبر شمار	مطلع	تعداد شعر	صفحہ نمبر
۱۰۸	پیرو شہِ بے سر کا ازل سے جو قلم ہے		
	اس واسطے مُجرائی سرِ خامہ قلم ہے	۵۳	۴۶۰
۱۰۹	مُجرائی غلامی میں شہنشاہِ اُمم کی		
	حُر دیکھتا ہے سیر گلستانِ اِرم کی	۱۴	۴۶۷
۱۱۰	مدحِ علیؑ میں ہے یہ بلندی کلام کی		
	عرشِ بریں زمین ہے ہمارے سلام کی	۵۶	۴۶۹
۱۱۱	سلامی یہ اُمّت کا کیسا ستم ہے		
	کہ نیزے پہ شبیرؑ کا سر الم ہے	۱۴	۴۷۳
۱۱۲	سردار و علم دار کا مُجرائی کو غم ہے		
	دل تعزیہ خانہ ہے تو ہر آہ عَلَم ہے	۲۹	۴۷۵
۱۱۳	صدمے مُجرائی عجب شاہِ اُمَم دیکھیں گے		
	باغِ احمدؐ کو جو آنکھوں سے قلم دیکھیں گے	۷	۴۷۹
۱۱۴	گر مرقع میں شبیہ شہِ ذی شاں نکلے		
	اے سلامی اب تصویر سے افغاں نکلے	۲۳	۴۸۰
۱۱۵	دل میں بہارِ داغِ امامِ زمن رہے		
	مجرائیوں کو قبر میں سیرِ چمن رہے	۲۲	۴۸۴
۱۱۶	مُجرائی شہؑ کی مصیبت جو بیاں ہوتی ہے		
	فاطمہؑ پیٹتی ہے اور اشک فشاں ہوتی ہے	۲۴	۴۸۷
۱۱۷	پڑھوں سلام زبانِ پنجتنؑ کے لیے		
	کہ ایک تحفہ یہ کافی ہے پنجتنؑ کے لیے	۲۶	۴۹۱
۱۱۸	السّلام اے قبلۂ ایماں مرے		
	بادشاہِ کربلا سلطاں مرے	۲۷	۴۹۸

نمبر شمار	مطلع	تعداد شعر	صفحہ نمبر
۱۱۹	وصفِ گل زہراؑ میں ہیں رنگیں سخن ایسے جنّت میں بھی ہوں گے نہ سلامی چمن ایسے	۲۲	۴۹۹
۱۲۰	ٹکڑے اے مُجرئی زہراؑ کا چمن ہوتا ہے مثلِ گل چاک پیمبرؐ کا کفن ہوتا ہے	۴۵	۵۰۲
۱۲۱	اُس کو مُجرا نہ جسے خوف تھا شمشیروں سے تیرِ مژگاں کو بھی جنبش نہ ہوئی تیروں سے	۱۴	۵۰۵
۱۲۲	قتلِ شبیرؑ کے تھے مُجرئیساماں کتنے ایک حلقوم تھا اور خنجرِ بُرّاں کتنے	۱۵	۵۰۷
۱۲۳	مُجرئیگلچینِ قضا شبیرؑ کے گلشن میں ہے ہر گلِ باغِ امامت موت کے دامن میں ہے	۳۳	۵۱۰
۱۲۴	مُجرئی سبطِ نبیؐ جب کہ وطن سے نکلے جان کیوں فاطمۂ صغریٰؑ کی نہ تن سے نکلے	۲۴	۵۱۵
۱۲۵	مُجرئی مالکِ کوثر کو جو پانی نہ ملے چشمِ سجّاد کو کیوں اشک فشانی نہ ملے	۱۸	۵۱۹
۱۲۶	سلامی دوپہر تک شہؑ کے لشکر کی صفائی ہے بہتّر تن کے اُوپر لاکھ ظالم کی چڑھائی ہے	۲۲	۵۲۲
۱۲۷	قتلِ شبیرؑ کی اے مُجرئی تیاری ہے دیدۂ فاطمۂ زہرا سے لہو جاری ہے	۱۳	۵۲۵
۱۲۸	سلامی شاہؑ پر شدّت تھی یہ تشنہ دہانی کی ہوئی تھی گوہرِ نایاب اُن کو بوند پانی کی	۱۵	۵۲۷
۱۲۹	سلامی اَوجِ فلک پر نہیں یہ تارے ہیں ہماری آہِ شرر بار کے شرارے ہیں	۲۳	۵۲۹

نمبر شمار	مطلع	تعداد شعر	صفحہ نمبر
۱۳۰	مُجرئی یادِ حق ہے یادِ علیؑ		
	لوحِ دل پر رقم ہے نادِ علیؑ	۲۶	۵۳۴
۱۳۱	مُجرئی ہستی رہے شہؑ اور غم دیکھا کیے		
	زخم تن میں سیر گلزار ارم دیکھا کیے	۱۳	۵۳۶
۱۳۲	انیسویں شب آئی ہے ماہِ صیام کی		
	بجھتی ہے شمع تربتِ خیرالانامؐ کی	۲۵	۵۳۸
۱۳۳	زینبؑ و حالِ تباہش نگرید		
	گریۂ شام و پگاہش نگرید	۱۲	۵۴۱
۱۳۴	درِ شبیرؑ و بجاہش نگرید		
	سرِ تسلیم کوہش نگرید	۱۵	۵۴۳

سلام

۱

سلام

مسطور اگر کمال ہو سرو امامؑ کا
مصرع ہمارا سرو ہو دارالسّلام کا

حاصل سرِ عمر کو مرصّع گلاہ واہ
دردا سرِ علم سرِ اطہرؑ امامؑ کا

اَسرارِ طالعِ عمر و مُحر کا وا ہوا
داور کا وہ عدد وہ ہراوّل امامؑ کا

وہ محرمِ حرم کہ ہو آرامِ دردِ گُل
درد و الم ہو اُس کو دوا و طعام کا

مسطور حالِ موسمِ سرما ہو کس طرح
سر گرمِ آہ سرد رہا دل امامؑ کا

صلح و ورع عطا و کرم حلم و داد و عدل
واللہ ہر عمل ہوا اطہر امامؑ کا

اس طرح محوِ حمد رہا سرورِ اُمم
اعدا کو حوصلہ ہوا مدحِ امامؑ کا

دردا لہو امامِ اُمم کا حلال ہو
سہل اس طرح ہو مسئلہ ہرِ حرام کا

ہر سو وہ آمد آمدِ سرداڑ دو سرا
اور ہمہمہ وہ اَدہم صَرصَر لگام کا

کہرام مُلک مُلک ہوا دھوم کوہ کوہ
سوکھا لہو دلِ اسد و گرگ و دام کا

ڈر کر اُدھر کو گم ہوا عمرِ عدو کا ماہ
طالع ہوا ہلال اِدھر کو حسام کا

محرومِ گور احمدِ مرسل کا لاڈلا
سردارِ دہر آہ ولد ہو حرام کا

آرامِ گور کا ہو اگر دل کو مدّعا
ہر سال و ماہ سوگ رکھا کر امام کا

دردا دلِ عمر کو ہو آرام اور سُرود
روحِ حرم کو درد ہو مرگِ امام کا

ہر دم ملا حرم کو وہ درد و الم کہ آہ
روحِ رسولؐ کو ہوا صدمہ مدام کا

۲

سلام

مجرئی کو شہؑ کو وقتِ ذبح غش آیا کیا
نعرۂ اللہ اکبر پر وہ فرمایا کیا

کاٹ کر شہؑ کا گلا دکھلا کے خنجر خوں بھرا
زینبِؑ بےکس کو شمر نحس پٹوایا کیا

جس پہ زہراؑ بوند یاں پڑنے نہ دیتی تھی کبھی
اس پر مینہ تیروں کا ابرِ ظلم برسایا کیا

لی نہ تو نے بھی خبر اے ابرِ رحمت وا دریغ
فاطمہؑ کا باغ بے آبی سے مرجھایا کیا

چشمۂ کوثر کھائے گا قیامت میں جو آہ
لشکرِ ظالم اُسے پانی سے ترسایا کیا

ہائے وہ سائل ہوا پانی کا فوجِ شام سے
جس کے آگے سب زمانہ ہاتھ پھیلایا کیا

جب تلک پایا سکینہؑ کے نہ مردے نے کفن
لاشۂ عباسؑ بھی دریا پہ تھرایا کیا

صبر کہتے ہیں اسے سجادؑ سب کے سامنے
سر جھکائے ہاتھوں کو رسّی سے بندھوایا کیا

آلِ احمدؐ کو جو شیریں نے اُڑھائیں چادریں
عابدِؑ بیمار کیا غیرت سے شرمایا کیا

کشتگانِ کربلا کی جاں نثاری جب سنی
جس کو تھی الفت پیمبرؐ سے وہ پچھتایا کیا

فاتحہ اس کا نہ دنیا میں ہوا چالیس دن
میوہ جس کے واسطے روح الامیں لایا کیا

قیدمیں زینبؑ جو تھی اس کی تسلی کو مدام
خواب میں ہر شب علیؑ کا لاڈلا آیا کیا

سینۂ شبیرؑ پر بیٹھا رہا جب تک شقی
گنبدِ قبرِ رسولؐ اللہ تھرّایا کیا

بے کسی مسلم کی ہے رونے کی قابل مومنو
طائروں نے بھی نہ جس کی لاش پر سایا کیا

جب فرنگی شاہؑ پر صدقے ہوا تو دیر تک
شیرِ حق اپنے گلے سے اس کو لپٹایا کیا

پاک کر دے گا وہ تجھ کو معصیت سے اے دبیرؔ
جس پر نازل حق نے ہے تطہیر کا آیا کیا

(۳)

سلام

غمِ شہؑ سے ہے داغ سینہ ہمارا
سلامی قمر ہے نگینہ ہمارا

پے داغِ مولاؑ ہے سینہ ہمارا
یہ خاتم ہے اور وہ نگینہ ہمارا

تجلی ہے داغِ غمِ پنجتنؑ کی
نہ کیوں طورِ سینا ہو سینہ ہمارا

چلے شہؑ تو روحِ پیغمبرؐ پکاری
ہوا بے چراغ اب مدینہ ہمارا

کہا شاہؑ نے اتنا تڑپو نہ اکبرؑ
وہ بولے کہ زخمی ہے سینہ ہمارا

قطعہ

علیؑ کو خبر دی نبیؐ نے کہ مدفن
نجف ہے تمھارا مدینہ ہمارا

مگر کربلا وہ زمیں ہے کہ سارا
وہیں دفن ہوگا خزینہ ہمارا

ہوا موج زن جوشِ غم کے جو کوثر
علیؑ بولے ڈوبا سفینہ ہمارا

کہا شہؑ نے ہاتھوں کی پڑھ کر لکیریں
تُو ماتم کرے گی سکینہؑ ہمارا

دمِ کوچ سن کر فغاں بولے سرورؑ
یہ رہتا ہے ہم پر مدینہ ہمارا

ہوا غش جو گنجِ شہیداں میں قاصد
کہا شہؑ نے دیکھا خزینہ ہمارا

قطعہ

یہ نازاں ہوئے دوشِ احمدؐ پہ سرورؑ
شرف دیکھو اہلِ مدینہ ہمارا

گواہی دی مہرِ نبوّت نے حقّا
یہ نامِ خدا ہے نگینہ ہمارا

کہا شاہؑ نے پاؤں رکھیو سمجھ کر
پیمبرؐ کا سینہ ہے سینہ ہمارا
عمر سے یہ فرمایا شہؑ نے کہ بتلا
نہیں جد ہے شاہِ مدینہ ہمارا؟

جناں گھر ملک پاسباں عرش کرسی
فلک مہرِ ہفت زینہ ہمارا

تو باطل کا خواہاں ہے ہم حق کے طالب
وہ شیوہ ترا یہ قرینہ ہمارا

ہمیں فقر و فاقہ تجھے زر مبارک
یہ دولت تری وہ خزینہ ہمارا

کیا دو پہر میں گھر احمدؐ کا خالی
بھرا تھا ترے دل میں کینہ ہمارا

یقین ہے کہ آلِ نبیؐ بے ردا ہوں
کہ دشمن ہے تجھ سا کمینہ ہمارا

ہوئے خلق حیدرؑ تو کعبہ پکارا
کہ بالکل تہی ہے خزینہ ہمارا

قطعہ

کہا ہندنے تم میں یثرب کی بُو ہے
امیرو دھڑکتا ہے سینہ ہمارا

پکارے حرم اب تو پھرتے ہیں در در
وطن تھا کبھی ہاں مدینہ ہمارا

سدا روز عاشور کہتی تھیں بیویں
لٹا تھا اِسی دن خزینہ ہمارا

دبیرؔ اہلِ انصاف شاہد ہیں اِس کے
سخن میں نیا ہے قرینہ ہمارا

÷

(۴)

سلام

ولائے علیؑ ہے خزینہ ہمارا
دفینہ ہے مجرائی سینہ ہمارا

دمِ کوچ اِک اک سے کہتے تھے حضرت
چھٹا ہم سے بس اب مدینہ ہمارا

صدا آتی ہے رستے میں سر سے شہؑ کے
بہت غم نہ کھاؤ سکینہؑ ہمارا

قطعہ

عجب یاس سے بولے اکبرؑ کہ کہاں
نہیں قابلِ بخیہ سینہ ہمارا

جو فرصت ہو فدوی کے ماتم سے تم کو
کفن ہاتھ سے اپنے سینہ ہمارا

صدا دی دلِ شہؑ نے اے شمر اُتر تو
پیمبرؐ کا سینہ ہے سینہ ہمارا

کہا حلق نے شیرِ زہراؑ پیا ہے
سمجھ کر لہو تیغ پیا ہمارا

کہا ماں نے زنداں میں سو جاؤ واری
ہے آغوش حاضر سکینہؑ ہمارا

صدائے حسینؑ آئی نیند آئے کیوں کر
کہ آنکھوں میں پھرتا ہے سینہ ہمارا

کہا بانوؑ نے ڈھونڈیے لاشِ اکبرؑ
شہاؑ غم سے گھائل ہے سینہ ہمارا

وہ بولے دکھائی نہیں دیتا رستہ
ہے اللہ دانا و بینا ہمارا

کہا شہؑ نے عباسؑ دم توڑتے ہو
اب اک دم بھی مشکل ہے جینا ہمارا

ندا قبرِ زہراؑ سے آئی دہائی
یہ دو داغ رکھتا ہے سینہ ہمارا

کیا باغیوں نے قلم اک چمن کو
اور اِک باغ یثرب میں چھینا ہمارا

وصیّت ہے شہؑ کی کہ جی بھر کے رونا
محرّم ہے شیعو مہینا ہمارا

نیا مرثیہ نظم ہوتا ہے ہر مہ
دبیرؔ اس کو سمجھو مہینا ہمارا

۵

سلام

مجرائی گرمِ نالہ جو وقتِ بُکا ہوا
آنسو پسند مجمرِ داغِ عزا ہوا

مجرائی حر جو شاہِ اُمم پر فدا ہوا
ممنون پنجتنؑ ہوئے راضی خدا ہوا

کوفا یہ باغیوں نے طلوعِ سحر سے آہ
برباد ظہر تک چمنِ مرتضیٰؑ ہوا

ہیہات دونوں ہاتھ بندھے ریسمان سے
یوں دستگیر نائبِ مشکلؑ کشا ہوا

قاسمؑ کی والدہ نے کہا جائے شکر ہے
فضلِ خدا سے لال مرا کتخدا ہوا

اکبرؑ جو آئے رَن میں تو سب کی زبان پر
جاری ادب سے کلمۂ صلِّ علیٰ ہوا

قطعہ

اللہ رے دبدبہ کہ نہ کھنچتی تھی تیغِ فتح
بسمل ہر اِک دلیرِ عرب تھا پڑا ہوا

سب نے کہا کہ مانگو پناہ اس کے قرب سے
نازل انہی کے جدّ کے لیے لافتیٰ ہوا

گر مشرقِ نیام سے نکلے گی صبحِ تیغ
پھر دیکھنا کہ شام کا لشکر فنا ہوا

پُرسے کی جا یزید نے عابدؑ سے یہ کہا
شکرِ خدا پدر کا ترے سر جدا ہوا

بانوؑ یہ بین کرتی تھی اصغرؑ کی یاد میں
گم کس طرف تُو اے مرے یوسف لقا ہوا

اکبرؑ کی لاش خیمے میں لائے جو شاہِ دیں
گھر میں شفیعِ حشر کے محشر بپا ہوا

کاٹوں گا بے دریغ گلوے امامؑ کو
کہتا تھا شمر سینۂ شہؑ پر چڑھا ہوا

سر ہو گیا جدا تو کہا شہؑ کی لاش نے
شکرِ خدا کہ وعدے سے بندہ ادا ہوا

مر کر سوے بہشت نہ دیکھوں گا اے دبیرؔ
لطفِ خدا سے گر سفرِ کربلا ہوا

سلام

جُرا اُسے مدام جو راہِ رضا میں تھا
خنجر تھا جب گلے پہ وہ شکرِ خدا میں تھا

عابدؑ نے دفن کر کے شہیدوں کو یہ
کہا حصہ نہ اس مریض کا خاکِ شفا میں تھا

پیاروں کی موت گھر کی تباہی عطش کی دھوم
کیا شاہؑ پر وفورِ بلا کربلا میں تھا

شربت بھی بھیجا مُشکیں بھی قاتل کی کھول دیں
یہ فیضِ خاص حصّۂ مشکل کشا میں تھا

عباسؑ نے بھی خوب نبھائی حسینؑ سے
جو عشق ابتدا میں وہی اِنتہا میں تھا

دربار میں یزید نے جس دِن طلب کیا
کیا دل نبیؐ کے آلؑ کا خوف و رجا میں تھا

کوفہ کو جب حسینؑ چلے پڑھ کے فاتحہ
رونے کا شور مرقدِ خیرالوریٰ میں تھا

قطعہ

مِل کر گلے سکینۂ کے صغراؑ نے یہ کہا
یہ تو میں سمجھی تم پہ ستم کربلا میں تھا

یہ کیا مرے گلے سے نہ پانی اترتا تھا
مجھ پر عجیب سانحہ ماہِ عزا میں تھا

رو کر وہ بولی ہائے محرم ہی میں بہن
ہفتم سے قحط پانی کا آلِ عبا میں تھا

ناداری بتولؑ پہ ہوتا ہے ٹکڑے دل
پیوند آہ برگِ رطب کا ردا میں تھا

عابدؑ کو غم یہی تھا کہ بابا ہیں بے کفن
دل حسرتِ شفا میں نہ فکرِ دوا میں تھا

سینے پہ شہؑ کے شمر چڑھا ہائے کس گھڑی
جب سر کنارِ حضرتِ خیرالنسّا میں تھا

اے چرخ کیوں حسینؑ کا خیمہ اُٹھا دیا
دریا تو مہرِ حضرتِ خیرالنسا میں تھا

پانی دیا کسی نے نہ اصغرؑ کو بوند بھر
کیا رحم دل نہ ایک بھی اہلِ وغا میں تھا

کافر نہ اس طرف تھا بجز ساربان کوئی
مومن سوائے حرؑ نہ کوئی اشقیا میں تھا

افسوس اے دبیرؔ نہ طالع رسا ہوئے
دل اِس برس بھی آرزوے کربلا میں تھا

۷

سلام

مُجرئی موسمِ عزا آیا
ماتمِ شاہِ کربلا آیا

شور تھا وقتِ آمدِ اکبرؑ
دیکھو ہم شکلِ مصطفیٰؐ آیا

بولے شامی ہے زلف سورۂ قدر
رُخ ہے قرآن نور کا آیا

نزع میں شہؑ سے کہتے تھے نوشاہ
زورِ اعدا کو میں دِکھا آیا

ہوکے رخصت جو شاہؑ سے عباسؑ
صفِ روبہ پہ شیر سا آیا

ناریوں کو اب فرات تلک
سرد کرتا ہوا چلا آیا

کیا قیامت ہے رُو بہ روئے یزید
کنبہ زہراؑ کا بے ردا آیا

جاکے بولا عمرؑ سے ابنِ نمیر
شکلِ احمدؐ کی میں مٹا آیا

قطعہ

لاشِ اکبرؑ پہ کہتی تھی زینبؑ
کھا کے برچھی تو دلربا آیا

غسلِ میّت کی اب نہیں حاجت
خون میں اپنے تو نہا آیا

بولے بابا سے خُلد میں شبیرؑ
کلمہ گویوں کو بخشوا آیا

لاشِ شہؑ کہتی تھی مُضطر باں سے
رحم تجھ کو نہ بے حیا آیا

ہاتھ کاٹے جو بعد ذبح مرے
اے شقی ہاتھ تیرے کیا آیا

جب دکھایا علیؑ نے زور اپنا
یاد ہر بندے کو خدا آیا

سب سے زنداں میں کہتے تھے سجادؑ
قبر بابا کی میں بنا آیا

بے کفن خاک پر پڑا تھا بدن
تن سے سر شاہؑ کا ملا آیا

لپٹی زینبؑ جو لاشِ سرورؑ سے
لرزے میں عرشِ کبریا آیا

بارگاہِ خدا میں سرورؑ کا
تن جدا آیا سر جدا آیا

یہ خبر دی کسی نے صغراؑ کو
لشکرِ شاہِ کربلا آیا

بولی نانی سے لو مبارک ہو
تیؑ فرزندِ مرتضیٰؑ آیا

بولی اصغرؑ سے خُلد میں زہراؑ
کیا گیا تُو جہاں میں کیا آیا

قطعہ

قافلہ لے کے درمیانِ وطن
جبکہ بیمارِ کربلا آیا

پوچھا صغراؑ نے کیا سبب اس کا
نہ پدر آئے نے چچا آیا

ننھا بھائی مرا تو خیر سے ہے
کیوں نہ گھر میں وہ مہلقا آیا

بولے سجادؑ لٹ گئے سجادؑ
یک بیک لشکرِ قضا آیا

نہ ستارے رہے نہ شمس و قمر
سب کو میں خاک میں ملا آیا

راہِ حق میں جنابِ حیدرؑ نے
وہ عطا کی کہ ہل اَتا آیا

قطعہ

اُمِّ سلمٰی کے خواب میں اک شب
یوں شہنشاہؐ انبیا آیا

ہاتھ دونوں بھرے تھے خاک سے آہ
دھیان ان کو حسینؑ کا آیا

رو کے پوچھا تو مصطفیٰؐ نے کہا
قبر پیارے کی میں بنا آیا

شام سے دشتِ کربلا کے قرین
جبکہ ناموسِ مصطفیٰؐ آیا

آئی عابد کو بوے خونِ حسینؑ
لب پہ نوحہ یہ برملا آیا

اُونٹ سے اترو اے پھوپھی زینبؑ
مقتلِ شاہِؑ کربلا آیا

غُل ہو گر کربلا میں جائے دبیر
شاعرِ آلِ مصطفیٰ آیا

۸

سلام

نیساں کی چشم گر غمِ سرورؑ میں تر نہ ہو
مُجرائی قطرہ لاکھ برس تک گُہر نہ ہو

قاتل سے شاہؑ کہتے تھے کر ذبح جلد جلد
ظالم میری بہن کو کہیں یہ خبر نہ ہو

کہتی تھی رو کے ہند کی بیٹی سکینہؑ سے
بھیجا تمھارے سن میں کوئی بے پدر نہ ہو

اکبرؑ سے بولے شاہؑ نکالوں میں کس طرح
نیزے کی نوک میں کہیں تیرا جگر نہ ہو

کٹ کر گلوے شاہؑ نے یہ شمر سے کہا
اَب بھی پلا دے پانی گنہ کچھ اگر نہ ہو

لکھا قضا نے شاہؑ کی قسمت میں آبِ تیغ
یعنی گلوے خشک کسی طرح تر نہ ہو

نیساں وہ بارش جس کے قطرات سے موتی بنتے ہیں، قضا: تقدیر

کہتی تھی بانوؑ تیر گلے سے نکال لوں
اصغرؑ تمھاری روح کو صدمہ اگر نہ ہو

کوفے گئی دمشق گئی شام میں گئی
زینبؑ کی طرح سے تو کوئی دربدر نہ ہو

کہتے تھے شہؑ کفن نہ ملے مجھ کو ہے قبول
یارب بہن حسینؑ کی پر ننگے سر نہ ہو

کانٹا اُٹھا کے پاؤں میں عابدؑ نے رکھ لیا
تا اور راہ گیروں کو اُس سے ضرر نہ ہو

تھی شہؑ کی یہ دعا نہ چلے تیغ حلق پر
جب تک مرا بتولؑ کی گودی میں سر نہ ہو

کہتے تھے اپنے حالِ پریشاں پہ اہلِ بیتؑ
پردیس میں حقیر کوئی اِس قدر نہ ہو

سر پیٹنے کی جا ہے کہ کہتے تھے اہلِ ظلم
لاشے پہ شاہِ دیں کے کوئی نوحہ گر نہ ہو

آنکھوں سے اب تُو چل درِ سروڑ پہ اے دبیرؔ
ابتر جوارِ ہند میں مثلِ نظر نہ ہو

۹

سلام

اے سلامی دلِ شبیرؑ میں ہے گھر میرا
خلد مسکن ہے مرا حصّہ ہے کوثر میرا

شہؑ کو اک رات کی مہلت جو ملی بولا شمر
تم پہ احساں ہے یہ اے سبطِ پیمبرؐ میرا

جاؤ اس شب کو عزیزوں کے گلے سے مل لو
کل گلا آپ کا ہے اور یہ خنجر میرا

شاہؑ کہتے تھے کہ کیا تیر عدو نے مارا
کہ نہ اک بار بھی تڑپا علی اصغرؑ میرا

شمر سے بولی سکینہؑ کہ طمانچے نہ لگا
چھوپھی زینبؑ سے اُتروا لے تُو گوہر میرا

ہاتھ بندھوا کے رسن میں یہ کہا کبریٰؑ نے
کیوں فلک؟ تھا یہی کیا بیاہ کا زیور میرا

اب دریا پہ لرز جاتی تھی عباسؑ کی لاش
رو کے شہؑ کہتے تھے جب ہائے برادر میرا

شمر کہتا تھا کہ یہ خشک تھا حلقوم حسینؑ
ذبح کے وقت جو رُک رُک گیا خنجر میرا

قطعہ

دخترِ ہند سے کہتی تھی سکینہؑ رو کر
اے بہن ڈھانک نہ چادر سے ابھی سر میرا

کفن اصغرؑ کو میں پہنا کے ردا اُوڑھوں گی
بے کفن ہے ابھی شش ماہہ برادر میرا

شمر سینے پہ چڑھا شاہؑ کے یہ کہتا ہوا
کب سے اس حلق کا مشتاق تھا خنجر میرا

شہؑ نے لاشوں کو دِکھا کر یہ کہا قاصد سے
میں حسینؑ ابنِ علی ہوں یہ ہے لشکر میرا

بانُو کہتی تھی کہ ساتھ ان کے مجھے دفن کرو
لوگو تربت میں ڈرے گا علی اصغرؑ میرا

شاہؑ کہتے تھے نہیں بخت میں آبِ دریا
آج کا روزہ کھلے گا لبِ کوثر میرا

کہتی تھی فاطمہؑ یہ ظلم نیا ہے یا ربّ
ذبح ہوتا ہے مری گود میں دلبر میرا

شاہؑ کہتے تھے کہ بخشش ہو گنہ گاروں کی
خوں بہا ہے یہی یا ربّ دمِ محشر میرا

÷

گوہر: موتی / بخت: قسمت / خوں بہا: قصاص

۱۰

سلام

ہاا نے جس کے مجرئی شق القمر کیا
مثل قمر اُسے شفقِ خوں میں تر کیا

ہمراہ شہؑ کے مجرئی جس نے سفر کیا
گھر تو چھٹا پہ فاطمہؑ کے دل میں گھر کیا

قتل حسینؑ کی جو خبر نامہ بر نے دی
صغراؑ کو اس خبر نے بہت بے خبر کیا

کس دل میں الفتِ پسرِ مرتضیٰؑ نہیں
گھر کو لٹا کے شہؑ نے ہر اک دل میں گھر کیا

کہتا تھا شمر میرے کلیجے کو دیکھنا
میں نے بزیرِ تیغ نبیؐ کا جگر کیا

یہ ظلم کیا ہے ظلم تو یہ ہے کہ خیمے میں
مشکل کشا کی بیٹیوں کو ننگے سر کیا

مارا طمانچہ کان کو چیرا گہر لیا
بے رحم نے سکینہؑ پہ ظلم اس قدر کیا

برسے جو ابر لاکھ برس اب حصول کیا
اُس نے اِب حسینؑ تو رن میں نہ تر کیا

وقتِ زوال آتے ہی بس آ گیا زوال
تاراج باغ فاطمہؑ کا دوپہر کیا

پنجاہ و پنج سال رقیہؑ تری حیات
پر زندگی کو باپ کے غم بسر کیا

گر پوچھتا تھا کوئی کہ کیا سن تھا آپ کا
برباد جب لعینوں نے زہراؑ کا گھر کیا

کہتی تھی رو کے وہ کہ مجھے خوب یاد ہے
چوتھا برس تھا جبکہ مجھے بے پدر کیا

پردیس میں فلک نے پیمبرؐ کی آلؑ کو
قیدی کیا اسیر کیا در بدر کیا

بیمار کے قدم پہ ورم تھا فلک بتا
زین العباؑ نے شام کا کیونکر سفر کیا

سیّد تھا بے گناہ تھا مظلوم تھا حسینؑ
اُمّت نے اس کے خوں سے نہ مطلق حذر کیا

باچھوں میں دودھ اور گلے میں جھنڈ الے بال
اصغرؑ نے یوں بہشتِ بریں کا سفر کیا

باندھا رسن سے بازوئے زینبؑ کو شمر نے
کچھ آہ فاطمہؑ کا نہ ظالم نے ڈر کیا

اکبرؑ کے بعد کہتے تھے کفار سے حسینؑ
دیکھو تو تم نے مجھ پہ ستم کس قدر کیا

فرزند کس کا مارا تھا میں نے جو تم نے آہ
اٹھارہ سال کا مرا ٹکڑے پسر کیا

مدت سے آرزو ہے پر افسوس اے دبیرؔ
اب تک نہ ہم نے شاہؑ کے در پر گزر کیا

زندانِ شام میں حرمِ شہؑ نے اے دبیرؔ
نوحہ غمِ حسینؑ سے شام و سحر کیا

(۱۱)

سلام

اے مُجرئی ثو حر کے مقدّر کو دیکھنا
سر اُس کا اور زانوے سروؑ کو دیکھنا

مُجرائی بوسہ گاہِ پیمبرؐ کو دیکھنا
اور شمرِ بد خصال کے خنجر کو دیکھنا

مُجرائی ظلمِ چرخِ ستم گر کو دیکھنا
بلوئے کو اور آلِ پیمبرؐ کو دیکھنا

کہتا تھا شمر روتا ہوں آتا ہے جبکہ یاد
وہ بے کسی سے شاہؑ کا خنجر کو دیکھنا

شہؑ بولے شوقِ مرگ ہے سنِ شباب میں
اِس آرزو کو اور علی اکبرؑ کو دیکھنا

دو کام تھے مدینے میں صغراؑ کی چشم میں
یا رونا شہؑ کی یاد میں مادر کو دیکھنا

قطعہ

کہتی تھی بانو شہؑ سے جب اکبرؑ تھے شیر خوار
کیا پیاری شکل ہے مرے دلبر کو دیکھنا

فرماتے تھے حسینؑ کہ ہوگی بہارِ عمر
اٹھارویں برس علی اکبرؑ کو دیکھنا

عبّاسِ نامور کو عَلم دے کے بولے شاہؑ
اے دوستو حسینؑ کے جعفرؑ کو دیکھنا

گہ شام و کوفہ میں تو گہے مُلکِ شام میں
آوارگیِ آلِ پیمبرؐ کو دیکھنا

صغراؑ سے بولے شہؑ کہ ہمیں صبر کیجیو
جنبش میں جب ضریحِ پیمبرؐ کو دیکھنا

کہتی تھی بانو گنجِ شہیداںؑ میں سوتے ہیں
اے لوگو ہمّتِ علی اصغرؑ کو دیکھنا

زینبؑ پکاری شیرِ خدا کی میں جائی ہوں
اے شمر چشمِ بد سے نہ چادر کو دیکھنا

لاشیں دکھا کے کہتے تھے زہراؑ سے جبرئیلؑ
کیسا کھلا ہے گلشنِ حیدرؑ کو دیکھنا

برچھی ہے اِس کے سینے میں اُس کے گلے میں تیر
اکبرؑ کو دیکھنا علی اصغرؑ کو دیکھنا

سیراب اہلِ کوفہ نبیؐ زادہ تشنہ لب
برگشتگیِ چشمِ ستم گر کو دیکھنا

فرماتے تھے حسینؑ کہ کیا کیا جوان ہیں
زینبؑ قلیل سے مرے لشکر کو دیکھنا

سیر بہشت جانیو تُو اُس کو اے دبیرؔ
گر شاہؑ کی ضریحِ منوّر کو دیکھنا

سلام

سلامی خاک ہوا خاک سے غبار ہوا
ابوترابؑ کی تُربت پہ یوں نثار ہوا

ہجومِ غم میں سلامی جو اشک بار ہوا
ہر ایک تارِ مژہ موتیوں کا ہار ہوا

سلام اُس پہ رہِ حق میں جو نثار ہوا
جدا بدن سے ہوا سر تو وصلِ یار ہوا

قطعہ

پدر کو خواب میں صغراؑ نے اس طرح دیکھا
کمر خمیدہ بدن ہے نحیف و زار ہوا

پکاری کب سے جھکی ہے کمر تو رو کے کہا
شہید جب سے کہ عباسِؑ نامدار ہوا

گلے میں باپ کے باہیں تھیں لاشِ اصغرؑ کی
خزاں ہوا جو وہ گل تو گلے کا ہار ہوا

حسینؑ جب ہوئے پیدا تو یہ ندا آئی
کہ تھا جو پردۂ قدرت میں آشکار ہوا

بلند کیوں نہ ہوا آفتابِ محشر آہ
علیؑ کے لال کا نیزے پہ سر سوار ہوا

کھلے ہیں دیدۂ صغریٰؑ ہنوز بہر حسینؑ
مزار میں بھی نہ موقوف انتظار ہوا

سر حسینؑ نے کٹ کر کہا یہ قاتل سے
میں رستگار ہوا تو گنہ گار ہوا

گئی جو کوفے میں سر ننگے دخترِ زہراؑ
نجف میں مرقدِ حیدرؑ کو اضطرار ہوا

بتولؑ سینہ و سر اپنا پیٹتی نکلی
لعیں جو سینۂ شبیرؑ پر سوار ہوا

گلا بندھا جو رسن میں تو خوش ہوئے عابدؑ
کہ حق کے شیر کا میں آج ورثہ دار ہوا

یہ بھوک پیاس تھی مرغوبِ سیّدالشہداؑ
کہ چھے مہینے کا سن تھا جو روزہ دار ہوا

ہوئی نہ شمع میسر جو شہؑ کی تُربت کو
تو داغِ دل کا چراغِ سرِ مزار ہوا

کٹا کے ہاتھ اب نہر کہتے تھے عباسؑ
الٰہی شکر میں دریائے غم سے پار ہوا

قطعہ

یہ پوچھا حضرت ام البنینؑ نے قاصد سے
مرے پسر کا بتا کیا مآل کار ہوا

وہ بولا سجدۂ شکرِ خدا کر اے بی بی
سرِ حسینؑ پہ بیٹا ترا نثار ہوا

دبیرؔ سبطِ رسولِؐ خدا کے صدقے سے
ترا سلام یہ نایاب روزگار ہوا

(۳۱)

سلام

ہوئے جو مُجرئی سلطانِ بحر و بر پیدا
کہا فلک نے زمیں کا ہوا قمر پیدا

سلامی اشک میں ہے تابش گہر پیدا
یہ رفتہ رفتہ کیا چشم نے اثر پیدا

چھپا زمین میں ہے ہے مہِ بنیٔ ہاشم
فلک پہ کس لیے ہوتا ہے اَب قمر پیدا

دعاے فاطمہؑ تھی یہ شبِ شہادت کو
الٰہی حشر تلک ہو نہ اب سحر پیدا

حسینؑ کہتے تھے سب راہِ حق میں کٹوادوں
برنگِ شمع جو کٹ کٹ کے ہوئیں سر پیدا

لگا جو سینۂ اکبرؑ میں نیزہ شہؑ بولے
ہوا تھا واسطے برچھی کے یہ جگر پیدا

ہوا جو شہؑ کے قریں قہرِ حق سے دور ہوا
تمام ہو گئے فطرس اس کے بال و پر پیدا

بنا بناے لحد شہؑ کی پیٹتی تھی بتولؑ
صداے نوحہ رہی رن میں رات بھر پیدا

قطعہ

کہا یہ شہؑ نے لعینوں سے ہے خدا قادر
کیا ہے حضرتِ عیسیٰ کو بے پدر پیدا

اسی کی دی ہوئی قدرت یہ ہے کہوں تو ہو
زمین خشک سے کوثر و چشمِ تر پیدا

شہید ہو پسرِ نوجوان جب شہؑ کا
خمیدگی نہ کرے کس طرح کمر پیدا

دکھا کے نیزے کے پھل شہؑ نے یہ نبیؐ سے کہا
ہوئے ہیں نخل جوانی میں کیا ثمر پیدا

چمن کو آب جو اشکِ غمِ حسینؑ سے دو
سوائے لختِ جگر ہوں نہ پھر ثمر پیدا

حسینؑ امام سا بےکس ازل سے آج تلک
ہوا ہے کوئی نہ ہو گا کوئی بشر پیدا

ہوا جو خاتمۂ پنجتنؑ ملک بولے
الٰہی آج ہی دنیا میں کر حشر پیدا

قطعہ

رکھی جو گردن عابدؑ پہ تیغ ظالم نے
تو سامنے سے ہوئے سیّدالبشر پیدا

کہا نہ کاٹ گلا جانشینِ احمدؐ کا
مقام اپنا جہنم میں تو نہ کر پیدا

پدر کی لاش پہ سجادؑ یاں تلک پیٹے
ہوا بخار میں بےکس کو دردِ سر پیدا

شبِ شہادتِ شبیرؑ کا نہ منہ دیکھا
ہوئے فلک پہ ستارے نہ رات بھر پیدا

سرِ بتولؑ ہے اب تک کھلا غمِ شہؑ سے
نہ کیوں فلک پہ ہو خورشید ننگے سر پیدا

سرِ حسینؑ سے سجادؑ نے کہا رو رو
کیا ہے راہ کی ایذا نے دردِ سر پیدا

گہے رسن میں گہے طوق میں گہے تپ میں
ہوا ہے بندہ اسی واسطے مگر پیدا

جو دیکھتا قدِ اکبرؑ وہ یہ بیاں کرتا
نشانِ صنعِ الٰہی ہیں سربسر پیدا

شکستہ گوہرِ دندانِ مصطفیٰؐ جو ہوا
تو سوزِ غم سے ہوئے سنگ میں شرر پیدا

سکینہؑ کہتی تھی بابا کا خوں بہا مانگوں
اگر جہاں میں ہو کوئی دادگر پیدا

عجب نہیں ہے اگر شہؑ کے سوزِ غم سے دبیرؔ
مرے مزار سے جوں سبزہ ہوں شرر پیدا

(۱۴)

سلام

دل پہ میرے زخم ہے مجرائی اُس تلوار کا
جس سے سر زخمی ہوا ہے حیدرِ کرّار کا

اے سلامی دیکھ رتبہ حیدرِ کرار کا
ہاتھ ہے غفار کا سر احمدِ مختار کا

نحس نے ماہِ مبارک میں کیا خونِ علیؑ
مٹ گیا نام و نشاں سادات کی سرکار کا

عید سے نو روز پہلے شیعوں کو محزوں کیا
ظلم تازہ دیکھو ابنِ ملجم خوں خوار کا

بے ادب نے عین سجدے میں حضورِ ذوالجلال
خون مسجد میں بہایا قبلۂ ابرار کا

مومنوں کے سر سے اُٹھتے ہیں امیرؑ مومناں
سر کھلا ہے سوگ میں ہر شیعۂ دیں دار کا

دستِ ماتم سے نہ کیوں شیعوں کے ہوں سینے فگار
ہو گیا بازو شکستہ احمدِ مختار کا

ہائے حیدرؑ کہہ کے سینے پیٹتے ہیں حیدری
نعرہ یہ گھر گھر ہے احمدؐ کے علم بردار کا

بدلے آبِ تیغ کے جلاّد کو شربت دیا
وقت جب دیکھا سخی نے روزے کے افطار کا

وا علیاؑ وا علیاؑ وا علیاؑ وا علیؑ
آج کل یہ ورد ہے زہرہؑ جگر افگار کا

خون سر سے ریش اُس کی رُوسیہ نے سرخ کی
جس کا نقش پا تھا طرّہ عرش کی دستار کا

قطعہ

ہے روایت جب کہ مسجد سے علیؑ کو لے چلے
تھا درِ دولت پہ مجمع عترتِ اطہارؑ کا

آ کے رستے میں کہا حیدرؑ سے یہ جبریلؑ نے
ہل رہا ہے عرشِ اعظم حضرتِ غفّار کا

ننگے سر روتی ہیں در پر دخترانِ فاطمہؑ
سنتے ہیں رہ گیر نالہ زینبِؑ ناچار کا

سن کے یہ بولے علیؑ ہاں جلد جاؤ اے حسنؑ
واسطہ دو سب کو روحِ احمدِؐ مختار کا

ایک دن تھا یہ ادب اور ایک دن تھا یہ غضب
پھرتا تھا بلوے میں کنبہ حیدرؑ کرّار کا

اُونٹ پر سر ننگے زینبؑ اَور سناں پر شہؑ کا سر
طوقِ آہن میں گلا تھا عابدؑ بیمار کا

گردشِ نو آسماں سے کیا شش و پنج اے دبیرؔ
ہے دو عالم میں وسیلہ ہم کو ہشت و چار کا

(۱۵)

سلام

جُرأت کیا حوصلہ تھا اصغرؑ بے شیر کا
ہنس دیا جب حلق پر ناوک لگا بے پیر کا

دیکھ کر لب خشک ہر دَم غنچۂ تصویر کا
یاد آتا ہے سلامی کو گلا شبیرؑ کا

گر لکھوں حال اے سلامی طاعتِ شبیرؑ کا
ہو صریرِ خامہ سے فعرہ عیاں تکبیر کا

ہائے اصغرؑ کا گلا اور تیرِ ظالم اے فلک
پائے زین العابدینؑ اور سلسلہ زنجیر کا

شاہؑ کہتے تھے نہیں پانی کے ملنے کا اَلم
اب تلک منہ میں مزہ ہے فاطمہؑ کے شیر کا

کہتے تھے عابدؑ جو سکھلاؤں اسے اندازِ صبر
نالہ حلقے سے نہ باہر ہو کبھی زنجیر کا

عرشِ حق ہلنے لگا جس دم تو بولے جبرئیلؑ
یہ اثر ہے فاطمہؑ کی آہِ پُر تاثیر کا

پھول اُس جا پر کہاں ہے جُز گلِ زخمِ بدن
قبر پر اصغرؑ کے شہؑ نے رکھ دیا پھل تیر کا

گہ نظر تھی سوے خیمہ گہ سوے محراب تیغ
ہر طرح سوے حرم ہی منھ رہا شبیرؑ کا

قطعہ

شہؑ نے قاصد سے کہا کہہ دیجیو صغراؑ سے تُو
کٹ گیا پیاسا گلا میدان میں شبیرؑ کا

رکھیو میرے نام پر اے بیٹی پانی کی سبیل
نام پر اصغرؑ کے پلوانا تُو کوزہ شیر کا

شمر نے پوچھا کہ کیوں لب آپ کے جنبش میں ہیں
شہؑ نے فرمایا مزا لیتا ہوں میں شمشیر کا

ہونٹ اصغرؑ کے ہلے کھا تیر تو شہؑ نے کہا
کیا تم اے پیارے مزہ لیتے ہو آب تیر کا

سر جھکا کر زیرِ خنجر بولے شہؑ پڑھتے نماز
ہے کھڑا بالیں پہ قاتل وقت ہے تکبیر کا

ہو گیا جب کربلا میں پنجتنؑ کا خاتمہ
سر کھلا بلوے کے اندر صاحبِ تطہیرؑ کا

کودکانِ مومنیں رونے لگے فردوس میں
دیکھ کر حلقوم میں اصغرؑ کے روزن تیر کا

اپنا رتبہ آپ کرتے ہیں بیاں سبطِ نبیؐ
مصحفِ ناطق نہیں محتاج ہے تفسیر کا

ذبح جب شبیرؑ ہوتے تھے تو کہتے تھے علیؑ
حلق یوں پیاسا نہیں کٹتا کسی نخچیر کا

کیا شجاعت ہے کٹا جب دستِ عباسِؑ علی
ہاتھ میں غازی کے تب بھی حلقہ تھا شمشیر کا

ہو گئے میدان میں مذبوح شاہِؑ دو جہاں
بعد ان کے ہے یہ رتبہ عابدؑ دل گیر کا

ہتھکڑی کو یہ تمنا ہے کہ بیعت کیجیے
ہو جیے پابوس یہ ارمان ہے زنجیر کا

پڑھ کے خط صغراؑ کا قاصد سے یہ سروؑر نے کہا
کہیو اس سے تھا یہی لکھا ہوا تقدیر کا

کیا تعجب ہے غمِ شبیرؑ میں بہرِ فغاں
لب اگر ہو جائے گویا بُلبلِ تصویر کا

یاد آتے تھے شہیدوں کو جب اپنے نونہال
دم بہ دم منھ چومتے تھے اصغرؑ بے شیر کا

کہتے تھے زندان میں عابدؑ یہ کیا بے داد ہے
شور سنتا ہے سرانے کوئی غُلِ زنجیر کا

دخترِ زہراؑ کی چادر شمر نے جب چھین لی
کانپ اُٹھا رَن میں لاشہ حضرتِ شبیرؑ کا

دیکھ کر سجادؑ کے بازو بندھے بولا یزید
اے امیرو ہے یہ پوتا شاہِ خیبرؑ گیر کا

لاشِ شہؑ کہتی تھی پانی تو پلانا وقتِ ذبح
ہے مری گردن پہ احساں خنجرِ بے پیر کا

سینۂ اکبرؑ پہ جب نیزہ لگا بولے حسینؑ
سچ ہے یہ مٹتا نہیں لکھا ہوا تقدیر کا

قبر میں روئے بہت مشکل کُشا سر پیٹ کر
جب بندھا رسی سے بازو زینبؑ دل گیر کا

حرفِ اشک آلودہ خط پڑھ پڑھ کے سرورؑ نے کہا
کہیو اس سے تھا یہی لکھا ہوا تقدیر کا

حُر سے پوچھا شاہؑ نے کس بات کا طالب ہے تُو
عرض کی اُس نے کہ شاہا خُلد کی جاگیر کا

کم تھا کیا بارِ یتیمی جو مِلا عابدؑ کو آہ
طوق کا گردن کو بوجھ اور پاؤں کو زنجیر کا

آرزو ہے خاکِ قبرِ شاہؑ آنکھوں سے مَلوں
اے دبیرؔ خستہ میں طالب نہیں اکسیر کا

(۱۶)

سلام

جو کہ قربانِ مزارِ علی اکبرؑ ہو گا
مُجرئی اُس کو ثوابِ حجِ اکبر ہو گا

جب عیاں سیّدِ مظلوم کا لشکر ہو گا
مجرئی غرق نہ خوں دامنِ محشر ہو گا

نوجواں قتل جو اے مجرئی اکبرؑ ہو گا
خُلد میں چاک گریبانِ پیمبرؐ ہو گا

بانوؑ اکبرؑ کے لڑکپن میں بلائیں لے کر
کہتی تھی نامِ خدا خوب یہ دلبر ہو گا

شاہؑ کہتے تھے نہ دل اس سے لگاؤ بانو
قتل اٹھارویں سال آپ کا دلبر ہو گا

بولی صغریٰؑ کہ میرے دیکھنے کی حسرت میں
دم تو اٹکا مرے بابا کا مکرّر ہو گا

شہؑ نے اعدا سے کہا لاشۂ اصغرؑ کو دکھا
کہو دو گز کفن اس کو نہ میسر ہو گا

بانوؑ کہتی تھی لحد میں مرے ہونٹوں پر
علی اکبرؑ علی اکبرؑ علی اکبرؑ ہو گا

قبر عباسؑ پہ کہتی ہے سدا روحِ حسینؑ
ایسا کوئی نہ وفادار برادر ہو گا

بالے پن میں جو ہوئی رانڈ دُلھن قاسم کی
باؤ کہتی تھی کہ جینا ترا کیوں کر ہو گا

شہ نے زینبؑ سے کہا تم نہ کہیں جی کھونا
سر مرا آپ کے اشتر کے برابر ہو گا

فاقے دو دن کیے چوبیس پہر پیاسے رہے
بےکسی میں نہ کوئی شہؑ کے برابر ہو گا

شہؑ نے فرمایا نہ رکھ تو میرے سینے پہ قدم
دیکھ بدنام تُو اے شمرِ ستم گر ہو گا

خلق میں ہو گا عیاں ظلم ترا صبر مرا
نہ تو ہم ہوں گے نہ تُو ہو گا نہ خنجر ہو گا

شاہؑ کہتے تھے کہ وہ بےسروسامان ہوں میں
دفن لاشہ بھی مرا خاک میں بےسر ہو گا

عشرۂ ماہِ محرم کو یہ آتی تھی صدا
آج ویران پیمبرؐ کا بھرا گھر ہو گا

موت کہتی تھی نظر کر کے رُخِ اکبرؑ پر
صاد اس رخ پہ شہادت کا مقرّر ہو گا

شہؑ نے اعدا سے کہا قتل نہ اکبرؑ کو کرو
پھر نہ ایسا کوئی ہم شکلِ پیمبرؐ ہو گا

شہؑ نے زینبؑ سے کہا فاتحہ دینا میرا
کہا زینبؑ نے کہ پانی جو میسر ہو گا

اس لیے گورِغریباں پہ نہ روئی بانو
کہ خفا سُن کے صدا رونے کی اکبرؑ ہو گا

شاہؑ کہتے تھے نہ کر ذبح تُو مجھ پیاسے کو
ارے ظالم ترا خنجر بھی نہیں تر ہو گا

شہدا کہتے تھے زنداں میں ہے سجادؑ حزیں
اب کفن دیکھیے کب ہم کو میسّر ہو گا

خوف کر تشنگیِ حشر کا ہرگز نہ دبیرؔ
کہ سخی ابنِ سخی مالکِ کوثرؑ ہو گا

(۱۷)

سلام

شہؑ سے مجرائی ہوا جب کہ علمدارؑ جدا
وہ جدا رونے لگا سیّدِ اَبرار جدا

یاد کر درد کو صغراؑ کے یہ عابدؑ نے کہا
حیف ہے ہو گیا بیمار سے بیمار جدا

لاش اس طرح سے قاسمؑ کی پڑی تھی رن میں
تن جدا سر سے تھا اور سر سے تنِ زار جدا

کٹ گئے دستِ حنابستہ جو اس دولھا کے
ہاتھ سے تو بھی نہ اس کے ہوئی تلوار جدا

قتل جب قاسمؑ و عباسؑ ہوئے میداں میں
مجتبیٰؑ روئے جدا جعفرؑ طیار جدا

شاہؑ فرماتے تھے رو رو کے غمِ اکبرؑ میں
چشمِ خوں‌بار جدا ہے جگر افگار جدا

لے چلے شہؑ علی اصغرؑ کو تو باہوؑ نے کہا
اس کو تم کیجیو سینے سے نہ زنہار جدا

شکر کرتے تھے لبِ زخم سے ہر دم سرورؑ
زخم سے ہوتی تھی جس وقت کہ تلوار جدا

توام اس طرح سے غم شادیٔ قاسمؑ میں رہا
گل سے جس طرح سے ہوتا ہے نہیں خار جدا

ہو کے شمشیر بکف عونؑ و محمدؑ نے کہا
مل کے ہم دونوں کریں گے سرِ کفار جدا

مرکب شاہؑ جو گھرتا تھا صفِ اعدا میں
جست جب کرتا تھا ہو جاتا تھا ہر بار جدا

رنگ فق ہو گیا شبیرؑ کے چہرے کا وہیں
جس گھڑی ہونے لگا اکبرؑ دلدار جدا

شہؑ نے فرمایا قیامت میں ملیں گے تم سے
اب جو ہم ہوتے ہیں اے فاطمہؑ بیمار جدا

کہا زینبؑ نے یہ کیا کینہ وری ہے اے چرخ
کردیا مجھ کو عزیزوں سے جو اک بار جدا

لاش پر شیر علمدارؑ کے روتے تھے کھڑے
مصطفیٰؐ غم سے جدا حیدرِؑ کرار جدا

قطعہ

جب نہ آیا کوئی لینے تو یہ صغراؑ نے کہا
کیسی ساعت تھی ہوئے تھے مرے غم خوار جدا

ہجر میں ان کے میری زندگی ہووے کیوں کر
ہوں میں بیمار جدا طالبِ دیدار جدا

شہؑ نے فرمایا کہ وہ آنکھوں کے آگے ہوئے قتل
ایک دَم مجھ سے نہ ہوتے تھے جو غم خوار جدا

شہؑ کا ہاتھ آئے اگر تیرے درِ پاک دبیر
اس سے تا زیست نہ تُو ہوئیو زنہار جدا

(۱۸)

سلام

مُجرائی جبکہ خاتمۂ پنجتنؑ ہُوا
تڑپی بتولؑ ایسی کہ ٹکڑے کفن ہُوا

محشر میں مُجرئی کو نہ رنج و محن ہُوا
بہرِ نجات داغِ غمِ پنجتنؑ ہُوا

روزِ ازل ثوابِ شہادت تھا جس قدر
تقسیم درمیانِ حسینؑ و حسنؑ ہُوا

گردن پہ تیغ سینے پہ قاتل زباں پہ شکر
کس شان سے شہید امامِ زمنؑ ہُوا

گرمی کی فصل اَور پسر چھوٹے چھوٹے ساتھ
کس وقت میں حسینؑ غریب الوطن ہُوا

چہلم کو آ کے رَن میں یہ کہتی تھی فاطمہؑ
اب تک حسینؑ کو نہ میسّر کفن ہُوا

پانی کا قحط پیاس کی شدّت بدن پہ زخم
کیا کیا حسینؑ امام پہ رنج و محن ہُوا

دم ایک سے رُکا تو گلا ایک سے چھلا
سجادؑ پر یہ صدمۂ طوق و رَسن ہُوا

ہر عشرے کو یہ کہتے تھے عابدؑ دمِ زوال
یہ وقت تھا جو خاتمۂ پنجتنؑ ہُوا

سیّد غریب بے کس و مظلوم بے دیار
کیا کیا خطاب سِبطِ رسولِؐ زمن ہُوا

قربان اُن شہیدوں کی غربت پہ جن کو آہ
کافور خاک دامنِ صحرا کفن ہُوا

وہ بولا مہر بخشو یہ بولی بجل کیا
قاسمؑ میں اور دُلھن میں فقط یہ سخن ہُوا

رہتے تھے پاؤں مُہرِ نبوت پہ جس کے آہ
گھوڑوں سے پائمال اُسی کا بدن ہوا

اٹھارہ سال کا پسر نوجواں اُٹھا
برگشتہ کیا حسینؑ سے چرخِ کہن ہُوا

بجز فاطمہؑ نہ تھا کوئی لاشِ حسینؑ پر
بے کس ہوا نہ ایسا کوئی بے وطن ہُوا

کنگنا بندھا تھا ہاتھ میں کبریٰؑ کے جس جگہ
شادی کی صبح کو وہ مقامِ رسن ہوا

کس ظلم سے کیا تھا قلم باغیوں نے آہ
سر سبز پھر نہ شیرِؑ خدا کا چمن ہُوا

جس کا لباس حلّۂ جنت تھا بارہا
قدرت خدا کی دفن وہی بے کفن ہُوا

جنبش جو کربلا کو ہوئی بولے اہلِ بیتؑ
کیا اے زمین خاتمۂ پنجتنؑ ہُوا

اُس روز سے حرام ہے شمشاد پہ خرام
جب سے فتادہ سروِ رسولؐ زمن ہُوا

اہلِ وطن سے کہتے تھے عابدؑ ہزار حیف
تم سے مرے پدر کا نہ غسل و کفن ہُوا

خالِ رُخِ حسینؑ سے نسبت کہاں اسے
خوشبو ہزار نافۂ مشکِ ختن ہُوا

کیا قہر ہے کہ شمر یہ کہتا تھا فخر یہ
خنجر سے میرے خاتمۂ پنجتنؑ ہُوا

اکبرؑ تھا وقتِ مرگ یہ پیاسا کہ باپ سے
پانی ہی مانگا بند نہ جب تک دَہن ہُوا

نازک گلا رسن میں سکینہؑ کا جب بندھا
آ کر گلے پہ شیرِؑ خدا بوسہ زن ہُوا

پانی پلا کے پیاسوں کو کہتے تھے اہلِ بیتؑ
ہے اس کی نذر قتل جو تشنہ دَہن ہُوا

گھبرا کے قید خانے میں کہتے تھے اہلِ بیتؑ
افسوس آج زندہ نہ خیبر شکن ہُوا

بھائی کے قتل ہوتے ہی زینبؑ ہوئی اسیر
سوئم ہوا نہ چہلمِ شاہِؑ زمن ہُوا

سجادؑ بولے کاش نکل جائے رُک کے دم
ایسا نہ تنگ حلقۂ طوق و رسن ہُوا

اب اے دبیرؔ ایک سلام اور نظم کر
تیرا سخن قبولِ امامِؑ زمنؑ ہوا

(۱۹)

سلام

جُرائی زیرِ خاک نہ رنج و محن ہُوا
شمعِ رہِ بہشت غمِ پنجتنؑ ہُوا

تسبیحِ خاکِ پاک جو ہو سرخ کیا عجب
آلودہ اس میں خونِ امامِ زمنؑ ہُوا

سر سبز نخلِ بخششِ اُمّت ہوا تب ایک
جب خشک سب رسولؐ خدا کا چمن ہُوا

اکبرؑ کی لاش لائے تو اصغرؑ کو لے چلے
حضرت پہ دُکھ پہ دکھ تو محن پر محن ہُوا

کیوں شش جہت نہ ہو گئی نابود اُس گھڑی
جب دوپہر کو خاتمۂ پنجتنؑ ہُوا

دنیا میں کیوں نہ لعل و زمرّد کی قدر ہو
ہے سبز و سرخ رنگِ حسینؑ و حسنؑ ہُوا

آلودہ زہر میں تھی وہ شمشیر مومنو
جس سے شگافتہ سرِ خیبر شکن ہُوا

قطعہ

وارث پدر کے ارث کے دونوں پسر ہوئے
بے جان جب وصیِ رسولؐ زمن ہُوا

حصّے میں دی وہ تیغ ازل نے حسینؑ کو
باقی رہا جو زہر نصیبِ حسنؑ ہُوا

ظاہر میں زیرِ تیغ کٹا اِک سرِ حسینؑ
گویا ادا حسینؑ سے قرضِ حسنؑ ہُوا

مارا غزالِ چمنِ امامت کو بے خطا
پر خون اس سے نافۂ مشکِ خُتن ہُوا

قاسمؑ نثار ہو کے یہ کہتا تھا یا حسینؑ
گویا اَدا غلام سے قرضِ حسن ہُوا

اکبرؑ کو پھل نہ باغِ جوانی کا کچھ ملا
اِس غم سے میوہ دار نہ سروِ چمن ہُوا

آ کر دُلھن نے سوگ بڑھایا مزار پر
مدفون زیرِ خاک جب ابنِ حسنؑ ہُوا

اصغرؑ کے بھی گلے میں شلوکا تھا وقتِ دفن
نایاب اے فلک یہ جہاں سے کفن ہُوا

آب و طعام بند رہا گو کہ تین دن
پَر بند شکرِ حق سے نہ شہؑ کا دَہن ہُوا

طِفلی میں ناگوار تھا ہیکل کا جس کو بوجھ
زیور اُسی کا حلقۂ طوق و رسن ہُوا

نفریں نہ کی بتولؑ نے اُمّت کو گو کہ قتل
محسنؑ ہوا حسینؑ ہوا اَور حسنؑ ہُوا

لپٹے جو حُر سے شاہؑ دمِ مرگ بولا حُر
مجھ کو یہ پیار مرہمِ زخمِ بدن ہُوا

کہتے تھے شاہؑ خشک ہو اے نہرِ علقمہ
پانی سے تیرے تَر نہ ہمارا دہن ہُوا

پانی پہ شہؑ کا فاتحہ ہوتا ہے آج تک
ایسا نہیں جہان میں تشنہ دہن ہُوا

شیرانِ دشت کہتے تھے مارا گیا حسینؑ
جس دم نجف میں شیرِ خدا نعرہ زَن ہُوا

آلِ یزید پردے میں بلوے میں اہلِ بیتؑ
کیا تجھ کو انقلاب یہ چرخِ کہن ہُوا

دولھا جہاں بنایا تھا مادر نے رات کو
واں روزِ عقد ماتمِ ابنِ حسنؑ ہُوا

چالیس سال باپ کا عابدؑ نے غم کیا
گہ نوحہ گر ہوا تو کبھی سینہ زَن ہُوا

اب بادشاہِ عصر نے چہلم کی کی بِنا
آقا کا وہ چلن تھا یہ اِس کا چلن ہُوا

کیوں کر نہ ہو جہاں میں رواجِ غمِ حسینؑ
شاہِ جہاں محبِ حسینؑ و حسنؑ ہُوا

ہم عمرِ خضرؑ ہووے علیؑ حیدر اے دبیرؔ
مقبول بارگاہِ خدا یہ سخن ہُوا

(۲۰)

سلام

کو کہ اے مُجرئی وہ تشنہ دہن کتنے ہیں
پُر خوش انصارِ شہنشاہِ زمن کتنے ہیں

بھانجے فوج میں در آئے تو بولے شبیرؑ
یہ بُری نامِ خدا دیکھو بہن کتنے ہیں

سُرخ منہ دیکھ کے قاسمؑ کا کہا مادر نے
بعد مرنے کے بھی خوش ابنِ حسنؑ کتنے ہیں

عید کا روز جو آیا تو کہا صغریٰؑ نے
آج یاد آتے ہمیں شاہِ زمن کتنے ہیں

کہا زہراؑ نے خزاں ہو گیا اِک میرا ہی
ورنہ دنیا میں تو سر سبز چمن کتنے ہیں

بانوؑ زینبؑ سے یہ زنداں میں بیاں کرتی تھی
مجھ کو یاد آتے میرے غنچہ دہن کتنے ہیں

درآنا = داخل ہونا

کہا عباسؑ نے مشکیزہ کا حافظ اللہ
مجھ اکیلے پہ یاں تیرِ فلگن کتنے ہیں

کہا بانوؑ نے خدا خیر کرے اصغرؑ کی
شہِ دلگیر پہ اب تیر فلگن کتنے ہیں

آیا بشاش بنا رن میں تو یوں بولی قضا
آپ خوش مرنے پہ اے ابنِ حسنؑ کتنے ہیں

شاہؑ کہتے تھے بھلا دے گا غمِ اکبرؑ سب
گو کہ سینے پہ میرے داغِ کہن کتنے ہیں

آیا فردوس میں جب حُر تو کہا زہراؑ نے
میرے پیارے یہ کہو رنج و محن کتنے ہیں

کہا عابدؑ نے کہ بابا تو گئے جنّت کو
اور ہمیں یاں الم و طوق و رسن کتنے ہیں

کہا قاصد نے کہ پہچانی نہیں جاتی شکل
بولے شہؑ ہم پہ ہوئے رنج و محن کتنے ہیں

یوں مَلک کہتے تھے ہر زخم پہ ہے شکرِ خدا
دیکھو راضی برضا شاہِ زمن کتنے ہیں

اہل کیں کہتے تھے اللہ رے حواس و جرات
متصل شاہؑ پہ ہفتاد و دوتن کتنے ہیں

شاہؑ کہتے تھے کہ کب عہدہ بر آئی ہو گی
اُن کے نزدیک یہ ہفتاد و دو تن کتنے ہیں

حُر سے مصعب نے کہا عہدہ برآ ہوں کیوں کر
تیغ زن کتنے ہیں یاں تیر فگن کتنے ہیں

قطعہ

کہا عابدؑ نے سرِ شہؑ سے زباں دیکھ کے خشک
بابا صاحب مرے اب تشنہ دہن کتنے ہیں

سُن کے یہ بات سرِ شاہؑ نے عابدؑ سے کہا
تم کہو اپنی تمھیں رنجِ رسن کتنے ہیں؟

وار رد کرتے جو عباسؑ تو کہتا تھا شمر
یاد کیا جانے اُنھیں جنگ کے فن کتنے ہیں

شاہؑ کہتے تھے وفادار ہیں کیا یاں کے لوگ
میرے جانے سے حزیں اہلِ وطن کتنے ہیں

شہؑ نے زینبؑ سے کہا نام پہ ہوتے ہیں فدا
مجھ پہ عاشق ترے فرزند بہن کتنے ہیں

ہفتاد و دو: ۷۲ / عہدہ برآئی ہونا: کام تمام کرنا جو سپرد کیا گیا ہو

لاشِ قاسم سے صدا آئی جو کبریٰ آئی
اب تلک مجھ کو ترے رنج دُلھن کتنے ہیں

پڑھ اِسی طرح کا تو ایک سلام اور دبیرؔ
بیٹھے مشتاق یہاں اہلِ سخن کتنے ہیں

جز ضمیرؔ اور بھلا کون ہے بتلا تو دبیرؔ
ہاں مگر کہنے کو یوں اہلِ سخن کتنے ہیں

حُر جو آیا تو کہا اُس سے علی اکبرؑ نے
تیرے مشتاق شہنشاہِ زمن کتنے ہیں

۲۱

سلام

جو دل میں ولائے شہِ مرداں نہیں رکھتا
مجرائی وہ گنجینۂ ایماں نہیں رکھتا

جو چشمِ غمِ شاہؑ میں گریاں نہیں رکھتا
مُجرائی وہ کچھ مرہم عصیاں نہیں رکھتا

گر شکل ہی رونے کی بنے خلد ہو واجب
یہ گریہ کسی شکل سے نقصاں نہیں رکھتا

قطعہ

حضرتؑ نے کہا حر سے کہ بھائی تجھے کیا دوں
دولت کوئی جز گنج شہیداں نہیں رکھتا

وہ بولا دعا دو کہ رضامند ہوں زہراؑ
کچھ اور ہوس آپ کا مہماں نہیں رکھتا

مسلم کے یتیموں نے کہا کھا کے طمانچے
حارث ہمیں دو دن بھی تُو مہماں نہیں رکھتا

سینے پہ نبیؐ زادے کے اسوار ہوا شمر
یہ ظلم روا کوئی مسلماں نہیں رکھتا

زہراؑ نے کہا لاش سے بچرا کر شبیرؑ
لاشے نے کہا ہاتھ میں اماں نہیں رکھتا

اکبر نے کہا رکھ کے انگوٹھی کو دہن میں
ہے یہ تو وہ خاتم کہ سلیماں نہیں رکھتا

جب ذبح ہوئے سجدے میں دو روز کے پیاسے
شہؑ بولے کہ اب دل میں کچھ ارماں نہیں رکھتا

صدقے رفقا ہوتے ہیں شہؑ دیتے ہیں جنّت
گردن پہ سخی ایک کا احساں نہیں رکھتا

عابدؑ نے کہا چاک کروں کیا غمِ شہؑ میں
دامن نہیں رکھتا میں گریباں نہیں رکھتا

حاکم جو ہنسا رونے پہ زینبؑ کے وہ بولی
ہے ہم کو یقیں یہ کہ تو ایماں نہیں رکھتا

رکھا ہے سرِ مصحفِ ناطق کو تہِ تخت
یوں بے ادبی سے کوئی قرآں نہیں رکھتا

اِک روز وہ تھا چادرِ تطہیر تھی مجھ پاس
اک دن یہ ہے چادرِ سرِ عریاں نہیں رکھتا

کیا ہنستا ہے زینبؑ کی تباہی پہ ستم گر
اِنسان کے دن ایک سے یزداں نہیں رکھتا

گریاں رہے چالیس برس عابدؑ بیمار
یوں سوگ پدر کا کوئی انساں نہیں رکھتا

زینبؑ نے کہا شمر سے شہؑ کو تو کیا ذبح
گردن پہ مرے خنجرِ بُراں نہیں رکھتا

عابدؑ نے کہا دفن کروں باپ کو کیوں کر
یہ غم مجھے ایسا ہے کہ پایاں نہیں رکھتا

مرقد ہے نہ تابوت ہے نے گورو کفن ہے
ساماں کوئی میں بے سرو ساماں نہیں رکھتا

بانوؑ غمِ اکبرؑ میں یہ کہتی تھی تڑپ کر
یہ درد ہے وہ درد کہ درماں نہیں رکھتا

عابدؑ نے کہا لختِ جگر کیا مرے کم ہیں
میں پھول سرِ گورِ غریباں نہیں رکھتا

جنت میں دبیرؔ آپ کی خدمت میں ہو یا شاہؑ
بس اور تمنا یہ ثنا خواں نہیں رکھتا

۲۲

سلام

صغراؑ نے بھی اے مُجرئی غم کھائے ہیں کیا کیا
شبیرؑ وطن میں اُسے یاد آئے ہیں کیا کیا

قاسمؑ کی دُلھن کہتی تھی رنڈسالا پہن کر
قسمت نے تماشے مجھے دکھلائے ہیں کیا کیا

فارغ ہوئے سجادؑ جونہی دفنِ پدر سے
آغوش میں لے قبر کو چلائے ہیں کیا کیا

کانوں پہ چلے طوق پڑا اونٹوں کو کھینچا
عابدؑ نے اسیری کے مزے پائے ہیں کیا کیا

قطعہ

زنداں میں سکینہؑ ہوئی بیدار تو بولی
الطاف پدر نے مجھے فرمائے ہیں کیا کیا

فرماتے تھے دکھلا کے مجھے میوۂ جنت
سوغات ترے واسطے ہم لائے ہیں کیا کیا

مقتل میں پیمبرؐ سے یہی کہتی تھی زہراؑ
دیکھو مرے فرزند نے دُکھ پائے ہیں کیا کیا

بیٹے موئے بھائی موئے غمخوار ہوئے قتل
شکر اس پہ بھی شبیرؑ بجا لائے ہیں کیا کیا

عابدؑ جو چلے کانٹوں پہ رو روکے پکارے
دیکھو کہ ہمیں مرحلے پیش آئے ہیں کیا کیا

رو رو کے حسینؑ ابنِ علیؑ کہتے تھے کیوں چرخ
تو نے مرے گل خاک میں ملائے ہیں کیا کیا

کوثر پہ کہا ساقیِ کوثر سے یہ شہؑ نے
کو پیاس نے صدمے ہمیں دکھلائے ہیں کیا کیا

وہ خشک گلا اور وہ خنجر کا اٹکنا
پوچھو میرے دل سے کہ مزے پائے ہیں کیا کیا

جب لوٹنے کو فوجِ لعیں آئی تو اُس وقت
ناموسِ نبیؐ خیمے میں تھرّائے ہیں کیا کیا

جب کوفیوں کو شہؑ نے دکھائے خطِ مُہری
تھے مستعدِ قتل پہ شرمائے ہیں کیا کیا

دیکھا جو سکینہؑ نے علم تعزیے کے پاس
عباسِ دلاور اسے یاد آئے ہیں کیا کیا

لاشِ پسرِ شیرِ خدا بر لبِ دریا
ہر رات کو شبیر آن کے چلّائے ہیں کیا کیا

دی فاطمہؑ کی بیٹی کو شیریں نے جو چادر
سجادؑ حزیں اُس گھڑی شرمائے ہیں کیا کیا

رسّی میں بندھا عابدؑ بےکس کا جو بازو
تب شیرِ خدا قبر میں تھرّائے ہیں کیا کیا

سرورؑ کو دعا اُمتِ عاصی کی نہ بھولی
ہم ان کو دمِ ذبح بھی یاد آئے ہیں کیا کیا

صغراؑ نے کہا دیکھ کے عابدؑ کی ہتھیلی
پردیس میں دکھ آپ نے بھی پائے ہیں کیا کیا

وہ بولا فقط اونٹ ہی کھینچا نہیں ہم نے
مُردے بھی اِنھیں ہاتھوں سے دفنائے ہیں کیا کیا

یہ شعر رقم کر کے دبیرؔ جگر افگار
میخ خامے نے بھی اشکوں کے برسائے ہیں کیا کیا

(۲۳)

سلام

جو سلامی شہؑ والا کا ثنا خواں ہو گا
اس کا ہر ایک سخن گوہرِ غلطاں ہو گا

جو نبیؐ زادے کے سینے پہ چڑھا تیغ بہ کف
مجھ کو حیرت ہے کہ وہ کیسا مسلماں ہو گا

بولے عباسؑ سے شہؑ پانی پلاؤ حُر کو
بھائی اک دن شہِ بےکس کا یہ مہماں ہو گا

مومنو گر غمِ عباسؑ میں تم روؤ گے
بخدا روحِ سکینہؑ پہ یہ احساں ہو گا

لے کے زینبؑ کی ردا شمر نے ہنس کر یہ کہا
اب تو محبوبِ خدا چاک گریباں ہو گا

شاہؑ کہتے تھے کہ ہے سب کو شہادت کی خوشی
علی اصغرؑ بھی ترا کشتۂ پیکاں ہو گا

کربلا میں ہوئے وارد جو پیمبرؐ تو کہا
یہیں شبیرؑ تہِ خنجرِ بُراں ہو گا

کہتی تھی مادرِ قاسمؑ یہ خبر تھی نہ مجھے
بیاہ میں مرنے کا نوشاہ کو ارماں ہو گا

عرش سے آئی ندا جب ہوئے پیدا شبیرؑ
یا محمدؐ یہ پسر شاہِ شہیداں ہو گا

بانوؑ کہتی تھی میں ہوں اس لیے مشتاقِ بہشت
کہ مجھے ڈھونڈتا واں اصغرِؑ ناداں ہو گا

کہا مسلم نے میری قبر پہ جو شمع و چراغ
کون غم خوار ہے جو بیٹھ کے گریاں ہو گا

سحرِ قتل یہ فردوس میں کہتے تھے مَلک
آج تاراج پیمبرؐ کا گلستاں ہو گا

ذبحِ قاسمؑ کو جو بے خوف کیا اعدا نے
یہ نہ سمجھا کہ حسنؑ خون کا خواہاں ہو گا

شاہؑ نے لاشۂ اصغرؑ کو لٹا کر یہ کہا
آ کے اب شبیرؑ خدا تیرا نگہباں ہو گا

جب تولد ہوئی زینبؑ تو علیؑ نے یہ کہا
اس کا سر بلوۂ بازار میں عریاں ہو گا

حُر کی لیتی تھیں بلائیں شبِ عاشور بتولؑ
یعنی یہ صبح مرے لال پہ قرباں ہو گا

عزّت و قدر ہماری وہی سمجھے گا دبیرؔ
صدقِ دل سے جو غلامِ شہِؑ مرداں ہو گا

(۲۴)

سلام

مجرئی جب ہوا پامال چمن زہراؑ کا
ہو گیا چاک گریباں کفن زہراؑ کا

کہا احمدؐ نے کہ شبیرؑ پہ وہ ظلم ہوا
کہ مجھے بھول گیا رنج و محن زہراؑ کا

کہا زینبؑ نے کہ شبیرؑ کا کیوں داغ دیا
غم تھا مجھ کو ابھی اے چرخِ کہن زہراؑ کا

قطعہ

جب نبیؐ بولے چلو جلد تو یوں بولی بتول
بابا صاحب ذرا سُنیے تو سخن زہراؑ کا

میرا شبیرؑ تو ہے یاں میں چلوں واں کیوں کر
گھر یہی اب تو ہے اور ہے یہ وطن زہراؑ کا

کہا کلثومؑ سے زینبؑ نے ہوئے ذبح جو شاہؑ
خُلد میں ہوے گا کیا حال بہن زہراؑ کا

شاہؑ فرماتے تھے زینبؑ سے وہی ہے گفتار
تجھ میں واللہ کہ ہے صاف چلن زہراؑ کا

اپنے گر زورِ یدِ الٰہی پہ آ جاتا وہ
ہوتا شوہر نہ گرفتارِ رسن زہراؑ کا

روحِ زہراؑ یہی کہتی تھی سرِ سروڑ سے
تم بھی کچھ دیکھتے ہو رنج محسن زہراؑ کا

دیکھ کر خشک زباں تیری ہر اک دم ہر آن
حال متغیر ہے اے غنچہ دہن زہراؑ کا

کہا زینبؑ نے نہ کیوں سم ہو مجھے شربت زیست
یعنی فرزند ہو جب تشنہ دہن زہراؑ کا

دھوم تھی شام میں ہاں بہر تماشا آؤ
کنبہ آتا ہے گرفتارِ رسن زہراؑ کا

شہؑ نے زینبؑ سے کہا شکر ہی کچو ہر دم
ہاتھ سے دیجو نہ تم اپنے چلن زہراؑ کا

لاشیں میداں میں لرز جاتی تھیں اُن کے غم سے
رونا جب سنتے تھے ہفتاد دوتن زہراؑ کا

لاشِ اکبرؑ پہ نبیؐ آئے تو یوں بولی بتولؑ
یہ بڑا پوتا ہے اے شاہِ زمن زہراؑ کا

حوضِ کوثر پہ یہی کہتی تھی حیدرؑ سے بتولؑ
کیا کروں پیاسا ہے اغنچہ دہن زہراؑ کا

پی کے سم گلشنِ جنت کو سدھارا وہ دبیر
تھا بڑا سب سے جو فرزند حسنؑ زہراؑ کا

(۲۵)

سلام

مدح شبیرؑ میں مصرع جو رقم ہوے گا
مُجرئی وہ شجرِ باغِ اِرم ہوے گا

جس کو اے مُجرئی عباسؑ کا غم ہوے گا
حشر میں وہ تہ دامانِ کرم ہوے گا

بولے عباسؑ سکینہؑ سے میں ہوں شرمندہ
سر مرا نوک پہ نیزہ کے بھی خم ہوے گا

شاہؑ کہتے تھے کہ غم کھانے سے راحت ہے مجھے
خون کم ہوے گا رتبہ تو نہ کم ہوے گا

آیا کوثر پہ جو حُر بولے علیؑ پانی پی
اِک اسی جام سے کوثر تو نہ کم ہوے گا

حُر نے کی عرض کہ میں پیاس بجھاؤں کیوں کر
میرے آقا کا گلا خشک قلم ہوے گا

نام پر شہؑ کے جو گھر بار لٹا دیوے گا
حشر میں اس کے لیے جاہ و حشم ہوے گا

شاہؑ کہتے تھے وہی ہو گا تصدّق مجھ پر
جس کے اُوپر مرے مولاؑ کا کرم ہوے گا

(۲۶)

سلام

فصلِ خزاں جو گلشنِ شاہِ زمن میں ہے
مُجرائی گُل دریدہ گریباں چمن میں ہے

صغریٰؑ یہ انتظارِ امامِ زمن میں ہے
وا اُس کی چشمِ مُجرئی اب تک کفن میں ہے

کہتے تھے شہؑ ہم کو عدن میں ملے گا چین
آرام از برائے مسافر وطن میں ہے

عشقِ حسینؑ و الفتِ زینبؑ سے فاطمہؑ
زندانِ شام میں ہے کبھی گاہ رن میں ہے

پھولوں سے کیوں نہ دامنِ صحرا بھرے تمام
گلچیں قضا رسولؐ خدا کے چمن میں ہے

اے مومنو بلند کرو شور و شین کو
زہراؑ کی روح پیٹ رہی انجمن میں ہے

اکبرؑ کا دیکھ چاہِ ذقن بول اُٹھے عدو
آبِ حیات شہؑ اسی چاہِ ذقن میں ہے

دریدہ گریباں پھٹے گریباں/روا: کھلی رہنا/عدن: جنت/گلچیں: پھول توڑنے والا

پروانہ ساں ہے ایک تو اِک شمع ساں خموش
صحبت عجیب طرح کی دُلھا دُلھن میں ہے

نوشاہ تو حسنؑ کی طرح سے ہے کم سخن
مظلومیّت حسینؑ کی بالکل دُلھن میں ہے

سِرِّ نبیؐ پہ ہاتھ اٹھاتے ہیں کلمہ کو
روزن پہ روزن ابنِ علیؑ کے بدن میں ہے

عابدؑ کو دیکھ مجلسِ حاکم میں بولے سب
شمعِ حرم لـــــم یـــــزلـــــی انجمن میں ہے

(قطعہ)

دیکھا جو شہؑ نے مڑ کے سوے خیمہ وقتِ ذبح
سمجھا یہ شمر کچھ دلِ شاہِ زمن میں ہے

پوچھا شہؑ نے دیکھتے ہو کس لیے اُدھر؟
شہؑ نے کہا کہ دھیان ہمارا بہن میں ہے

مشکل کشائی کیجیے سجادؑ نے کہا
یا مرتضیٰؑ علی مری گردن رَسن میں ہے

ساں: جیا/روزن: زخم/ لم یزلی: جس کو زوال نہیں

صغریٰؑ یہ بولی آئی ہے قاسمؑ پہ کچھ بلا
رونے کا غلغلہ جو مزارِ حسنؑ میں ہے

رومال جو بتولؑ کا ہے حلق پر بندھا
بوے ردائے فاطمہؑ حُر کے کفن میں ہے

کہتے تھے شہؑ سَند ہے شہادت کی روزِ حشر
خوں جا بجا لگا جو مرے پیرہن میں ہے

پَیکاں نہیں لگی اِسی حیرت سے مومنو
اُنگلی ہر ایک زخم نے رکھی دہن میں ہے

عابدؑ غمِ پدر میں یہاں تک ہوئے ضعیف
مثلِ حباب کچھ نہیں ان کے بدن میں ہے

زلفوں کو دیکھ عارضِ اکبرؑ پہ بولے سب
دیکھو کہ آفتاب لباسِ گہن میں ہے

گر دعواے زباں ہے تو جُوں شمع اے دبیر
درکار خاموشی تجھے ہر انجمن میں ہے

۲۷

سلام

وقفہ عبّاس کو ہجرائی قضا نے نہ دیا
پانی اولادِ پیمبرؐ کو پلانے نہ دیا

اُس کو مُجرا ہے وطن میں جسے جانے نہ دیا
سر جو سجدے میں تھا قاتل نے اُٹھانے نہ دیا

رَنج شبیریں کو یہی تھا کہ مجھے اَعدا نے
سر پہ سادات کے چادر کو اُڑھانے نہ دیا

کہا زہراؑ نے کہ رنج اتنا سِتم گر نے دیا
مجھے شبیرؑ کو چھاتی سے لگانے نہ دیا

کہا بانوؑ نے مجھے بے سر و سامانی نے
رنڈسالا بھی تو کبراؑ کو پہنانے نہ دیا

قطعہ

شاہؑ کہتے تھے ہوا قتل جواں اکبرؑ ہائے
آکے پُرسا مجھے محبوبِ خدا نے نہ دیا

آئی آوازِ نبیؐ دردِ جگر نے پیارے
باغِ فردوس سے تم تک مجھے آنے نہ دیا

بولی زینبؑ کہ ماں جائے کا چہلم کرتی
اِتنا مقدور مجھے ہائے خدا نے نہ دیا

شہؑ کو لاشہ حسنؑ خستہ کا ملعونوں نے
پہلوے قبرِ پیمبرؐ میں لِجانے نہ دیا

مالکِ حشر کِیا سرورِ کونین کِیا
کون سا رتبہ شہِؑ دیں کو خُدا نے نہ دیا

رحم اُس لشکرِ بے پیر کو آیا نہ ذرا
کون سا واسطہ شاہِؑ شہدا نے نہ دیا

دفن کرتا تھا جو مُردوں کو غریبوں کے سدا
اُس کے بیٹے کو کفن اہلِ جفا نے نہ دیا

ہاتھ سجادؑ کے رسی سے لعیں نے باندھے
لاشہ بیمار کو سیّد کا اُٹھانے نہ دیا

مجھ کو حیرت ہے کہ کیوں گل ہیں چمن میں خنداں
غم کا پیغام مگر اُن کو صبا نے نہ دیا

ذبح پیاسا کیا اَور لاش پہ گھوڑے دوڑائے
شاہؑ کو کون سا دُکھ اہلِ جفا نے نہ دیا

کربلا دیکھیے کس روز پہنچتے ہیں دبیرؔ
اب تلک تو ہمیں تقدیر نے جانے نہ دیا

(۲۸)

سلام

شبِ عاشور بھائی کو بلا میں دیکھ کر زینبؑ
تصدق کے لیے اے مُجری لائی پسر زینبؑ

ادا حق دودھ کا کرنا کٹانا رَن میں سر پیارو
جگر کوشوں کو سمجھاتی رہی یہ تا سحر زینبؑ

اگر لاشے تمھارے آئیں گے چھاتی لگاؤں گی
رہے جیتے تو دیکھے گی نہ صورت عمر بھر زینبؑ

قطعہ

کہا زینب سے شہؑ نے جب کٹے گا رن میں سر میرا
پھرے گی شام میں تُو سر برہنہ در بدر زینبؑ

جلائیں گے عدو خیمہ کو لُوٹیں گے زر و زیور
تیری پازیب چھینیں گے سکینہؑ کے گُہر زینبؑ

برہنہ اونٹ پر تُو ہوگی اور سر میرا نیزے پر
مہار اُشتر کے کھینچے گا مرا بے کس پسر زینبؑ

کمر خم دیکھ کر شہؑ کی کہا یہ بنتِ زہراؑ نے
کہو تو حال مجھ سے ہوئے قرباں آپ پر زینبؑ

کہا شہؑ نے کہ ہم پر گزرے دو صدمے بڑے پیہم
کہوں کیا حال اپنا تجھ سے اے خستہ جگر زینبؑ

شکستہ ہو گیا بندِ کمر عباسؑ کے غم سے
علیؑ اکبر کے مرنے سے گیا نورِ نظر زینبؑ

وہاں تھا حلق پر خنجر یہاں تھی دل پہ تیغِ غم
اُدھر مذبوح ہوتا تھا برادر اور اِدھر زینبؑ

قطعہ

پھوپھی سے عرض کی اکبرؑ نے دیجے گر رضا مجھکو
فدا میں بھی کروں بابا پہ جا کے رَن میں سر زینبؑ

کیے سب نے لبِ خشک اپنے تر جامِ شہادت سے
ولیکن اب رہا جاتا ہوں میں تشنہ جگر زینبؑ

سنی جب ہند کی آمد کہا یہ رو رو زینبؑ نے
بتاؤ بیبیو زنداں سے جائے اب کدھر زینب

کروں کیا موت بھی آتی نہیں میں سخت حیراں ہوں
گذر ہے ہند کا اور قید میں ہے ننگے سر زینبؑ

خزاں باغِ زہراؑ یاد تھی جو اے دبیرؔ اس کو
رہی مانندِ شبنم اشک ریزاں عمر بھر زینبؑ

(۲۹)

سلام

مُجرئی یُوں کوئی باندھے نہ گنہ گار کے ہاتھ
شمر نے باندھے تھے جس زَور سے بیمار کے ہاتھ

لاشِ اکبرؑ پہ کھڑے سینہ و سر پیٹتے تھے
کون تھا تھام لے جو سیّدِ اَبرار کے ہاتھ

ماتمِ شاہِ شہیداں کی بزرگی دیکھو
فاطمہؑ چومتی ہے آکے عزا دار کے ہاتھ

شہؑ کا سر کاٹا سکینہؑ کو طمانچے مارے
ہو گئے خشک نہ کیوں شمرِ ستم گار کے ہاتھ

ہتھکڑی پہنی امامت ہوئی جب ان کو نصیب
پہلی بیعت یہ لگی عابدؑ بیمار کے ہاتھ

شمر سے کم تھا شتر باں بھی نہ جلادی میں
اس نے سر کاٹا اور اس نے شہؑ اَبرار کے ہاتھ

آ کے حیدرؑ نے عجب واقعہ دیکھا رَن میں
نہ علمداؑر کے تھے ہاتھ نہ سرداؑر کے ہاتھ

شہؑ کا نقشہ قلمِ صنع نے بے سر کھینچا
یدِ قدرت نے بنائے نہ علمداؑر کے ہاتھ

قطعہ

عرض کی حُر نے دمِ نزع کہ روکا تھا تمھیں
باندھ دو اے شہؑ دیں اپنے گنہ گار کے ہاتھ

جا کے جنت میں کہوں گا میں شہِ مرداں سے
یا علیؑ کھول دو اس بے کس و نا چار کے ہاتھ

شہؑ نے فرمایا میرے دوست یہ کیا کہتا ہے
کوئی بھی باندھتا ہے یارِ وفادار کے ہاتھ

کھا کے پیکاں بہت آغوش میں تڑپا لیکن
شہؑ کی گردن میں رہے اصغرؑ دلدار کے ہاتھ

سر کے بالوں سے بھی منھ کو نہ چھپانے پائیں
شمر نے باندھے تھے سب عترتِ اطہار کے ہاتھ

ید قدرت نے جو عباسؑ کی کھینچی تصویر
کچھ سمجھ کر کیے موقوف علمدارؑ کے ہاتھ

دستِ عباسِ علی کاٹ کے بولا نوفل
لو قلم میں نے کیے حیدرِ کرار کے ہاتھ

رو کے کہتی تھی سکینہؑ میں بلائیں لوں گی
کوئی دریا سے اٹھا لائے علمدارؑ کے ہاتھ

بعد اکبرؑ کے تڑپتا تھا جو دل سینے میں
بس جگر ہی پہ رہے بانوے ناچار کے ہاتھ

بھوکے پیاسے رہے زنداں میں حرم واہ رے صبر
پر نہ پھیلایا کبھی سامنے کفار کے ہاتھ

پھر جو باندھا تو انھیں اور بھی کس کر باندھا
شمر نے کھولے بھی گر عابدؑ بیمار کے ہاتھ

قبر ننھی سی جو اصغرؑ کی بنائے رن میں
کفن اتنا بھی نہ آیا شہِؑ ابرار کے ہاتھ

ننھی سی قبر پہ اصغرؑ کے چھڑکتے پانی
پانی اتنا بھی نہ آیا شہِؑ ابرار کے ہاتھ

شمر سینے پہ چڑھا جب تو دعا کی خاطر
طرفِ قبلہ اُٹھے سیّدِ ابرار کے ہاتھ

خوف کیا دشمن بے دیں کا دبیرؔ نم گیں
آبرو تیری ہے ہر دم شہِؑ ابرار کے ہاتھ

(۳۰)

سلام

مجرائی اُس سکینہؑ کے باندھے رسن میں ہاتھ
رہتے تھے جس کے گردنِ شاہؑ زمنؑ میں ہاتھ

جس کا رہے سلام امامِ زمنؑ میں ہاتھ
بہرِ دُعا بلند کریں شہؑ کفن میں ہاتھ

اے مجرئی بندھیں جو حرم کے رسن میں ہاتھ
مشکل کشا نہ غم سے ملیں کیوں کفن میں ہاتھ

صغراؑ نے خط میں شاہؑ کو تاکید یہ لکھی
کھانا سفر میں کھانا تو دھونا وطن میں ہاتھ

رونے کی جا ہے شادیٔ کبریٰؑ کا انقلاب
کنگنے میں شب کو ہاتھ تھا دن کو رسن میں ہاتھ

لاریب شش جہت میں وہی سر بلند ہے
جو سر پہ مارتا ہے غم پنجتنؑ میں ہاتھ

کھینچی ازل کے روز جو عباسؑ کی شبیہ
نقاشِ صنع نے نہ بنائے بدن میں ہاتھ

کنگنا بندھا جو ہاتھ میں کبریٰؑ کے بولی مرگ
واحسرتا بندھیں گے یہی کل رسن میں ہاتھ

بزمِ یزید میں گئے شانے بندھے حرم
کیوں کر ملیں نہ شیعہ ہر اک انجمن میں ہاتھ

بولی بتولؑ عرش نہ جب تک ہلاؤں گی
ہرگز قرار سے نہ رہیں گے کفن میں ہاتھ

سجادؑ بولے شکر و دعا کس طرح کروں
طوقِ گراں میں میرا گلا ہے رسن میں ہاتھ

کہتے تھے شانہ چوم کے عباسؑ کا علیؑ
کٹوائیو غلامیِ شاہِ زمن میں ہاتھ

پانی سرشکِ صاحب ماتم سے دیں اگر
پیدا ہوں شاخِ گل کے عوض ہر چمن میں ہاتھ

آتی تھی نوجوانیٔ اکبرؑ جو ان کو یاد
سب نوجوان ملتے تھے رو کر وطن میں ہاتھ

عابدؑ کے ہاتھ کی یہ لکیروں میں تھا لکھا
اک روز بے گناہ بندھیں گے رسن میں ہاتھ

سجادؑ بولے خلقِ خدا لعن کرتی ہے
کس کس کے اے یزید تو دے گا دہن میں ہاتھ

جب تک نہ ہوئے علم سے کچھ بہرہ اے دبیرؔ
کوئی نہ ڈالے مرثیہ گوئی کے فن میں ہاتھ

(۳۱)

سلام

مُجرئ بعدِ فنا بھی نہ اُٹھے واں سے شہید
اُنس رکھتے تھے عجب گنجِ شہیداں سے شہید

روزِ محشر میں شہادت کی سند ہووے گی
اس لیے خون چھڑاتے نہ تھے داماں سے شہید

بہرِ تعظیمِ نبیؐ جبکہ اُٹھی لاشِ حسینؑ
معجزہ دیکھ کے یہ ہو گئے حیراں سے شہید

بنتِ زہراؑ کو جونہی باسرِ عُریاں دیکھا
روئے مقتل میں عجب نالہ و افغاں سے شہید

لاشِ شہؑ سے یہ حسنؑ بولے اگر ہم ہوتے
ہونے دیتے نہ تمھیں خنجرِ بُراں سے شہید

خشک تھا حلق نہ خنجر کی زباں بھی ہوئی تر
اَور سیراب ہوئے خنجرِ بُراں سے شہید

چھینک ساغر کو زمیں پر یہ حسنؑ کہنے لگے
بھائی تم ہو گے عجب ظلمِ فراواں سے شہید

چشمِ زخم آئے نہ شبیرؑ پہ اے بارِ خدا
یہ دعا مانگتے تھے پنجۂ مژگاں سے شہید

روزِ عاشور کو وہ عید کا دن سمجھے تھے
سرِ شبیرؑ پہ قرباں ہوئے سَو جاں سے شہید

ہر لبِ زخم سے آتی تھی صدا یا سرورؑ
رَن میں حُر ہوتا تھا جب تیروں کے باراں سے شہید

دفن کرنے لگی لاشوں کو جونہی قومِ اسد
راہِ اعجاز سے بولے دلِ سوزاں سے شہید

دستِ کفار سے مدفوں نہ ہوئے ہم صد شکر
شکر ہے دفن ہوئے دستِ مسلماں سے شہید

تیرِ غم سیکڑوں سرورؑ کے کلیجے پہ لگے
علی اصغرؑ جو ہوا تیر کے پیکاں سے شہید

ساتھ زہراؑ کے ہر ایک حور جو روتی آئی
رَن میں بیدار ہوئے نالہ و افغاں سے شہید

ہو کے یاور رہے شبیرؑ کے ہم تشنہ دہن
حوضِ کوثرؑ پہ یہ بولے شہِ مرداں سے شہید

کپڑے تو خوں میں بھرے ہاتھوں پہ سر اپنا دھرے
حشر میں آئیں گے اس طرح کے ساماں سے شہید

سر کٹا کر تو سبک بار ہوئے وہ رَن میں
پر گراں بار ہوئے رحمتِ یزداں سے شہید

ہم کو کچھ فخر نہیں آپ کے آگے واللہ
خُلد میں کتنے تھے یہ اصغرؑ ناداں سے شہید

قطعہ

شہؑ نے قاصد سے کہا: فاطمہؑ سے کہہ دینا
ہو گیا باپ ترا خنجرِ بڑاں سے شہید

بھائیوں کی جو خبر پوچھے تو دینا یہ خبر
اِک سناں سے ہوا اِک تیر کے پیکاں سے شہید

تُجھ کو بخشائے گا خالق سے وہ محشر میں دبیرؔ
کربلا میں جو ہوا خنجرِ بڑاں سے شہید

(۳۲)

سلام

جرائی کہا شہؑ نے کہ یارا نہیں اصغرؑ
چھوڑیں تمھیں جنگل میں گوارا نہیں اصغرؑ

عباسؑ ہوئے قتل سدھارے علی اکبرؑ
تم بھی موئے اب کوئی ہمارا نہیں اصغرؑ

گہوارے میں پھر جا کے جو میت کو لٹایا
ماں بولی کہ اب ضبط کا یارا نہیں اصغرؑ

اے لال مرے کس کی نظر لگ گئی تم کو
دنیا کا جو اب تم کو نظارا نہیں اصغرؑ

میت کو بھی چھاتی سے لگائے ہوئے رکھوں
پر زندوں میں مردے کا گزارا نہیں اصغرؑ

پھر لاش کو لپٹا کے کلیجے سے یہ بولے:
واللہ ترا ہجر گوارا نہیں اصغرؑ

بو قبر کی آتی ہے ترے مردے سے اور آہ
تربت میں ابھی تجھ کو اتارا نہیں اصغرؑ

کس طرح سے بابا تجھے مقتل میں لٹا دے
جنگل کو تو بانو نے بہارا نہیں اصغرؑ

تم گھٹیوں صغریٰ کے لیے جاتے و لیکن
قابو میں کوئی پاؤں تمھارا نہیں اصغرؑ

بے کس کہوں سید کہوں یا بے کفن اے لال
نام اتنے ہیں اک نام تمھارا نہیں اصغرؑ

ظالم نے کلیجے پہ مرے تیغ پھرائی
یہ تیر گلے پر ترے مارا نہیں اصغرؑ

کیا جھولا جھلاؤں تمھیں ہو خواب اجل میں
تابوت ہے گہوارہ تمھارا نہیں اصغرؑ

نے دودھ بڑھایا نہ تری سالگرہ کی
نکلا کوئی ارمان ہمارا نہیں اصغرؑ

پانی کے عوض ماں سے کفن مانگتے اس دم
پر کیا کرو یاد اس کا اشارا نہیں اصغرؑ

کرنا نہ گلا تیر سے ماں نے نہ بچایا
کیا میرا گنہ تم نے پکارا نہیں اصغرؑ

پانی کو تیرستا ہوا بے شیر جہاں سے
تم سا کوئی کم عمر سدھارا نہیں اصغرؑ

نہلاؤں تری چھوٹی سی میت کو میں کیوں کر
کوثر کا تو نزدیک کنارا نہیں اصغرؑ

پیاسے رہے مارے گئے اَب لاش ہے بے گور
قسمت کے لکھے سے کوئی چارا نہیں اصغرؑ

دو لاش مری گود میں لپٹاؤں گلے سے
اب تم نہ کرو پیار تمھارا نہیں اصغرؑ

تھا ورد یہ بانوؑ کا دبیرؔ جگر افگار
تم مر گئے اب کوئی سہارا نہیں اصغرؑ

(۳۳)

سلام

کیوں نہ پھر آہ کہ گزریں فلک پیر سے تیر
پار مجرئی جب ہوں تن شبیرؑ سے تیر

چل رہے تھے یہ پیا پے صف بے پیر سے تیر
جا کے مل جاتا تھا اے مجری جو تیر سے تیر

شہؑ سے اصغرؑ نے اشارہ کیا زخمی ہو کر
ہے فزوں ذائقے میں ذائقۂ شیر سے تیر

چھے مہینے کا تو سن اور جدائی ماں کی
وا دریغا کہ ملا گردن بے شیر سے تیر

شاہؑ کہتے تھے: ہوئے روزِ ازل جب تقسیم
میرے لشکر کو ملے لشکر بے پیر سے تیر

ہم کو شمشیر ملی نیزہ علی اکبرؑ کو
ہاتھ اصغرؑ کے لگا خواہشِ تقدیر سے تیر

سینہ نیزوں کی طرف چشم کماں داروں پر
شاہؑ کھاتے تھے عجب عزت و توقیر سے تیر

ب: موتی/ر: قضا: موت/ر: فراق: جدائی/ر: پاسبانی: نگہبانی/ر: لاغر: دبلا/ر: رفاقت: دوستی/ر: شستہ: تھکا ماندہ

رفقا کہتے تھے دیتے ہیں یہ پیغامِ بہشت
بخدا خوب ہیں ہم کو زر و جاگیر سے تیر

مومنو شوقِ جراحت یہ دلِ شاہ میں تھا
نہ گرا خاک پہ کوئی تن شبیرؑ سے تیر

بولی زہراؑ کہ کیا جسم یہ سارا غربال
کیا نہ آگہ تھے؟ میرے لال کی توقیر سے تیر

بولے عابدؑ کہ مرے ہاتھ نہ باندھو یارو
کہ نکالوں گا میں لاشِ شہِ دلگیر سے تیر

آئی آواز کہ واری نہ کرو فکر ذرا
فاطمہؑ کھینچ رہی ہے تنِ شبیرؑ سے تیر

تنِ شبیرؑ پہ ناوک یہ لگے تھے پیہم
کہ جگہ بیٹھنے کی مانگتا تھا تیر سے تیر

شمر سے کہتے تھے عابدؑ کہ مرے نالے سے
ہوں مقابل نہ مرے آہ کی تاثیر سے تیر

جابجا اس میں یہ سوراخ نہیں ہیں ظالم
ہیں مری آہ کے گزرے دلِ زنجیر سے تیر

جبکہ مشکیزہ چھدا تب یہ پکارے عباسؑ
حیف ہے رک نہ سکا پنجۂ تقدیر سے تیر

شاہؑ کہتے تھے کہ انگشتِ شہادت ہیں یہ
آگہی رکھتے ہیں کفار کی تقصیر سے تیر

شہؑ نے فرمایا لکھوں عرضیٔ صغریٰؑ کا جواب
گر نہ برسیں کوئی دم لشکرِ بے پیر سے تیر

کو سیاہی نہیں ہیں زخم دواتِ شنجرف
خامے کی طرح تراشوں ابھی شمشیر سے تیر

سینۂ دشمنِ حیدرؑ کو یہ کرتے ہیں فگار
اے دبیرؔ اب تو خجل ہو مری تقریر سے تیر

(۳۴)

سلام

سلام اس پہ جو پہنے ہے ناتواں زنجیر
قدم ہیں جتنے نحیف اتنی ہے گراں زنجیر

ہمیشہ کیوں نہ کرے مجری فغاں زنجیر
پڑی تھی پاؤں میں عابدؑ کے کیا گراں زنجیر

رواں ہے خونِ قدم جو خراشِ آہن سے
بسانِ چشم ہے حلقوں سے خوں فشاں زنجیر

فلک نے ربط دیا آہ نور و ظلمت کو
کہاں امامؑ کے وہ پاؤں اور کہاں زنجیر

بیان کرتے تھے عابدؑ کو دیکھ کر رہ رہ
ہے رسمِ تازہ کہ پہنے ہے ساربان زنجیر

وہ نالہ کرتے تو زین العبادؑ فرماتے
خموش پاؤں ہمارا ہے درمیاں زنجیر

اسیرِ ماتمِ عابدؑ ہوا ہے چرخِ اسیر
ہلال طوق بنا ہے تو کہکشاں زنجیر

سرِ حسینؑ یہ کہتا تھا حالِ عابدؑ پر
کہاں یہ پاؤں کہاں آبلے کہاں زنجیر

ہزار حیف عجب کشمکش میں ہیں عابدؔ
یہاں تو طوق اُلجھتا ہے اور وہاں زنجیر

یہ بین لاشۂ اکبرؑ پہ کرتے تھے عابدؔ
اٹھو اٹھو کہ ہے پہنے یہ ناتواں زنجیر

تمھارے حصّے میں آہن سے تیغ و تیر آئے
ہمیں نصیب نے پہنائی بھائی جاں زنجیر

شہید تم ہوئے آہن سے اور وہی آہن
وہاں تو تیغ ہوا اور بنا یہاں زنجیر

نظر پڑا جونہی سامان قید عابدؑ کو
کہا یہ دیکھ کے نزدیک شامیاں زنجیر

کچھ احتیاجِ سلاسل نہیں نقاہت سے
ہر ایک رگ ہے مری بہرِ استخواں زنجیر

برنگِ نکہتِ گل تھے سبک عناں عابدؑ
مثالِ موجِ ہوا ساتھ تھی رواں زنجیر

ہجومِ اہلِ تماشا کو دیکھ زنداں پر
مریضِ خاک میں کر لیتا تھا نہاں زنجیر

ہجومِ اہلِ تماشا ہوا جو زنداں پر
حیا سے خاک میں عابدؑ نے کی نہاں زنجیر

کیا ہے قید جو زین العباؑد کو ناحق
ہے طوق طعنہ غم کرتی ہے فغاں زنجیر

نہیں ہے مومنو عابدؑ کے معجزے سے بعید
عدو پہ صورت اژدر جو ہو رواں زنجیر

پکاری فاطمہ صغراؑ کہ یہ نشاں کیسے
پڑی تھی پاؤں میں کیا تیرے بھائی جاں زنجیر

کہا دکھا کے یہ بازو و گردن و پا کو
یہاں رسن تھی یہاں طوق اور یہاں زنجیر

کہا مریض نے ایسی ہی گر نقاہت ہے
گرائے گی یہ زمیں پر کہاں کہاں زنجیر

قضا یہ کہتی تھی طوقِ گلوئے عابدؑ پر
ہزار حیف کہ مُدت کی تھی یہاں زنجیر

خیال کر خلشِ خارِ پائے عابدؑ سے
برائے صلح پڑی آ کے درمیاں زنجیر

محل سے بند جو ہیں آئی قید خانے میں
حیا سے خاک میں زینبؑ نے کی نہاں زنجیر

کہا سکینہؑ نے بھائی کے پاؤں سوجے ہیں
پنھادے مجھ کو تُو اے شمرِ بدگماں زنجیر

اسیر پاؤں سے کہتا تھا جلد جلد اٹھو
صدا قدم سے یہ آتی تھی ہے گراں زنجیر

یہ گرم تھا تپِ فرقت سے جسم عابدؑ کا
کہ اس کے قرب سے کہتی تھی الاماں زنجیر

بیادِ عابدِ بے کس کروں فغاں جو دبیرؔ
تو میری آہِ مسلسل کا ہو دھواں زنجیر

(۳۵)

سلام

مُجرئی جبکہ چڑھا شاہؑ کا سر نیزے پر
آفتاب آیا قیامت کا نظر نیزے پر

ہے یہ البتہ کہ ہو نصب سر نیزہ پہ پھل
نہ کہ ہو باغِ نبوت کا ثمر نیزے پر

گرمِ ہنگامہ رہا حشر کا ہر ایک قدم
کیا خورشید نے تا شام سفر نیزے پر

کیوں فلکِ وسعتِ آفاق ہوا اس پہ تنگ
جا نہ باقی رہی اس سر کو مگر نیزے پر

سوزِ ماتم سے وہ خود رفتہ تھے پر ساری راہ
شمع کی طرح تھی زینبؑ کی نظر نیزے پر

دلِ اکبرؑ جو چھدا نیزے سے تو بہر شکست
گرہ نیزہ نے باندھی ہے کمر نیزے پر

دردِ دل پوچھتا کوئی تو سکینہؑ کہتی
لٹاں ناتے پہ ہیں سر ننگے پدر نیزے پر

پوچھتا کوئی پدر کو تو سکینہؑ کہتی
دیکھو جاتا ہے مرے باپ کا سر نیزے پر

جس نے دیکھا سرِ اکبرؑ کو کہا صلِ علیٰ
دیکھو ہے برجِ امامت کا قمر نیزے پر

کیوں زمیں خاک پہ احمدؐ کا نواسہ رَن میں
کیوں فلک فاطمہؑ کا لختِ جگر نیزے پر

لنگرِ طوق سے گر پڑتے تھے سجادؑ جہاں
روکے رہ جاتا تھا شبیرؑ کا سر نیزے پر

جن کا شانہ تھا سدا پنجۂ دستِ زہراؑ
گرد آلودہ تھے وہ سنبلِ تر نیزے پر

کربلا سے سرِ شاہِ شہدا کو تا شام
شام نیزے پہ ہوئی اَور سحر نیزے پر

نیزہ داروں کو تفاخر تھا جو اپنا منظور
اِک سرِ حضرتِ شبیرؑ تھا ہر نیزے پر

شاخِ گُل پر گُلِ نوخیز ہے دیکھا اکثر
تھا گلستانِ نبیؐ کا گُلِ تر نیزے پر

راہِ تسلیم کا ہر اِک یہ نشیب اور فراز
تن اِدھر خاک پہ اَور سر وہ اُدھر نیزے پر

تھا سناں پر جو سر قدرتِ حق ہو کے قلم
صادق آیا بہ قضا کِلک قدر نیزے پر

کیوں نہ پھر عالم بالا تہ و بالا ہووے
کہ بدن خاک پہ تھا شاہ کا سر نیزے پر

زلف تھی بستۂ چوب اور سرِ انور بہ سناں
اک جگہ شام میں تھے شام و سحر نیزے پر

قطعہ

سر اقدس جو بڑھا قلعہ کو بولی زینبؑ
صدقے ماں جائی چلے آپ کدھر نیزے پر

آئی آواز کہ شبیر سے کیا تھا وعدہ
اے بہن جاتا ہوں اس دوست کے گھر نیزے پر

قطعہ

سرِ سردارِ دو عالم کا نہ پوچھو احوال
ہوئے چالیس شب و روز بسر نیزے پر

اِک روایت میں یہ مضموں ہے رقم ہائے غضب
چھے مہینے رہا زہراؑ کا قمر نیزے پر

جو کہ ہو شیرِ نیستانِ امامت کا دبیرؔ
کیا غضب ہے کہ ہو اس شیر کا سر نیزے پر

(۳۶)

سلام

ہو خاک سلامی در سروڑ کے برابر
جس در کا ہر اک ذرّہ ہے اختر کے برابر

مشتاق ہیں کیا مرتبۂ ابنِ علیؑ کے
محبوبؐ خدا بیٹھے ہیں منبر کے برابر

مجلس میں بتولؑ آئی ہے دو نذر محبو
آنسو ہیں تمھارے اُسے گوہر کے برابر

دیتا تھا شترباں کو صدا لاشۂ شبیرؑ
بے رحم ہے تُو شمر ستم گر کے برابر

شہؑ بولے کلیجے کا مرے درد وہ جانے
جس کا کہ پسر قتل ہو اکبرؑ کے برابر

زخموں میں یہ لذّت تھی کہ خود جاتے تھے شبیرؑ
نیزے کے برابر کبھی خنجر کے برابر

سر ننگے ہوئے قید ہوئے خاک پہ بیٹھے
کوئی نہ لئے آلِ پیمبرؐ کے برابر

پیاسے جو زباں مُنھ سے نکالے ہوئے بیٹھے
غش ساقیِ کوثر ہوئے کوثر کے برابر

قطعہ

شبیرؑ سے اعدا نے کہا تیغ نکالو
طاقت ہے تمھیں حیدرِ صفدر کے برابر

شہؑ بولے لڑوں کیا کہ تمھیں جانتا ہوں میں
اکبرؑ کے برابر علی اصغرؑ کے برابر

زینبؑ نے کہا ہاتھ لگاؤ نہ لعینو
چادر ہے یہ تطہیر کی چادر کے برابر

ہے دودھ کے کوزوں پہ سدا فاتحہ ہوتا
بے شیر موا کوئی نہ اصغرؑ کے برابر

زہراؑ کے مقدر میں بھی تھا رنج اٹھانا
پر تھا نہ وہ زینبؑ کے مقدر کے برابر

مقنعہ جو چھنا بولی دُلھن شکر ہے یارب
سایہ ہے ترے لطف کا چادر کے برابر

مظلومیِ شبیرؑ پہ دیتے ہیں گواہی
دس روز محرم کے ہیں محشر کے برابر

پاؤں پہ وِرم راہ کا چلنا غمِ زنداں
دکھ کس پہ پڑے عابدؑ مضطر کے برابر

پیاسے رہے مارے گئے لاشہ ہوا پامال
مظلوم نہ ہو گا کوئی سرورؑ کے برابر

شہؑ کہتے تھے معبود کی گر اس میں خوشی ہے
ہے خاک ہمیں پھولوں کے بستر کے برابر

قطعہ

ظالم نے کہا کھول کے لب شہؑ کے چھڑی سے
یاقوت ہیں لب دانت ہیں گوہر کے برابر

زہراؑ کی صدا آئی، چھڑی سے نہ انھیں کھول
یہ دانت ہیں دندان پیمبرؐ کے برابر

چادر بھی نہ چھوڑی کہ حرم مُنھ کو چُھپاتے
گھر کس کا لُٹا فاطمہؑ کے گھر کے برابر

کوثر کا پیا پانی تو کہنے لگے شبیرؑ
شیریں تو ہے لیکن نہیں کوثر کے برابر

کُرتا جو سکینہؑ کا پھٹا تھا تو حیا سے
جاتی تھی نہ وہ ہند کی دختر کے برابر

جبریل پکاریں گے کہ ہاں موند لو آنکھیں
آویں گی جو زہراؑ صفِ محشر کے برابر

کیا قہر ہے سیدانیاں سب ہاتھ کو باندھے
روتی تھیں کھڑی تختِ ستم گر کے برابر

قاتل سے کہا شہؑ نے کہ سر ننگے نہ کیجو
خواہر کو سمجھتا ہوں میں مادر کے برابر

تھی یاد سکینہؑ کی جو پیاس اُن کو تو شہؑ نے
منھ پھیر لیا جب گئے کوثر کے برابر

کہتی تھی یہ صغراؑ کہ میں خط شاہ کو بھیجوں
قاصد جو چلے تیز کبوتر کے برابر

شہؑ آپ ہی رونے لگے مظلومی پہ اپنی
اصغرؑ کی رکھی لاش جب اکبرؑ کے برابر

سر شہؑ کا ستم گر نے جو نیزے پہ چڑھایا
ہنگامہ تھا ہنگامۂ محشر کے برابر

کر شوق سے تو عرض دبیرِ جگر افگار
فیاض نہیں ہے کوئی داورؑ کے برابر

یا بارِ خدا دولت و اقبال و حشم میں
یہ صاحبِ محفل ہو سکندر کے برابر

تا چند کروں شرح دبیرؔ جگر افگار
اس غم کا ہر اک نکتہ ہے دفتر کے برابر

(۳۷)

سلام

اے مُجرئی اس بحر میں وہ شعر سنا گرم
جو مطلعِ خورشید سے مطلع ہو سِوا گرم

اے مُجرئی اشک آتے ہیں ہنگامِ بُکا گرم
ٹھنڈی ہے تیری آہ پہ تاثیر ہے کیا گرم

اے مُجرئی بس ہوتا ہے بازارِ قضا گرم
سر دینے پہ جوں شمع تھے شہؑ کے رفقا گرم

اے مُجرئی تپ سے تنِ سجادؑ تھا یوں گرم
پاؤں میں بھی جو آہنِ زنجیر ہوا گرم

لکھ مُجرئی وہ شعرِ سلامِ شہدا گرم
جو شمع سے ہر مصرعِ موزوں ہو سِوا گرم

اے اہلِ عزا فاطمہؑ یاں ہوئے گی موجود
تُو کرنے بھی پائے گی نہ اس بزم میں جا گرم

ہنگامِ تمازت ہُوا گرم بزم میں آئے
تو رُو کے کرو بزمِ عزائے شہدا گرم

تھلیدہ زمیں پر رہی لاش اس کی چہل روز
زہراؑ جسے لگنے نہیں دیتی تھی ہُوا گرم

اکبرؑ نے زبانِ شہؑ دیں لے کے دہن میں
کی عرض زباں آپ کی کیا گرم ہے کیا گرم

عابدؑ سے کوئی پوچھتا پیاسے ہو؟ تو کہتے
پانی سے ہم آگاہ نہیں سرد ہے یا گرم

چادر نہ میسّر ہوئی لاشِ شہدا کو
ہاں دھوپ کی گردوں نے اُڑھائی ہے ردا گرم

کبراؑ کا جلا دل تو یہ بولی سحرِ عقد
دیکھو مرے حق میں ہوئی تاثیرِ دعا گرم

ہر ایک قدم کہتے تھے یہ آبلۂ اشک
ہے خاک بیاباں کی بہ زیرِ کفِ پا گرم

شہؑ نے کہا اے شمر اُتر سینے سے میرے
ہے اب خبرِ آمدِ محبوبؐ خدا گرم

گل ہائے ریاضِ نبویؐ رَن میں پڑے تھے
دوپہر تھی کو چلتی تھی آتش سے سوا گرم

لاشِ علی اکبرؑ پہ حسینؑ آئے تو کس وقت
جب عضوِ بدن سرد تھے سینہ تھا ذرا گرم

عابدؑ نے کہا پڑ گئے پاؤں میں پھپھولے
ہے دھوپ سے یہ خاکِ بیابانِ بَلا گرم

یہ سوزِ غمِ شاہؑ تھا صغراؑ کے جگر میں
جو حلق سے ہوتی تھی اُترتے ہی ہَوا گرم

عابدؑ نے کہا سوزِ غمِ سِبطِ نبیؐ سے
دل گرم ہے تن گرم ہے سینہ ہے مرا گرم

صغراؑ کو تھا یہ خوف کہ جل جائے نہ مکتوب
مضموں ہے فرقت کا نامے میں لکھا گرم

اکبرؑ نے کہا نزع میں ہاتھ اپنا رکھو تم
اے سِبطِ نبیؐ پیاس سے سینہ ہے ترا گرم

یہ پیاس کی حدّت تھی گلوے شہِؑ دیں میں
جو ذبح دمِ خنجرِ بیداد ہَوا گرم

یہ دھوپ سَہی فاطمہؑ کے لال نے رَن میں
جو تن پہ زرہ ہو گئی بالائے قبا گرم

عبّاسؑ کے لاشے کو ترائی میں یہ غم تھا
افسوس کہ ہے منزلِ شاہِؑ شہدا گرم

تعریف دبیرؔ اپنی ہے مصراعِ خلیقؔ اب
ٹھنڈی تھی زمیں کو کہ یہ بیتیں ہوئیں کیا گرم

واں بہرِ شفاعت جو دبیرؔ آئے گی زہراؑ
خورشیدِ قیامت نہ رہے گا بخدا گرم

(۳۸)

سلام

مُجرئی انصار کم تھے شاہِ والا کی طرف
اور لاکھوں اشقیا تھے جمع اَعدا کی طرف

فوج نے روکا جو حُر کو اس طرح کہنے لگا
نار سے اب عزم ہے فردوسِ اعلیٰ کی طرف

کوئی مانع ہو نہ میرا جانے دو جاتا ہوں میں
اپنے سروڑ اپنے مولا اپنے آقا کی طرف

قتل جب سروڑ ہوئے رَن میں تو پھر وحش وطیور
آشیانوں سے گئے اُڑ اُڑ کے صحرا کی طرف

کیا محبت شہؑ کو تھی خواہر سے جو سروڑ کا سر
رخ کیے تھا نیزے پر بھی بنتِ زَہراؑ کی طرف

اس طرح اہل حرم سے کرتی تھی زینبؑ بیاں
بھائی صاحب دیکھتے ہیں اپنے شیدا کی طرف

رو چکی جب لاشِ شہؑ پر فاطمہؑ تو بولی اب
پیٹئے عباسؑ کو جاؤں گی دریا کی طرف

حال کہہ دیجو میرا کہتی تھی صغراؑ ہر سحر
گر گزر ہو اے صبا گلزارِ زہراؑ کی طرف

گر پڑے گھوڑے سے جب رَن میں حسینؑ ابنِ علیؑ
طفل اِک خیمے سے دوڑا شاہِ والا کی طرف

جب سرِ عریاں گئی لاشے پر دُولھا کے دُلھن
رویا لاشہ دیکھ کر تا دیر کبریٰؑ کی طرف

عرشِ حق ہلنے لگا خیمے سے جب روتے چلے
لاشِ اکبرؑ ڈھونڈنے شبیرؑ صحرا کی طرف

سامنے حوریں کھڑی تھیں ساغرِ کوثر لیے
غازیوں نے اس لیے دیکھا نہ دریا کی طرف

جب کہا صغراؑ نے شہؑ سے آیو جلدی یہاں
دیکھ کر رونے لگے شہؑ شکلِ صغراؑ کی طرف

جو رُلاتے اور روتے ہیں غمِ شہؑ میں دبیرؔ
حشر میں جائیں گے وہ فردوسِ اعلیٰ کی طرف

۳۹

سلام

مجرئ دامن میں لی جب کربلا کے بن کی خاک
گر گئی نظروں سے اپنے وادئ ایمن کی خاک

اے سلامی میں نہ لوں فردوس کے گلشن کی خاک
ایک ذرّہ گر ملے شبیرؑ کے مدفن کی خاک

خاک اس کے منہ میں جو اس کو کہے گلشن کی خاک
نور ہے اے مجرئ شبیرؑ کے مدفن کی خاک

بولے شہؑ آرام شیعوں کا مجھے منظور ہے
دیکھنا خاکِ شفا ہو گی مرے مدفن کی خاک

خانۂ زنجیر میں غل تھا کہ عابدؑ ہیں اسیر
قدر ہو گی حشر کے بازار میں آہن کی خاک

تیغِ قاتل کہتی تھی کاٹی نبیؐ کی بوسہ گاہ
اس گنہ سے ہو گئی سب آبرو آہن کی خاک

روز عاشورہ یہ تپتی تھی زمینِ کربلا
جس کی گرمی سے تھی ٹھنڈی مجمر و گلخن کی خاک

لاشۂ بے سر پہ شہؑ کے کرتی تھی زینبؑ یہ بین
پونچھتا کوئی نہیں اس خوں بھری گردن کی خاک

کھیل کر باہر سے بچپن میں گھر آتے تھے تم
جھاڑتی تھیں فاطمہؑ پلکوں سے پیراہن کی خاک

ایک دن یہ ہے کہ تم عریاں پڑے ہو دھوپ میں
شکلِ مرہم ہائے زخموں میں بھری ہے رن کی خاک

آئی زہراؑ کی ندا بیٹھی میں ہوں شب سے یہاں
دیکھ لے سر پر مرے ہے کربلا کے بن کی خاک

پونچھتی ہوں گہ ردا سے تیغوں کے زخموں کا خوں
پاک کرتی ہوں کبھی میں تیروں کے روزن کی خاک

رن میں بہرِ حرب جب آئے امامِ شرق و غرب
پرتوِ عارض سے چمکی ذرّہ ذرّہ رَن کی خاک

کہتے تھے ناری لڑیں نورِ خدا سے کس طرح
شعلہ ہے شبیرؑ کے نقشِ سُمِ توسن کی خاک

ہاتھ میں اس شیر کے وہ برق دم شمشیر ہے
جس کے سائے سے نگہ جل کر ہو رُوئیں تن کی خاک

ناریوں کی خاک سے ہے لاگ آبِ تیغ کو
ڈھونڈتی پھرتی ہے یہ ہر کافرِ بدظن کی خاک

بولے شہؑ منظور ہو مجھ کو اگر تو دِن لڑے
فوج کو برباد کر دے دشت کے دامن کی خاک

زعفرِ جن نے کہا یا شاہؑ یہ ارمان ہے
کربلا کی خاک میں مل جائے میرے تن کی خاک

شہؑ نے فرمایا نہیں یہ مرضیِ پروردگار
لشکرِ شبیرؑ کی قسمت میں ہے اِس بَن کی خاک

رشتۂ الفت قوی ہے تو بنا کر سبحۂ تو
ہاتھ میں رکھیو سدا مظلوم کے مدفن کی خاک

جذبۂ الفت سے قطرے عینِ دریا ہو گئے
پنجتنؑ میں مل گئی آخر بہترؑ تن کی خاک

چاندنی اور دھوپ کی ہم پر حقیقت کھل گئی
رات دن اُڑتی ہے شہؑ کے مرقدِ روشن کی خاک

قبر کی راحت ہے کیا؟ اخلاصِ ابنِ بُو تراب
دین کی دولت ہے کیا؟ شبیرؑ کے دامن کی خاک

شمر و حُر کی زشتی و خوبی سے یہ ثابت ہوا
وہ جہنّم کا دھواں یہ خُلد کے گلشن کی خاک

جب تلک ہو گا نہ محشر ہے یہ شکلِ فاطمہؑ
منھ پہ شہؑ کا خون سر پر کربلا کے بَن کی خاک

پوچھا صغراؑ نے عزیزوں کو تو زینبؑ نے کہا
کربلا کو سونپ آئی میں بہتّر تن کی خاک

بعد چہلم بنتِ زہراؑ نے کہا اے کربلا
تجھ کو زینبؑ سونپے جاتی ہے بہتّر تَن کی خاک

تازیانہ شمر نے مارا تو زینبؑ نے کہا
کیا تری خلقت میں ہے پتھر کی اور آہن کی خاک

ناناؐ کے روضے سے نکلے شاہؑ یہ کہتے ہوئے
ہے مقدر میں ہمارے کربلا کے بَن کی خاک

بولی بانوؑ کھیلنے کو خُلد میں اصغرؑ گئے
میں تو یاں ہوں کون جھاڑے گا وہاں دامن کی خاک

تا پھریں گِر گِر کے گردِ گنبدِ قبرِ حسینؑ
ہوتے ہیں جا جا کے زائر کربلا کے بَن کی خاک

خاک ان کے استخواں تک ہو گئے قبروں میں ہائے
ساکنوں کو ڈھونڈتی پھرتی ہے یاں مسکن کی خاک

مرہمِ زخمِ گنہ پوچھا جو عیسیٰؑ سے دبیرؔ
لکھ دیا نسخہ لگا شبیرؑ کے مدفن کی خاک

(۴۰)

سلام

سوزِ غمِ شبیرؑ میں ہے یہ اثر اب تک
پتھر سے نکلتے ہیں سلامی شرر اب تک

بیٹے کے لیے فاطمہؑ ہر مجلسِ غم میں
منھ ڈھانپ کے چلاتی ہے دو دو پہر اب تک

سقائی عباسؑ ہے مرنے پہ بھی پیدا
مشکیزہ لگاتے ہیں علم میں بشر اب تک

زہراؑ کے سوا اور بھی دُنیا میں کسی کا
کنبہ سرِ بازار پھرا ننگے سر اب تک؟

اللہ رے اثر قتل کو شہؑ کے ہوئی مدّت
روتے ہیں غمِ شاہؑ میں انساں مگر اب تک

تقدیر کسی دل کو نہ دیوے غمِ اولاد
پکڑے ہوئے ہاتھوں سے ہیں زہراؑ جگر اب تک

جب تعزیے اُٹھتے ہیں علم ہوتے ہیں آگے
بھائی کے لیے بھائی ہے سینہ سپر اب تک

ہچکیوں سے رو کے کہا کرتی تھی صغرا
پہنچی ہوں اب گور نہ آئے پدر اب تک

مرنے پہ بھی ثابت ہے علم داریٔ عباس
ہیں تعزیہ کے ساتھ عَلم جلوہ گر اب تک

جب ہاتھ کٹے لاشۂ شہؑ نے کہا رو رو
مرنے پہ ستاتے ہیں ہمیں بد گہر اب تک

زینبؑ کے پسر رَن میں جو آئے تو ہوا غُل
اک جا پہ نہیں دیکھے تھے شمس و قمر اب تک

رُلواتی ہے ہر زاہرِ شبیرؑ کو زہراؑ
آتی ہے صدا روضہ میں ہے ہے پسر اب تک

نے بالیاں باقی رہیں نے گوشِ سکینہؑ
باقی رہا ذکرِ ستمِ بد گہر اب تک

غافل نہیں اِک آن غمِ شاہؑ سے زہراؑ
اللہ کو دِکھلاتی ہے داغ جگر اب تک

گُھٹکا بھی طمانچہ بھی ہمیں شمر نے مارا
سوجے ہوئے ہیں کان ہمارے پدر اب تک

دیتے ہیں سخی زائروں کو اب بھی زر و مال
لِـــلـــلّـــــہ سوختہؔ کے دیا کس نے سراب تک

قطعہ

فخر یہ کہا شمر نے حاکم سے یہ ہنس کر
سرکار سے تیرے نہ ملا ہم کو رز اب تک

کاٹا تری خاطر سے سرِ سیّدِ مظلوم
خنجر ہے مرا خون سے پیاسے کے تر اب تک

مثلِ گہرِ اشک دبیرؔ جگر افگار
دیکھے نہ کبھی آنکھ سے تھمتے گہر اب تک

(۴۱)

سلام

نام پر شاہ کے پانی جو پلا دیتے ہیں
میرِ کوثرؑ انھیں مُجرائی دعا دیتے ہیں

فاطمہؑ کہتی ہیں دنیا میں یہ آباد رہیں
شہؑ کا پُرسا مجھے سب اہلِ عزا دیتے ہیں

کربلا میں کوئی مدفون اگر ہو تو حسینؑ
خاک کو مرتبۂ خاکِ شفا دیتے ہیں

قتل اکبرؑ سا پسر ہوتا ہے یہ کرتے ہیں شکر
صبرِ ایوبؑ کو شبیرؑ جلا دیتے ہیں

چشمِ سجادؑ اگر ضُعف سے بھی ہوئی ہے بند
اَشقیا پاؤں کی زنجیر ہلا دیتے ہیں

بوسہ لے کر لبِ سوفار کا کہتے تھے حسینؑ
بھوک اور پیاس میں کیا تیر مزا دیتے ہیں

شمر سے کہتی تھی زینبؑ مری چادر نہ اتار
واسطے حق کے رسولؐ دوسرا دیتے ہیں

ذبح شبیرؑ کو کرتا ہے لعیں خنجر سے
بوسے حلقوم پہ محبوبِ خدا دیتے ہیں

قطعہ

شمر لشکر سے یہ کہتا تھا شبِ قتلِ حسینؑ
جا کے ہم شاہؑ کے خیمے کو جلا دیتے ہیں

کون صبح شبِ عاشور کا رستہ دیکھے
پنجتنؑ کا ابھی ہم نام مٹا دیتے ہیں

رَن کو دولھا جو چلا ماں سے یہ گھبرا نے کہا
لو ہم اب دولھے کی مسند کو بڑھا دیتے ہیں

دیکھ کر لاشوں کو شہؑ کہتے تھے اے پیرِ فلک
یوں کہیں خاک میں گلزار مِلا دیتے ہیں

رَو کے کہتی تھی سکینہؑ کہ ہمیں قید کیا
لوگ زنداں سے یتیموں کو چھڑا دیتے ہیں

شمر نے ذبح کیا شاہؑ کو پیاسا ورنہ
پانی قصّاب بھی حیواں کو پلا دیتے ہیں

پوچھتا ہے جو کوئی کس نے کمر کو توڑا
شاہؑ عبّاسؑ کے لاشے کو بتا دیتے ہیں

شمر شبیرؑ کے سینے پہ چڑھا یہ کہہ کر
اب علیؑ آ کے نہیں تم کو بچا دیتے ہیں

شمر کہتا تھا جیے یا نہ جیے اس سے کیا
ہم تو بیمار کو زنجیر پہنا دیتے ہیں

اُونٹ پر کہتی ہے زینبؑ جونہی بھائی بھائی
نیزے پہ منہ شہِ مظلوم پھرا دیتے ہیں

واہ رے رحم یہ کفار سے کہتے تھے حسینؑ
تم ستم کرتے ہو ہم تم کو دعا دیتے ہیں

خوش رہو گر ہمیں پانی نہیں دیتے ہو نہ دو
جامِ کوثرؑ بخدا شیرِؑ خدا دیتے ہیں

کیا سخی ہیں شہِ دیں بخششِ اُمّت کے لیے
جاں بھی دیتے ہیں گھر کو بھی لُٹا دیتے ہیں

قطعہ

خواب میں آن کے عابدؑ سے یہ سرورؑ نے کہا
کہو بیٹا تمھیں بے رحم دوا دیتے ہیں؟

عرض عابدؑ نے یہ کی مانگتا ہوں گر پانی
مجھ کو دکھلا کے ستم گار بہا دیتے ہیں

آپ منزل پہ اترتے ہیں لعینِ بد ذات
بیٹھ جاتا ہوں اگر میں تو اُٹھا دیتے ہیں

شہؑ نے فرمایا بہت گزری ہے کم باقی ہے
ہم تمھیں قید سے سجّادؑ چھڑا دیتے ہیں

یہ سلامِ شہِؑ مظلوم کہا خوب دبیرؔ
دیکھو انعام میں مولاؑ مجھے کیا دیتے ہیں

(۴۲)

سلام

مُجرئی پاؤں جہاں شاہِ ہدا رکھتے ہیں
ملک اُس خاک کو آنکھوں پہ اٹھا رکھتے ہیں

مدح کی ہند نے جس دم تو کہا زینبؑ نے
گر ہم اچھے ہیں مقدّر تو بُرا رکھتے ہیں

ماں نے قاسمؑ کے کہا شاہؑ سے حُر قتل ہوا
بیاہ ہم قاسمِ نوشا کا بڑھا رکھتے ہیں

کہا شیریں نے کہ عابدؑ تمھیں تپ آتی ہے
بولے عابدؑ نہیں مقدور دوا رکھتے ہیں

کہا زینبؑ نے کہ ہے رن میں پڑی لاشِ حسینؑ
آج تشریف کہاں شیرِ خدا رکھتے ہیں

حُر یہ کہتا تھا دمِ جنگ کہ دل بڑھتا ہے
پشت پر ہاتھ میرے شیرِ خدا رکھتے ہیں

کہا کبریٰ نے کہ نوشاہ کی بو آتی ہے
آستیں اس لیے آنکھوں پہ سدا رکھتے ہیں

جب کہ مارے گئے عباسؑ تو بولے شبیرؑ
اَب عَلم فوج کا ہم اپنے اٹھا رکھتے ہیں

بولی صغریٰؑ ہمیں سب حالِ پدر ہے معلوم
گو نہ قاصد نہ کوئی پیکِ صبا رکھتے ہیں

حال کو قبلۂ حاجات کی دیتا ہے خبر
دلِ آگاہ بہہ از قبلہ نُما رکھتے ہیں

کہتے تھے راہ میں مسلمؑ کہ چھٹا گھر تو چُھٹا
ہم دلِ حیدرِ کرّارؑ میں جا رکھتے ہیں

فوت ہو راہ میں زائر کو مَلک لے جا کر
کربلا میں اُسے نزدِ شہدا رکھتے ہیں

رو کے کہتے تھے حرم آج ہیں گو ننگے سر
ہم مگر سایۂ الطافِ خدا رکھتے ہیں

خاکساری کے جو پابند ہیں دنیا میں دبیرؔ
مثلِ آئینے کے وہ دل میں صفا رکھتے ہیں

سلام

غمِ شبیرؑ میں جو اشک بہانے کا نہیں
مُجرئی وہ چمنِ خُلد میں جانے نہیں

شہداؑ کہتے تھے آئیں گے نہ عابدؑ جب تک
ہم غریبوں کی کوئی لاش اٹھانے کا نہیں

کہتا تھا شمرِ لعیں لاکھ شہِ دیں تڑپیں
پانی ان کو میں دمِ ذبح پلانے کا نہیں

کہا عباسؑ نے حیدرؑ سے لبِ کوثر پر
بے سکینہ کے تو میں پیاس بجھانے کا نہیں

بولے شہؑ قبر بناؤں گا تری ننھی سی
تجھ کو اصغرؑ میں بیاباں میں سلانے کا نہیں

پنجتنؑ کا جو ہوا خاتمہ زینبؑ نے کہا
وارث اب کوئی پیمبرؐ کے گھرانے کا نہیں

کہا بانوؑ نے سکینہؑ جو لگی توڑنے دم
جاؤ جنت میں تمھیں کوئی رلانے کا نہیں

بولی زینبؑ کہ گلے سے مرے لگ جانا ذرا
شہؑ نے فرمایا کہ مقدور اب آنے کا نہیں

سیب شامی نے دیا جب تو سکینہؑ نے کہا
لیویں صدقہ یہ چلن اپنے گھرانے کا نہیں

حُر کو آتی تھی صدا تُجھ سے نہ خوش ہوں گے علیؑ
بدلے شبیرؑ کے گر حلق کٹانے کا نہیں

دفن اصغرؑ کو کیا جب تو کہا سرورؑ نے
سوؤ اصغرؑ تمھیں اب کوئی جگانے کا نہیں

کہا مسلمؑ نے وہ بے کس ہوں کہ بعد از رحلت
فاتحہ کو بھی کوئی ہاتھ اٹھانے کا نہیں

جز حسینؑ ابنِ علیؑ حشر میں کوئی بھی دبیرؔ
ہم گنہ گاروں کو دوزخ سے بچانے کا نہیں

سلام

کہے نہ مُجرئی کیوں دائما حسینؑ حسینؑ
بتولؑ روتی ہے کہہ کر سدا حسینؑ حسینؑ

ہر اِک مرض کی سلامی دوا حسینؑ حسینؑ
برائے دیدۂ حق بیں ضیا حسینؑ حسینؑ

کہے جو مُجرئی وقتِ فنا حسینؑ حسینؑ
صدا مزار سے نکلے سدا حسینؑ حسینؑ

نسیمِ غنچۂ تسلیم زیبِ باغِ نعیم
بہارِ گلشنِ صبر و رضا حسینؑ حسینؑ

حواسِ خمسۂ زہراؑ قرارِ شیرِ خدا
امامِ ضامن آلِ عباؑ حسینؑ حسینؑ

ہر اک نبیؑ نے کیا ورد پنجتنؑ کا نام
بہت سے روئے مگر جب کہا حسینؑ حسینؑ

عزیزو مرثیہ سننے کی تم کو کیا حاجت
تمھارے رونے کو ہے اکتفا حسینؑ حسینؑ

مگر بنا کے تیری خاکِ قبر سے تسبیح
تو وِرد کیجیو صبح و مسا حسینؑ حسینؑ

مرا شہید مرا بے گناہ مرا سیّد
مرا امامؑ مرا مقتدا حسینؑ حسینؑ

قطعہ

کیے یہ فاطمہؑ نے بین آ کے مقتل میں
کہاں پڑا ہے مرا دل رُبا حسینؑ حسینؑ

وہ میرے گود کا پالا وہ سیّد والا
وہ لال گیسوؤں والا مرا حسینؑ حسینؑ

ستم کا مارا پیمبرؐ کا پیارا بے چارا
مرا ستارہ میرا مہ لقا حسینؑ حسینؑ

پڑا ہے بے لحد و بے نمازِ میّت آہ
غریب و بے کس و بے آشنا حسینؑ حسینؑ

یہ بین سُن کے کہا لاش نے کہ اے اماں
خُدا خُدا کہو کہتی ہو کیا حسینؑ حسینؑ

دبیرؔ خوفِ سوال و جواب پھر کیا ہے
جواب نامے میں گر ہو لکھا حسینؑ حسینؑ

مہ لقا= چاند کا ٹکڑا

(۴۵)

سلام

غمِ آلِ عبا ہے اور میں ہوں
سلامی یہ غذا ہے اور میں ہوں

بہشتِ جاں فزا ہے اور میں ہوں
خیالِ کربلا ہے اور میں ہوں

سلامِ مرتضیٰ ہے اور میں ہوں
زیارت کی دُعا ہے اور میں ہوں

عجب کیا گر فرشتہ ہو سگِ نفس
درِ شبّیرؑ خدا ہے اور میں ہوں

چُنوں موتی بیابانِ نجف کے
یہ دُر مُدّعا ہے اور میں ہوں

گناہوں سے یہاں کہتا ہے آنسو
بس اک عفوِ خدا ہے اور میں ہوں

مثالِ دانہ پستا ہوں شب و روز
فلک کی آسیا ہے اور میں ہوں

نہ پہنچا کربلا میں تو دمِ حشر
یہ بختِ نا رسا ہے اور میں ہوں

زبان گویا ہے جب تک ہے یہی عہد
ائمہؑ کی ثنا ہے اَور میں ہوں

محبّ ہیں نیک دشمن ہیں میرے نحس
ہمایوں اِک ہما ہے اَور میں ہوں

علیؑ کے حبّ میں نازاں ہے بدخشاں
یہ لعلِ بے بہا ہے اَور میں ہوں

جو ڈھونڈا تاجِ کرسی بول اُٹھا عرش
علیؑ کا نقشِ پا ہے اَور میں ہوں

نبیؐ کہتے تھے اے حیدر تمھارا
شناسا اِک خدا ہے اَور میں ہوں

مسیحا کہتے تھے جاں بخشِ عالم
بس اِک خاکِ شفا ہے اَور میں ہوں

یہی ہے ناخنِ قدرت کی آواز
علیؑ مشکل کشا ہے اَور میں ہوں

ندا دیتا ہے کعبہ ہر سجدہ
درِ خیبر کشا ہے اَور میں ہوں

قطعہ

صفِ دشمن سے حُر نکلا یہ کہہ کر
بس اب راہِ وفا ہے اَور میں ہوں

عمر بولا بھلا جا تُو سوئے شاہؑ
گریباں اب ترا ہے اَور میں ہوں

علیؑ نے دی ندا اے حُر نہ ڈر تُو
ترا حامی خدا ہے اَور میں ہوں

کہا شبیرؑ نے شاہِ شہیداں
پیمبرؐ کا چچا ہے اَور میں ہوں

خبر دیتا ہے رَن میں حُسنِ اکبرؑ
سدا نورِ خدا ہے اَور میں ہوں

جمالِ پاک نازاں ہے کہ بے مثل
شبیہِ مصطفیٰؐ ہے اَور میں ہوں

اب شیریں مخاطب ہے خضر سے
لطیف آبِ بقا ہے اَور میں ہوں

شبِ معراج کہتی ہے کہ یکتا
یہ گیسوے دوتا ہے اَور میں ہوں

ندا ہے دوش پہ نادِ علیؑ کی
سپر اِک لافتیٰ ہے اَور میں ہوں

مگر صد حیف سن کا ہے یہ اظہار
جوانی کی قضا ہے اَور میں ہوں

موئے اکبرؑ تو بولا خنجرِ شمر
بس اب شہؑ کا گلا ہے اَور میں ہوں

جناں میں کہتے ہیں جعفرؑ خوشحال
بہشتوں کی فضا ہے اَور میں ہوں

بنی آدم ہیں مختارِ پر و بال
سکینہؑ کا چچا ہے اَور میں ہوں

خبر دی ہے یہ قرآن سے نبیؐ نے
علیؑ دستِ خدا ہے اَور میں ہوں

قطعہ

وطن میں حالِ صغراؑ جس نے پوچھا
کہا آہ و بُکا ہے اَور میں ہوں

کہاں سے لاؤں بابا کو جو دیکھوں
یہ دردِ لا دوا ہے اَور میں ہوں

یہ کہہ کر مر گیا پیاسوں کا سقّہ
کہ محشر تک حیا ہے اَور میں ہوں

عَلم عبّاسؑ کا دیتا تھا آواز
ہمایوں اِک ہما ہے اَور میں ہوں

نشانِ شاہؑ سے کہتا تھا اقبال
ترا پیرو ہما ہے اَور میں ہوں

سکینہؑ بولی بیٹھو دُلہا بھائی
قدم بوس اک حنا ہے اَور میں ہوں

دُلھن کہتی تھی دل ہے خون جن کا
جہاں میں وہ حنا ہے اَور میں ہوں

نبیؐ کا خون کہتا تھا سرِ دست
شہادت کو حنا ہے اَور میں ہوں

کہا کبراؑ نے پُر ارماں پس از عقد
یتیمِ مجتبیٰؐ ہے اَور میں ہوں

سکینہؑ کو لکھا صغراؑ نے خط میں
تمنّائے قضا ہے اَور میں ہوں

بہن آباد ہیں واں کربلا میں
یہاں کرب و بلا ہے اَور میں ہوں

میسّر آپ کو وصلِ عزیزاں
فراقِ اقربا ہے اور میں ہوں

اُدھر شوقِ اجل ہے اور دُولھا
اِدھر شرم و حیا ہے اَور میں ہوں

پکاری شاہؑ کے لاشہ پہ زینبؑ
ہجومِ اَشقیا ہے اَور میں ہوں

کبھی چہرے پہ گیسو ہیں کبھی ہاتھ
یہ برقع یہ ردا ہے اَور میں ہوں

کسے سونپوں تنِ بے سر تمھارا
کہ اب قیدِ جفا ہے اَور میں ہوں

ندا زہراؑ کی آئی تم سدھارو
یہاں شیرِؑ خدا ہے اَور میں ہوں

علم ہو کر پُکاری تیغ مولاؑ
زبردست اک قضا ہے اَور میں ہوں

قطعہ

کیا نعرہ تکاور نے کہ سب پر
رواں حکمِ خدا ہے اَور میں ہوں

صدا سن کر نبیؐ بولے خدایا
فقط عرشِ عُلا ہے اَور میں ہوں

پدر کا شربتِ دیدار اَور تم
یہاں جامِ دوا ہے اَور میں ہوں

نہ شکوہ ہے پدر کا نے تمھارا
مقدر کا گلہ ہے اَور میں ہوں

بلاتا بیاہ میں جو کہتی زینبؑ
شہیدوں کی عزا ہے اور میں ہوں

کہاں بیٹھوں کہاں مہمان جاؤں
عزا کا بوریا ہے اَور میں ہوں

قطعہ

کہا قاصد سے شہؑ نے خط لکھوں کیا؟
مقدر کا لکھا ہے اَور میں ہوں

اُدھر ظلم و جفا ہے اور اُمّت
اِدھر صبر و رضا ہے اَور میں ہوں

قطعہ

مبارک ہو وطن والِ وطن کو
یہ خاکِ کربلا ہے اَور میں ہوں

قطعہ

دُلھن حیران تھی یا ربّ کروں کیا
غضب کا سامنا ہے اَور میں ہوں

بتا پردے میں یہ کس کی ہے آواز
یہی اب التجا ہے اور میں ہوں

ندا آئی نہیں یاں غیر کا دخل
علیؑ مرتضٰی ہے اور میں ہوں

قطعہ

بہن چلائی تنہا ہو دمِ ذبح؟
کہا شہؑ نے قضا ہے اور میں ہوں

گلا بھی خشک ہے خنجر کی ہے آب
شہادت کا مزہ ہے اور میں ہوں

غبارِ راہِ مہدیؑ ہے نظر میں
تلاشِ کیمیا ہے اور میں ہوں

دعا بھی مال و دولت کی نہ مانگوں
ہمیشہ یہ دعا ہے اور میں ہوں

تمنّا دولت و حشمت کی بے جا
دبیرؔ آخر فنا ہے اور میں ہوں

کوئی دن کو دبیرؔ اب فضلِ حق سے
نجف ہے کربلا ہے اور میں ہوں

(۴۶)

سلام

جلوہ ہے جو غبارِ درِ بو ترابؑ میں
اے مُجرئی وہ نور کہاں آفتاب میں

پڑھ مُجرئی سلام وہ شہؑ کے جناب میں
لکھیں فرشتے جس کو بیاضِ ثواب میں

ہیں اشکِ مُجرئی سے یہ گوہر حجاب میں
وہ ہیں نہاں صدف میں صدف بحرِ آب میں

رہتا ہے آمد آمدِ اکبرؑ کا جو خیال
آنکھیں نہ بند ہوتی تھیں صغریٰؑ کی خواب میں

نسبت کسی نے دی ہے عرق سے جو شاہؑ کی
اُس روز سے ہوئی ہے یہ خوشبو گلاب میں

اہلِ مدینہ بولے کہ بے سر ہوا حسینؑ
رونے کا غُل ہے قبر رسالت مآبؐ میں

قطعہ

زینبؑ نے پوچھا بھائی کے زخموں کا جو شمار
سجادؑ نے کہا یہ پھوپھی کے جواب میں

ہیں اب تو زخم شہ صد و پنجاہ و یک ہزار
باقی حساب ہوئے گا روزِ حساب میں

سینہ پہ بیٹھا راکبِ دوشِ نبیؐ کے شمر
روزِ دہم زمانہ تھا کیا انقلاب میں

آبِ رواں کفن ہوا مسلمؑ کے بیٹوں کا
لاشے بہا دئے اُن کے جو حارث نے آب میں

کہتی تھی بانوؑ دونوں مرے لال مر گئے
اک بچپنے میں دوسرا سنِ شباب میں

کہتے تھے شہؑ مزا تھا جو زہراؑ کے شیر کا
لذّت وہی ہے خنجرِ ہنداں کی آب میں

قطعہ

حُرؑ جب چلا اُدھر سے کہا یا علیؑ مدد
جاتا ہوں فوجِ سبطِ رسالت مآبؐ میں

آئی ندا کہ خوف نہ کر اے مرے رفیق
حیدرؑ ترے جلو میں ہے زہراؑ رکاب میں

شہؑ نے کہا کہ روئے وہ اکبرؑ کے واسطے
فرزند جس کا فوت ہو سنِ شباب میں

پیاسا گیا جہاں سے یہ کون اے فلک
دریا کی موج موج ہے جو پیچ و تاب میں

تھے مالکانِ چادر تطہیر بے ردا
یارو زمانہ اُن پہ تھا کیا انقلاب میں

روتی تھی جب سکینہؑ کو سمجھاتا تھا یہ شمر
اب تو پدر کو اپنے نہ پائے گی خواب میں

انجام حُر کا دیکھو تو اللہ رے نصیب
اوّل ہے نامِ حُر شہدا کے حساب میں

ٹکڑے ہوا وہ مصحفِ ناطق ہزار حیف
جس کے پدر کا وصف ہے اُمّ الکتاب میں

زلفِ سرِ حسینؑ بندھی چوبِ نیزہ سے
سنبل ہے اس قلق سے سدا پیچ و تاب میں

یہ کہہ کے چونک اٹھی ہوئے بیدار میرے بخت
دیکھا جو شاہؑ دیں کو سکینہؑ نے خواب میں

رَن میں جلے وہ شہؑ کے خیامِ فلک شکوہ
تارِ شعاع صرف تھے جن کے طناب میں

کر کر یہ آہ بار شرر بار اے دبیرؔ
تابندہ برق ہوتی ہے اکثر سحاب میں

(۴۷)

سلام

جُو اشک نخلِ غم میں سلامی ثمر نہیں
جس طرح نخلِ شمع کبھی بارور نہیں

بانو لپٹ کے اصغرؑ ناداں کی لاش سے
کہتی تھی: بیبیو مجھے دردِ جگر نہیں

بیٹی نے ہند کی جو کہا ننگے سر ہو کیوں؟
بولی سکینہؑ بھیّا ہمارا پدر نہیں

قطعہ

بابا سے خواب میں یہ سکینہؑ نے عرض کی
کیا وجہ ہے کہ جسمِ مقدس پہ سر نہیں

شہؑ نے کہا فدا کیا اُمّت پہ ہم نے سر
اپنے یتیم ہونے کی تم کو خبر نہیں

کیا قہر ہے کہ شاہؑ کے سینے پہ چڑھ کے شمر
کہتا تھا آہ فاطمہؑ کا مجھ کو ڈر نہیں

اصغرؑ کو اُس نے تیر جو مارا تو بولے شاہؑ
اے حرملہ مگر کوئی تیرا پسر نہیں

جلتا تھا جب کہ خیمۂ شہؑ کہتے تھے مَلک
بے جُرم یوں جلا کسی مہماں کا گھر نہیں

اصغرؑ کی لاش لائے جو شہؑ بانو نے کہا
لے جاؤ اس کو تم مجھے تابِ نظر نہیں

کہتے تھے لوگ دیکھ کر اکبرؑ کی شکل کو
قدرت ہے یہ خدا کی جمالِ بشر نہیں

صغریٰؑ شبِ فراق میں گھبرا کے کہتی تھی
اے رات کیا جہان میں تیرے سحر نہیں

گر خوف تجھ کو آتشِ دوزخ کا ہے دبیر
داغِ غمِ حسین سے بہتر سپر نہیں

سلام

مجرئ اکبرؑ کے ماتم میں پیغمبرؐ روتے ہیں
قبرِ سقائے حرم پر میرِ کوثرؑ روتے ہیں

اے سلامی جو غمِ سرورؑ میں اکثر روتے ہیں
جب وہ مر جاتے ہیں تو اُن کو پیغمبرؐ روتے ہیں

مثلِ نیساں بہرِ فرزندِ پیغمبرؐ روتے ہیں
چشمِ بد دُور اہلِ ماتم صاف کوہر روتے ہیں

بیٹھے بیٹھے بانوؑ کہہ اٹھتی تھی یہ زنداں میں
دیکھنا کوئی پسِ دیوار اصغرؑ روتے ہیں

فاطمہؑ کے لال پر تھا سنگِ باراں پیاس میں
لعل شاہد ہیں لہو اس غم سے پتھر روتے ہیں

قتل ہوتے ہیں جوانانِ حسینیؑ بے گناہ
چشمِ جوہر سے لہو مقتل میں خنجر روتے ہیں

شمر نے پوچھا جو رونے کا سبب ہنگامِ ذبح
شہؑ نے فرمایا تڑپ کر بہرِ خواہر روتے ہیں

روزِ عاشورا کہا صغریٰؑ نے بابا مر گئے
نانی صاحب قبر میں نانا پیمبرؐ روتے ہیں

کُرتے سے منہ ڈھانپتی ہے جب سکینہؑ قید میں
گرد سب بیٹھے ہوئے بچّے برابر روتے ہیں

کہتی تھی فضّہ خبر لو آ کے یا مشکل کشاؑ
ایک رسّی میں بندھے آلِ پیمبرؐ روتے ہیں

دودھ کی خاطر نہیں ہوتے ہیں گریاں شیر خوار
بے زباں اطفال گویا بہرِ اصغرؑ روتے ہیں

بولی صغراؑ گھر گئے آفت میں آ سکتے نہیں
خواب میں آ آ کے پہروں بھائی اکبرؑ روتے ہیں

سحر سے زینبؑ نے کہا دیکھ اپنا رتبہ وقتِ نزع
پائنتی خیر النساؑ بالیں پہ حیدرؑ روتے ہیں

تشنگانِ کربلا کے سقّے کا تازہ ہے غم
اب تلک دریا پہ آ کر میر کوثرؑ روتے ہیں

کہتی تھی بانو کہ میں پانی کہاں سے لاؤں ہائے
صاحبو سوکھی زباں دکھلا کے اصغرؑ روتے ہیں

پوچھتی پھرتی تھی بانو لاش اکبرؑ آئی جب
لوگو دن بیا ہے جواں بیٹے کو کیوں کر روتے ہیں

دربدر شہرِ محرم میں پھرے اہلِ حرم
شیعیانِ اہلِ بیتؑ اس غم سے گھر گھر روتے ہیں

شہؑ کو زینبؑ نے صدا دی ہو گیا سقا شہید
بھائی نہرِ علقمہ پر میرِ کوثر روتے ہیں

شمر رونے پر گھرکتا تو سکینہؑ پوچھتی
کہاں بتلاؤ ہمیں بابا کو کیوں کر روتے ہیں؟

بولی زینبؑ قوّتِ بازو کے بازو کٹ گئے
دونوں ہاتھوں سے کمر پکڑے برادر روتے ہیں

رن میں نیزے چلتے ہیں اکبرؑ پہ بس چلتا نہیں
گھر میں بانو روتی ہے شبیرؑ باہر روتے ہیں

خُلد میں اطفالِ شیعہ سب زیارت کو ہیں جمع
اور گلے کے زخم کو دکھلا کے اصغرؑ روتے ہیں

چرخ تو نے اُس سکینہؑ کو دیا داغِ پدر
ہوش یہ جس کو نہیں بابا کو کیوں کر روتے ہیں

ختم ہے مہماں نوازی مصطفیؐ کی آل پر
حُر کے لاشے پر حرم مانند مادر روتے ہیں

قتل گہہ میں سُن کے نعرہ شیرؑ کا ہر ایک شب
کہتی تھی قومِ اسد بیٹے کو حیدرؑ روتے ہیں

کم سنی میں قتل ہوتے ہیں جو زینبؑ کے پسر
مُلک کے شہپر سے کفِ افسوس جعفرؑ روتے ہیں

خوف اپنی جان کا ہے نے قلق اولاد کا
پر سکینہؑ کی یتیمی پر بہتر(۷۲) روتے ہیں

دیکھتے ہیں صاف ہم چشمِ یقیں سے اے دبیر
رونے والے ہنستے ہیں سب اہلِ محشر روتے ہیں

(۴۹)

سلام

ہے عکسِ گیسوے رُخِ اکبرؑ کہاں کہاں
سنبل کہاں کہاں ہے گُلِ تر کہاں کہاں

کوفے میں کربلا میں بقیعی میں طُوس میں
مدفوں ہوے بتولؑ کے دلبر کہاں کہاں

گلزار میں جناں میں ختن میں تتار میں
پھیلی ہے نکہتِ گُلِ حیدرؑ کہاں کہاں

گُل میں شفق میں لعل میں خورشیدِ صبح میں
ہے رنگِ خونِ کشتۂ خنجر کہاں کہاں

صفّین میں جمل میں اُحد میں تبوک میں
تنہا لڑے ہیں فاتحِ خیبرؑ کہاں کہاں

خورشید میں قمر میں ستاروں میں برق میں
ہے نورِ آفتابِ پیمبرؐ کہاں کہاں

تنور میں شجر میں خزانے میں طشت میں
تھا ایک مصحفِ سرِ سروَرؑ کہاں کہاں

فرقِ عدو میں سینے میں جوشن میں زین میں
در آئی ذوالفقارِ دوپیکر کہاں کہاں

بغداد میں عراق میں خیبر میں شام میں
تھے جمع قتلِ شہؑ کو ستم گر کہاں کہاں

یثرب میں نینوا میں یمن میں مدینہ میں
تھا قتلِ شہؑ کا شیون و محشر کہاں کہاں

دنیا میں آخرت میں سقر میں بہشت میں
ہے اختیارِ حیدرؑ صفدر کہاں کہاں

دربار میں خرابے میں جنگل میں شہر میں
دردا گئی حسینؑ کی خواہر کہاں کہاں

بستی میں جنگلوں میں ترائی میں کوہ میں
شہؑ کو لیے پھرا ہے مقدر کہاں کہاں

دریا میں قتل گہ میں نیساں میں چاہ میں
حضرت نے ڈھونڈا لاشۂ اکبرؑ کہاں کہاں

مقتل میں خیمہ گاہ میں زنداں میں راہ میں
روئے پدر کو عابدؑ مضطر کہاں کہاں

کوچوں میں اور دھوپ میں شہروں میں دشت میں
مسلم کا کھینچا لاشۂ بے سر کہاں کہاں

غربت میں گھر میں قبر میں محشر میں اے دبیر
آئے مدد کو ساقیٔ کوثرؑ کہاں کہاں

۵۰

سلام

مُجرائی نہ کیوں کر رہے ماتم رمضاں میں
عالم سے اُٹھا شاہِ دوعالم رمضاں میں

سر پیٹو سرِ صاحبِ دلدل ہوا زخمی
بے تاج ہوا عرشِ معظم رمضاں میں

ہر روز بُکا کرنا مصیبت پہ علیؑ کے
روزے کی فضیلت سے نہیں کم رمضاں میں

تابوتِ علیؑ اُٹھتا ہے جو تعزیے کے طور
یاد آتا ہے عاشورِ محرم رمضاں میں

صد حیف مسیحائے دوعالم گیا مارا
یہ زخم ہے بے بخیہ و مرہم رمضاں میں

روتے ہیں غمِ ساقیٔ کوثر میں جو دیں دار
ہے چشم بہ از چشمۂ زمزم رمضاں میں

لکھا ہے کہ جبریلِ امیں آ کے شب و روز
کعبے میں بچھاتے ہیں صفِ غم رمضاں میں

خود مرثیہ پڑھتے ہیں وہ منبر پہ علیؑ کا
سب حُور و مَلک روتے ہیں باہم رمضاں میں

چلاتے ہیں الیاسؑ کہ ہے ہے میرا ہادی
اس رنج سے ہے پشتِ خضرؑ خم رمضاں میں

دردا کہ حسینؑ ابنِ علیؑ ہو گئے بے کس
شبّرؑ ہوئے بے مونس و ہمدم رمضاں میں

پہلے کئی دن بیٹوں سے حیدرؑ نے کہا تھا
مر جائیں گے اکیسویں کو ہم رمضاں میں

حج کعبہ کا امسال نہ ہوئے گا میسر
ہم ہوں گے شبِ قدر کو بے دم رمضاں میں

تھا دل کو بہت خوفِ حسابِ دمِ محشر
کی اور بھی مولاؑ نے غذا کم رمضاں میں

کیا عید کی فرحت ہو دبیرؔ اہلِ عزا کو
ہے عید سے بھی رنج مقدم رمضاں میں

(۵۱)

سلام

عصیاں سے مُجرئی نہیں رنج و مِحن ہمیں
ہے مہرِ عفو داغِ غمِ پنجتنؑ ہمیں

اے مُجرئی خزاں ہے بہارِ چمن ہمیں
آتا ہے یاد گلشنِ شاہِ زمن ہمیں

کہتے تھے شاہؑ ہم ہیں وہ بے کس کہ بعدِ مرگ
چالیس دن ملے گا نہ گور و کفن ہمیں

قطعہ

ہم جولیوں سے کہتی تھی صغریٰؑ یہ رو کے آہ
کنبے کی ہے جدائی کا رنج و محن ہمیں

کس طرح کھیلوں ساتھ تمھارے بتاؤ تو
گہ بھائی یاد آتے ہیں گاہے بہن ہمیں

اللہ رے صبر شمر سے سجادؑ نے کہا
لے باندھ دے شقی تُو میانِ رسن ہمیں

صغریٰؑ نے ماں سے کہا جب ہم قضا کریں
تم دیجیو پدر کی عبا کا کفن ہمیں

لغات: عصیاں: گناہ/ہم جولیوں: سہلیوں/قضا: انتقال

کبریٰ کو دیکھ دیکھ کے بولیں زنانِ شام
ہے اس دُلھن کے حال پہ رنج و محن ہمیں

رنڈ سالا جوڑا بیاہ کا کنگنے کی جا رسن
یہ رسم ٹو دکھاتا ہے چرخِ کہن ہمیں

کبریٰ جواب دیتی تھی دولھا ہوا شہید
بیوہ ہیں ہم نہ تم کہو لوگو دُلھن ہمیں

کہتے تھے شاہؑ عشقِ الٰہی کا ہے وفور
بیٹے کی یاد ہے نہ خیالِ وطن ہمیں

قطعہ

انصارِ شاہؑ کہتے تھے کیوں کر نہ ہوں فدا
تحسین کرتے ہیں شہِ خیبر شکن ہمیں

آئی ہیں حوریں لینے کو جنّت کے در تلک
جنّت میں ہیں بلاتے رسولِ زمن ہمیں

کبریٰ یہ بولی صبح کو ہو گا بنا شہید
اک شب کی شب بناؤ نہ لوگو دُلھن ہمیں

چہلم کو لاشِ شاہؑ نے زہراؑ سے یہ کہا
اے والدہ ملا نہیں اب تک کفن ہمیں

کہتے تھے شاہؑ قبر بنائیں صغیر کی
ننّھا سا قطع کر دے جو کوئی کفن ہمیں

اکبرؑ کو ہچکی آئی دمِ نزع تو کہا
شاید کہ یاد کرتی ہے صغریٰؑ بہن ہمیں

زینبؑ کا صبر دیکھ کے کہتے تھے شاہِ دیں
زہراؑ کا یاد آتا ہے اس دم چلن ہمیں

کہتے تھے شاہؑ مرگ تو دیکھی عزیزوں کی
اب اور کیا دکھائے گا چرخِ کہن ہمیں

زنداں میں رو کے ماں سے سکینہؑ یہ کہتی تھی
لے جائے گا نصیب نہ سوے وطن ہمیں

زینبؑ پکاری دفن ہوئی شب کو فاطمہؑ
اور ننگے سر پھراتا ہے چرخِ کہن ہمیں

کہتے تھے شاہؑ آبِ جہاں مہرِ فاطمہؑ
اور شمر ذبح کرتا ہے تشنہ دہن ہمیں

مل کر گلے سکینہؑ کے صغریٰؑ نے یہ کہا
سوغات تم جو لائی ہو دو اے بہن ہمیں

لغات: کنگنے: چوڑیاں/روئوں: شدید/رنڈا: دلھا

بولی سکینہؑ کیا کروں تم سے سفر کا حال
واں کا کبھی نہ بھولے گا رنج و محن ہمیں

بازو دکھا دکھا کے سکینہؑ نے پھر کہا
سوغات میں ملے ہیں یہ داغِ رسن ہمیں

زینبؑ نے ہند سے کہا چادر نہ تو اوڑھا
سر ننگے اب تو دیکھ چکے مرد و زن ہمیں

مسلم کی لاش نے سرِ شبیرؑ سے کہا
اب تک نہیں ملا میرے مولاؑ کفن ہمیں

زینبؑ نے وقتِ دفن یہ سجادؑ سے کہا
بتلا دو گن کے بھائی کے زخمِ بدن ہمیں

سجادؑ بولے کیا کہوں زخموں کا تم سے حال
وقتِ شمار ہوتا ہے رنج و محن ہمیں

ہیں تن پہ زخم نو صدوپنجاہ ویک ہزار
آگے نہیں ہے اے پھوپھی تابِ سخن ہمیں

کہتے تھے اہلِ بیتؑ اٹھا لے ہمیں خدا
ہنستے ہیں دیکھ دیکھ کے سب مرد و زن ہمیں

سوغات: تحفے/ہند سے مراد ہندا (یزید کی بیوی جو محبِ اہلِ بیتؑ تھی)

قبرِ نبیؐ میں غُل تھا یہ دسویں کو وقتِ عصر
پُرسا دو اب حسینؑ کا اہلِ وطن ہمیں

کہتی تھی بانُو جا کے ملوں شیر خوار سے
کوئی بتا دے رستۂ نہرِ لبن ہمیں

لیتے ہیں شہؑ سے حلّۂ فردوس اے دبیرؔ
کرتا ہے چاک پنجۂ غم سے کفن ہمیں

(۵۲)

سلام

رہے جو مُجرئی شہؑ کے فغاں میں
وہ ہو گا حشر کو باغِ جناں میں

چچا مارے گئے بولی سکینہؑ
میں شرماؤں گی اب مُحرد و کلاں میں

نشانِ مرتضیٰؑ کہتا تھا ہر دم
عجب ہی شان ہے شہؑ کے نشاں میں

فغاں زہراؑ نے کی تب مثلِ بلبل
خزاں آئی جب اس کے بوستاں میں

سکینہؑ سے شبِ عاشور شہؑ نے
کہا ہم کل نہ ہوں گے اس مکاں میں

کہا زہراؑ نے پی لو آبِ کوثر
گیا اصغرؑ جوہیں باغِ جناں میں

سکینہؑ مر نہ جائے بولے عابدؑ
بندھے اہلِ حرم جب ریسماں میں

مُحرد و کلاں: بڑے اور چھوٹے / باغِ جناں: بہشت / بوستاں: گلزار

کہا زہراؑ نے شاید ہے یہ اکبرؑ
رکھے ہے جو انگوٹھی کو دہن میں

کہا شہؑ نے خدا حافظ اے اصغرؑ
لعیں نے تیر جب جوڑا کماں میں

کہا زینبؑ نے عابدؑ کو نہ مارو
یہی ہے اِک ہمارے خاندان میں

رہے سجادؑ جیتے بعدِ سرورؑ
مگر مشغول فریاد و فغاں میں

دبیر خستہ کی ہے عرض شہؑ سے
سخن سر سبز ہو باغِ جناں میں

(۵۳)

سلام

السّلام اے قبرِ زیبائے حسینؑ
نورِ حق خاکِ شفا جائے حسینؑ

اپنے صاحب سے شفاعت کر مری
کربلا میں یاد فرمائے حسینؑ

عرشِ اعظم فرشِ پا انداز ہے
لامکاں ہے قصرِ والائے حسینؑ

پھر نہ کعبے کو نہ یثرب کو گئے
کربلا میں کس گھڑی آئے حسینؑ

زلفوں میں آہستہ کنگھی کرتی تھی
کس قدر زہراؑ تھی شیدائے حسینؑ

کیا قیامت ہے کہ باندھی شمر نے
نیزے سے زلفِ سمن سائے حسینؑ

مر گئے سیدانیوں کے سب عزیز
اے فلک کس کس کو سمجھائے حسینؑ

لغات: سوا: مرا

سلام

سلامی کرتے تھے اکبرؑ خطاب آہستہ آہستہ
تکاں ہے زخمِ دل کو چل عقاب آہستہ آہستہ

چلا حُر جب سوے شبیرؑ گردوں سے صدا آئی
کہ زہراؑ آتی ہے تھامے رکاب آہستہ آہستہ

ادب لازم ہے تجکو کر نہ جولاں اپنے مرکب کو
کر اے حُر طے تو اَب راہِ ثواب آہستہ آہستہ

نقاہت سے نہ تھی طاقت جوشہؑ کے ہاتھ میں باقی
لکھا صغراؑ کی عرضی کا جواب آہستہ آہستہ

قطعہ

سناں اکبرؑ کے سینے سے لگے جب کھینچنے سرورؑ
کیا رو رو کے یوں اُس سے خطاب آہستہ آہستہ

یہ برچھی ہے جگر میں اور جگر میرا ہے برچھی میں
سناں کھینچو شہؑ عالی جناب آہستہ آہستہ

جب آئی بندِ زنداں میں تو زینبؑ شرم سے رُخ پر
تھی روتی ڈالے بالوں کی نقاب آہستہ آہستہ

پلایا زہر شبرؑ کو کیا شبیرؑ کو بے سر
مٹایا خاندانِ بُوترابؑ آہستہ آہستہ

رُکا گھوڑا جو چل کر خیمے سے شہؑ نے کہا رو کر
نہ کر اے اسپ طے راہِ ثواب آہستہ آہستہ

اُٹھا کر اپنی گردن وہ لگا کہنے چلوں کیوں کر
سکینہؑ آتی ہے تھامے رکاب آہستہ آہستہ

ٹھہر کر راہ چلتے تھے جو عابدؑ ناتوانی سے
رواں زنجیر تھی جوں موجِ آب آہستہ آہستہ

کہا زینبؑ نے دیکھوں اور بھائی کو کوئی ساعت
الٰہی ہو طلوعِ آفتاب آہستہ آہستہ

قطعہ

اٹکتا تھا جو ہر دم خنجر بے آب قاتل کا
کہا شہؑ نے یہ باصد اضطراب آہستہ آہستہ

اذیت مجکو ہوتی ہے ترے خنجر کے رُکنے سے
نہ کر تو ذبح اے خانہ خراب آہستہ آہستہ

حرم کو تھی جو رونے کی مناہی قید خانے میں
فغاں کرتے تھے وہ سینہ کباب آہستہ آہستہ

شہیدوں کو فقط اس واسطے مرنے کی جلدی ہے
حساب اپنا نہ ہو روزِ حساب آہستہ آہستہ

کیا جن ظالموں نے باغِ زہراؑ جلد یوں ویراں
فرشتے اُن پہ کرتے ہیں عذاب آہستہ آہستہ

کہا صغراؑ نے رو کر آتشِ فرقت نے بابا کے
کیا ہے طائرِ دل کو کباب آہستہ آہستہ

دبیرِ خستہ ہے مردم کو خوفِ آمدِ طوفاں
غمِ شہؑ میں بہا چشموں سے آب آہستہ آہستہ

(۶۲)

سلام

گئے سوے میداں جو اکبرؑ دوبارہ
سلامی ہوا گھر میں محشر دوبارہ

عجب تفرقہ تھا تن و سر میں جس سے
ہوا دفن فرزندِ حیدرؑ دوبارہ

بہت روئی تھی بارشِ خوں سے صغریٰؑ
رُلانے کو آیا کبوتر دوبارہ

پھری لوٹ بعد از وفاتِ سکینہؑ
پہنتے نہ پائی وہ گوہر دوبارہ

جلا خیمۂ شہؑ تو بولے ملائک
نبیؐ کا جلایا گیا گھر دوبارہ

ملا پہلے حلقوم سے پھر قضا سے
پھرا شہؑ کی گردن پہ خنجر دوبارہ

سنا حالِ زینبؑ پس از قتلِ شبیرؑ
بہت روئے جنّت میں حیدرؑ دوبارہ

حسنؑ نے کہا کیا ہوا قتل قاسمؑ؟
اٹھا درد جو دل کے اندر دوبارہ

چھنا تھا مدائن میں پھر کربلا میں
لٹا شہر بانو کا زیور دوبارہ

ہوئے قتل اکبرؑ تو شہؑ بولے مجھکو
ہوا ہے فراقِ پیمبرؐ دوبارہ

کہا والدہ نے یہ مرنے کی جلدی
نہ ہچکی بھی لی تم نے اکبرؑ دوبارہ

لیا نام زینبؑ کا اکبرؑ نے پہلے
کہا مرتے دم منہ سے مادر دوبارہ

ردائیں جو شیریں نے دیں شمر بولا
کہ چھنوا اسیروں کی چادر دوبارہ

خطِ تیغ تھے شہؑ کے تن پر مکرّر
کریں جیسے کاغذ پہ مسطر دوبارہ

کہا شہؑ نے کیا تیر ظالم نے مارا
کہ تڑپا نہ ہاتھوں پہ اصغرؑ دوبارہ

کٹا حلق شبیرؑ کا بعدِ شبّر
ہوئے سر برہنہ پیمبرؐ دوبارہ

چڑھا سینۂ شہ پہ جلاد ہیہات
نہ سجدے سے اٹھنے دیا سر دوبارہ

قطعہ

کہا شہؑ کے لاشے نے روحؑ الامیں سے
اگر مجکو بخشے خدا سر دوبارہ

کہوں شمر سے میں کہ ظالم رواں کر
مرے حلقِ تشنہ پہ خنجر دوبارہ

کمر سے جو لی تیغ شہؑ نے تو بولی
میں کاٹوں گی جبریلؑ کا پر دوبارہ

ہوئی آمد آمد جو اکبرؑ کی رَن میں
پرے سب نے باندھے برابر دوبارہ

سواری جو دیکھی تو باہم پکارے
ہوا خلق پر فصلِ داور دوبارہ

عمر نے کہا کیا وہ بولے ارے دیکھ
ہدایت کو آئے پیمبرؐ دوبارہ

یہ چہرہ ہے یا آج کے دن افق سے
برآمد ہوا مہرِ انور دوبارہ

صفا رُخ میں وہ ہے جو سُن لے کسی سے
نہ آئینہ دیکھے سکندر دوبارہ

مدد کرتے ہیں نزع میں مومنوں کی
لحد میں تو آتے ہیں حیدرؑ دوبارہ

یہ حسرت تھی قربان ہونے کی شہؑ پر
کہ اخطف ہوا زندہ مر کر دوبارہ

کہا شہؑ نے روضے سے نکلے تھے کس وقت
کہ دیکھی نہ قبرِ پیمبرؐ دوبارہ

شہیدوں کے قاتل معذّب ہیں اب بھی
سزا پائیں گے روزِ محشر دوبارہ

اُجاڑا تھا اے چرخ کس طرح تُو نے
بسا جو نہ سادات کا گھر دوبارہ

خدا لے گا پہلے حسابِ خلائق
پڑھیں گے علیؑ سب کے دفتر دوبارہ

تجھے خبر ہے تمھیں اس جفا کی
ہوئے قید سجادؑ کیوں کر دوبارہ

وہی ہتھکڑی تھی وہی طوق و زنجیر
وہی گردِ اعدا کا لشکر دوبارہ

معذّب: عذاب پانے والے

بھتیجے کی تنہائی پر ہل گیا دل
گئی ساتھ زینبؑ کھلے سر دوبارہ

یہ بسمل ہوئی راہ میں بیلچے سے
نہ گھر کو پھری بنتِ حیدرؑ دوبارہ

دبیرؔ ایک خوبی طبیعت کی یہ ہے
کہ ثابت کیا جابجا ہر دوبارہ

سلام

مُجرئی شہؑ کو نہ کیوں خلقِ خدا یاد کرے
جو خدا کو تہِ شمشرِ جفا یاد کرے

مُجرئی ہند کو پھر میری بلا یاد کرے
درِ دولت پہ اگر شیرِؑ خدا یاد کرے

ہر قدم شمر کا تھا حکم کہ وقتِ بے داد
نہ کوئی محکمۂ روز جزا یاد کرے

پشت پر دُرّۂ بےداد لگاؤ اتنے
جب تلک زندہ رہے زینِؑ عبا یاد کرے

کس طرح خاک اڑا کر نہ دمِ سرد بھرے
باغِ زہراؑ کی خزاں کو جو صبا یاد کرے

اپنے ہر شیعہ سے مولاؑ کی یہ فرمایش ہے
جو پیے پانی مرا خشک گلا یاد کرے

کلمہ کو آہ فراموش کریں حق اس کا
اُمتِ جدؐ کو جو ہنگام دعا یاد کرے

کہا بانو نے نہ پانی بھی ملا میرے گُہر
جا کے فردوس میں بچہ مرا کیا یاد کرے

قطعہ

دیکھ کر چہرۂ اکبرؑ یہ پکارے اعدا
کون یوسفؑ کو حضور اس کے بھلا یاد کرے

رُخ ہے وہ گلشنِ قدرت کہ بوقتِ گُل گشت
دل عنادل کا نہ اک گُل کی صفا یاد کرے

گر نگہ خضر کی ہو چاہِ ذقن سے سیراب
پھر نہ وہ ذائقۂ آبِ بقا یاد کرے

زلف وہ زلف کہ شیرازۂ اجزائے ثواب
ہے خطا یاں جو کوئی مشکِ خطا یاد کرے

چشم وہ چشم کہ نظارہ کرے اس کا اگر
نرگسِ باغِ جناں کو نہ صبا یاد کرے

قدِ پُرنور ہے وہ شمع کہ دیکھے جو کلیمؑ
شجرِ طور کی ہرگز نہ ضیا یاد کرے

واہ کیا نور ہے کیا حسن ہے اللہ اللہ
ایسے بندوں کو نہ کیوں جُندِ خدا یاد کرے

بولی صغریٰؑ کہ مسیحا نے بھلایا مجکو
گور اب یاد کرے یا کہ قضا یاد کرے

آہ قتل اُس کے نواسے کو کریں شہر سے دور
عرش پر اپنے قریں جس کو خدا یاد کرے

پُرزے پُرزے کریں تن اُس کا مسلماں صد حیف
جس کو تعظیم سے قرآں میں خدا یاد کرے

سونا راتوں کا سکینہؑ کو نہ بھولے کیوں کر
جب کہ دل سینۂ شاہِ شہداؑ یاد کرے

ہے یقیں عشرتِ دنیا سے طبیعت بھر جائے
بعد عاشور جو رونے کا مزا یاد کرے

ننگے سر پھرنے سے کس طرح نہ زینبؑ شرمائے
پردہ ماں کا جو وہ محتاج ردا یاد کرے

ذکر شبیرؑ کا یوں کرتی تھی صغریٰؑ بیمار
جیسے تپ میں کوئی آیاتِ شفا یاد کرے

دستِ فریاد یقیں ہے کہ کفن سے ہو بلند
ضرب دُرّوں کی اگر خیرالنساؑ یاد کرے

غرق ہو نوحؑ کے طوفان میں ہر کشتیِ چشم
گر بُکا میں کوئی عابدؑ کا بُکا یاد کرے

کو میں ذاکر ہوں پہ محشر میں یہ خواہش ہے دبیرؔ
سگِ در کہہ کے مجھے شبیرؑ خدا یاد کرے

نہ تو جنّت کی نہ فردوس کی خواہش ہے دبیرؔ
بس نجف میں مجھے اب شیرِؑ خدا یاد کرے

سلام

اے مُجرئی شبیرؑ کو کیا یادِ خدا تھی
سر پر تھی قضا اور نماز ان کی ادا تھی

مُجرائی سرِ شہؑ کی یہ نیزے پہ صدا تھی
پوچھو تو کوئی شمر سے کیا میری خطا تھی؟

لاغر ہوئے یاں تک سفرِ شام میں عابدؑ
پُتلی حرکت میں صفتِ قبلہ نما تھی

تنہائی کا غم پیاس کا دُکھ زخموں کی شدّت
شبیرؑ کی اِک جان پہ افراطِ بلا تھی

عابدؑ نے کہا گنجِ شہیداں پہ کہ افسوس
بیمار کی قسمت میں نہ یہ خاکِ شفا تھی

قاتل نے کہا شہؑ سے دمِ ذبح کہ مولا
اک بی بی کھلے سر ابھی مشغولِ بُکا تھی

شہؑ بولے کہ سمجھا کے اُسے لے گئے ہاں
وہ مادرِ شبیرؑ بتولِ عذرا تھی

کیا قہر ہے تھے آلِ یزید اپنے محل میں
زندان میں ذرّیتِ محبوبِ خدا تھی

سب کہنے لگے دیکھ کے تابوتِ سکینہؑ
واللہ یہی عاشقِ شاہِ شہدا تھی

پہنا تھا کفن دُلھا نے اور ہاتھ تھے پُرخوں
نے خلعتِ شاہانہ تھا ہرگز نہ حنا تھی

دولت جسے دے کر شہؑ دیں نے کیا آزاد
بانو کو اُڑھائی اُسی شیریں نے ردا تھی

زینبؑ نے کہا چھین کے تو لے گیا افسوس
اے شمر مرے سر پہ یہ زہراؑ کی ردا تھی

زینبؑ نے جو صدقے کیا بیٹوں کو تو کُل تھا
زہراؑ بھی یونہی باپ کی اُمت پہ فدا تھی

کس پیار سے شہؑ کہتے تھے سر زانو پہ رکھ کر
سچ تو یہ ہے اے حُر ترے حصّے میں وفا تھی

کس طرح سکینہؑ کو ملا ہو گا کفن آہ
زینبؑ کی نہ چادر تھی نہ عابدؑ کی عبا تھی

ہوتی ہے شفا خاک سے شبیرؑ کی سب کو
زندان میں عابدؑ کو میسّر نہ دوا تھی

شبیرؑ کے سینے پہ چڑھا شمرِ ستم گر
اے چرخ بھلا دیکھ تو یہ کون سی جا تھی

اُمّت کے لیے شاہؑ نے کٹوا دیا گھر کو
کیا رحم تھا کیا فیض تھا کیا جُود و عطا تھی

قطعہ

کرتے تھے عَدُو مدح یہ اکبرؑ کی پس ازقتل
کیا جرأتِ لختِ جگرِ شیرِ خدا تھی

کیا حُسن تھا کیا نُور تھا کیا رُعب تھا کیا شان
کیا شکل تھی کیا چشم تھی کیا زلفِ دوتا تھی

تو سن تھا کہ صَرصَر تھا وہ یا شعلۂ آتش
شمشیر تھی یا برق تھی کیا جانیے کیا تھی

جلّاد نے کس وقت شہؑ دیں کو کیا ذبح
زانو پہ رکھے سر کو بتولِؑ عذرا تھی

لاش آئی جو قاسمؑ کی تو سر کھول کے پیٹی
ہر چند بہت فاطمہ کبریٰؑ کو حیا تھی

شہؑ کھینچتے تھے تیر کو اور کہتے تھے رُو رُو
اے مُحرملہ تقصیر بھلا بچّے کی کیا تھی؟

صغریٰؑ نے کہا جب کہ ہوئی شہؑ سے جدائی
کیا میرے مرض کے لیے دنیا میں دوا تھی

رویا نہیں آ کر کوئی لاشِ شہداؑ پر
اک فاطمہؑ اس شہؑ کی مگر اہلِ عزا تھی

ہے عزّ و وقار اپنا وجیر اہل عزا میں
تقدیر میں مدّاحیِ شاہِ شہدا تھی

(۶۵)

سلام

جس کے مدفن کی درِ شہؑ پہ بنا ہوتی ہے
خاک اُس مُجرئی کی خاکِ شفا ہوتی ہے

حُر نے پوچھا یہ بلائیں مری لیتا ہے کون؟
شاہؑ بولے مری ماں تجھ پہ فدا ہوتی ہے

کہا قاصد نے یہ صغریٰؑ سے کیا ترک علاج
واں میسّر نہیں عابدؑ کو دوا ہوتی ہے

اِس قدر پیاس سے سوکھا ہے گلا سرورؑ کا
کہ رواں اُس پہ نہیں تیغِ جفا ہوتی ہے

شہؑ نے رو کر یہ دمِ رخصتِ عباسؑ کہا
تم جدا ہوتے نہیں رُوح جدا ہوتی ہے

جب کہ مارے گئے شبیرؑ تو تھا شور کہ اب
ننگِ سر آلِ رسولؐ دو سرا ہوتی ہے

سجدہ خنجر کے تلے کر کے یہ کہتے تھے حسینؑ
کو قضا ہے پہ نماز اپنی ادا ہوتی ہے

کہا باٹو نے کہ قسمت کی رسائی دیکھو
لاشِ اصغرؑ بھی شریکِ شہداؑ ہوتی ہے

ماں نے قاسمؑ کی کہا سرکو نہ کٹواؤ تم
دیکھو اے واری یہ پابوسِ حنا ہوتی ہے

کہتی تھیں بیبیاں جس روز سے ہیں زنداں میں
نیند سے ہم نہیں آگاہ کہ کیا ہوتی ہے

شاہؑ کہتے تھے سکینہؑ سے کہ چھوڑو دامن
اب کوئی دم میں گلو گیر قضا ہوتی ہے

شاہؑ کہتے تھے کہ کس طرح مدینہ میں رہوں
اب مری گور کی جنگل میں بنا ہوتی ہے

کہا صغریٰؑ نے جو آ جائیں مسافر میرے
تبِ فرقت سے ابھی مجھ کو شفا ہوتی ہے

گر پڑی سر سے جو چادر تو کہا زہراؑ نے
دور شاید سرِ زینبؑ سے ردا ہوتی ہے

ملتجی بہرِ زیارت ہے سدا حق سے دبیرؔ
کب تلک دیکھیے مقبول دعا ہوتی ہے

(٦٦)

سلام

مُجرئی آیا محرم خوں بہایا چاہیے
مرثیہ پڑھ کر محبوں کو رُلایا چاہیے

سرگزشتِ شاہؑ مُجرئی سنایا چاہیے
فاطمہؑ آئی ہے رونے کو رُلایا چاہیے

ہے کفن اپنا کیا زہراؑ نے مرقد میں سیاہ
ہے ردا پوشاکِ ماتم کی رنگایا چاہیے

مومنیں فرماتے ہیں رکھ رکھ کے پانی کی سبیل
نام پر شبیرؑ کے پانی پلایا چاہیے

اکبرؑ و عباسؑ و قاسمؑ قتل جس دم ہو گئے
شاہؑ نے دل سے کہا اب سر کٹایا چاہیے

ماں یہ کہتی تھی سکینہؑ باندھتی ہے اپنے ہاتھ
اب تو اے قاسمؑ بنے منہدی لگایا چاہیے

مجلسِ شبیرؑ کی دیتی ہیں حوریں جب خبر
فاطمہؑ کہتی ہے اب رونے کو جایا چاہیے

صبح عاشورہ یہ فرماتا تھا فرزندِ بتولؑ
سر کٹایا چاہیے اُمت بچایا چاہیے

جب کہ زنداں سے چھٹے عابد تو یہ دل سے کہا
چل کے اَب گور غریباں بھی بنایا چاہیے

شمر کہتا تھا کہ پیاسا ذبح کیجیے شاہؑ کو
سو رہی ہے قبر میں زہراؑ جگایا چاہیے

بولے شہؑ چہلم تلک لاشیں جلیں گی دھوپ میں
عرض کی انصار نے حضرت کا سایا چاہیے

کہتے تھے ظالم ہوئی ہے دفن زہراؑ رات کو
ننگے سر زینبؑ کو اب دَر دَر پھرایا چاہیے

بولی زہراؑ خُلد میں بے چین ہے میرا حسینؑ
قید خانہ سے سکینہؑ کو بلایا چاہیے

قطعہ

لاشِ اصغرؑ کو دکھا کر شہؑ نے بانُو سے کہا
گور میں اس بھولے بھالے کو سلایا چاہیے

جب کہ پہناتی تھیں تم کرتا مچل جاتا تھا یہ
اس کو آہستہ کفن بانُو پہنایا چاہیے

قطعہ

عرض کی بالی سکینہؑ نے کہ اے بابا حسینؑ
دھوم سے تابوت اصغرؑ کا اُٹھایا چاہیے

پہلی منزل ان کو پہنچانے چلوں گی میں غریب
اب کوئی صندوق چھوٹا سا منگایا چاہیے

دیکھ کر انبوہ کو کہنے لگی قاسمؑ کی ماں
رات کی بیاہی کو اے لوگو چھپایا چاہیے

جا کے فضہ نے کہا زینبؑ سے شہؑ مارے گئے
اب رسولؐ اللہ کی مسند بچھایا چاہیے

کہتی تھی سیدانیاں ہنستے ہیں ہم پر مردوزن
یاعلیؑ اب قید سے ہم کو چھڑایا چاہیے

شاہؑ بولے حُر پڑا ہے دھوپ میں اے فاطمہؑ
آپ کی چادر کا اُس لاشے کو سایا چاہیے

کاٹ کر عباسؑ کے شانوں کو نوفل نے کہا
ہاتھ یہ چل کر سکینہؑ کو دکھایا چاہیے

زیرِ خنجر شمر سے رو رو کے کہتے تھے حسینؑ
اب تو اے ظالم مجھے پانی پلایا چاہیے

شمر نے بانوؑ کو بتلا کر لعینوں سے کہا
اس کے آگے جُھولا اصغرؑ کا جُھلایا چاہیے

لاشۂ عباسؑ پر رو رو سکینہؑ کہتی تھی
اے چچا ہم تم سے روٹھے ہیں منایا چاہیے

بولی زینبؑ ننگے سر ہوں اور پڑی ہوں قید میں
ہند کو ہرگز نہ نام اپنا بتایا چاہیے

شہؑ کا سر کہتا تھا ڈرتی ہے سکینہؑ شمر سے
اے بہن آغوش میں اس کو چھپایا چاہیے

تیرے مرقد کی قسم یاں سخت عاجز ہے دبیرؔ
یا حسینؑ اب ہند سے اس کو بلایا چاہیے

(۶۷)

سلام

مُجرائی قطعِ آب تھا اور کچھ غذا نہ تھی
پر بے حواس فاقے میں فوجِ خدا نہ تھی

آزار سے گناہ کے ممکن شفا نہ تھی
مُجز خاکِ پاک مُجرئی اُس کی دوا نہ تھی

حق کی ولا میں شاہؑ کو فکرِ بلا نہ تھی
مُجرائی باغِ خُلد سے کم کربلا نہ تھی

مُجرائی کیا غضب ہے کسی کو حیا نہ تھی
بلوے میں سر پہ آلِ نبیؐ کے ردا نہ تھی

پہنے تھے جس نے حُلّۂ فردوس بارہا
مُجز دھوپ اس کی لاش پہ ہے ہے ردا نہ تھی

صغریٰؑ نے پوچھا سچ ہے پدر بے کفن رہے؟
بولے حرم کہ پاس ہمارے ردا نہ تھی

تعمیر اس لیے کیا کعبہ خلیلؑ نے
قابل کوئی ولادتِ حیدرؑ کے جا نہ تھی

لاشے یتیموں کے جو بہائے فرات میں
کیا چرخ دو مزاروں کی دنیا میں جا نہ تھی؟

لے کر ردائیں ناریوں نے گھر جلا دیا
بیووں کے واسطے کوئی چھپنے کی جا نہ تھی

تھپیہ اشک ماتمِ شہؑ نے دیا شرف
آگے یہ آبروے دُرّ بے بہا نہ تھی

سرتاج صابراں کا قدم تھا جو بیچ میں
زنجیر کے بھی نالوں میں پیدا صدا نہ تھی

کبریٰؑ پہ خاتمہ ہے حیا کا کہ رات بھر
مانندِ شمع روتی تھی لیکن صدا نہ تھی

دنیا سے زیرِ عرش گئے لے کے قافلہ
ہاں قابلِ شہؑ دوسرا یہ سرا نہ تھی

للہ رے تازیِ شہؑ غازی کی جلد نرم
ایک ایک رگ بدن کی اُسے تازیانہ تھی

باطن میں تیرِ حرملہ تھا اور دلِ حسینؑ
ظاہر میں شیرخوار کی گردن نشانہ تھی

لایا فلک حسینؑ کو واں جس زمین پر
جز اشک و آہ اور کچھ آب و غذا نہ تھی

پانی تو اہلِ بیتؑ پہ زنداں میں بند تھا
پر اُس پہ یہ غضب تھا کہ مطلق ہوا نہ تھی

آئے گی حشر میں اب سوفار سے صدا
بانٹو کے بے زبان کی یا رب خطا نہ تھی

پیاسوں سے آ کے خواب میں عباسؑ نے کہا
قسمت کا تھا قصور ہماری خطا نہ تھی

سوکھی زباں دکھانے پہ ظالم نے مارا تیر
اصغرؑ کی اور اس کے سوا کچھ خطا نہ تھی

عابدؑ پکارے کورِ غریباں بنا کے آہ
بیمارؑ کے نصیب میں خاکِ شفا نہ تھی

کہہ اے فلک قسم تجھے اپنے ہی ظلم کی
عابدؑ کی پشت لائقِ صد تازیانہ تھی

رعشہ ورم بخار غشی ضعف دردِ سر
عابدؑ کو اتنے عارضے تھے اور دوا نہ تھی

قربان غربتِ لحدِ ہمنِ بوترابؑ
مظلومیت فقط عوضِ شامیانہ تھی

قطعہ

زنداں میں بیٹی سے کہا زہراؑ نے خواب میں
زینبؑ یہ رسمِ الفت و مہر و وفا نہ تھی

چھوڑ آئی میرے بچے کو جنگل میں بے کفن
قابل کفن کے لاش مسافر کی کیا نہ تھی؟

زینبؑ نے عرض کی کہ میں کفناتی کس طرح
تھاں خدا گواہ کہ سر پر ردا نہ تھی

نیزے پہ قبلہ رُخ تھا سرِ وارثِ حرم
بہرِ نماز حاجتِ قبلہ نما نہ تھی

بولی سکینہؑ بوند نہ دی میرے عمو کو
اے نہر تو جہیز میں دادی کی کیا نہ تھی

زنجیر و طوق دیکھ کے سجادؑ نے کہا
کیا اور اس مریض کی خاطر دوا نہ تھی

کیوں شمر تیری فوج میں اک میرے واسطے
خنجر نہ تھا سناں نہ تھی تیغِ جفا نہ تھی
باندھا رسن سے گردنِ مشکل کشاؑ کو ہائے
حاجت روا کے ساتھ یہ بدعت روا نہ تھی

ہیہات چوبِ بید سے کھولے لبِ حسینؑ
بے رحم کو یہ دست درازی روا نہ تھی

آئے حسینؑ لاشۂ اکبرؑ پہ کس گھڑی
ساقط تھی نبض روح بدن سے روانہ تھی

قطعہ

زینبؑ نے پوچھا سینے پہ سیّد کے جو چڑھا
کیوں شمر یہ قساوتِ قلبی تھی یا نہ تھی

پھیری چُھری جو شہ رگِ حلقِ حسینؑ پر
بتلا وہ بوسہ گاہِ رسولؐ خدا نہ تھی

محسن کا قتل غصبِ فدک قیدِ مرتضیٰؑ
اس ابتدائے ظلم کی کچھ انتہا نہ تھی

اسرارِ جنبشِ لبِ شبیرؑ کا کھلا
ہنگامِ ذبح بندِ زبانِ دعا نہ تھی

یثرب میں آئی خواب میں زینبؑ کے یوں بتولؑ
ماتھا بھرا تھا خون سے سر پر ردا نہ تھی

زینبؑ نے پوچھا کس کے لہو سے جبیں ہے لال؟
تم پر تو آفتِ سفرِ کربلا نہ تھی

رو کر کہا بتولؑ نے تم یاد تو کرو
کس وقت کس جگہ میں شریکِ عزا نہ تھی؟

خیمہ میں جب تڑپتا تھا اصغرؑ بغیر شیر
فاقے سے کانپتی تھی سکینہؑ غذا نہ تھی

اکبرؑ پہ تھا جوانی کے عالم میں قحط آب
عابدؑ پہ تھی بخار کی شدت دوا نہ تھی

ان حادثوں میں بھولتی ہے ہے حسینؑ کو
زینبؑ میں سخت دل نہ تھی میں بے وفا نہ تھی

روئی تمھارے ساتھ بہتر کی لاش پر
زینبؑ میں کس شہید کی صاحب عزا نہ تھی؟

جھاڑا تھا کس نے بالوں سے صحرائے کربلا
ہے ہے میں کربلا میں شب قتل کیا نہ تھی؟

رخصت کہن حسینؑ نے مانگا تھا جس گھڑی
خیمے کے پیچھے رونے کی میرے صدا نہ تھی؟

تھامی تھی تم نے جس گھڑی مظلوم کی رکاب
کیا ساتھ ساتھ گھوڑے کے میں ننگے پا نہ تھی؟

جب تم گریں تھیں بھائی کے مردے پہ اُمنڈ سے
کیا بال کھولے لاش پہ خیرالنساءؑ نہ تھی؟

یثرب سے تا بہ ماریہ اَور واں سے تا بہ شام
زینبؑ کہیں حسینؑ سے زہراؑ جدا نہ تھی

زینبؑ نے عرض کی کہ بجا کہتی ہیں جناب
اے والدہ مجھے خبرِ دست و پا نہ تھی

سقائے اہلِ بیتؑ کی آنکھ اور تیرِ ظلم
سچ ہے کہ اہلِ شام کو چشمِ حیا نہ تھی

بے چادری و دربدری فاقہ و عطش
آلِ نبیؐ پہ کون سی ہر دم بلا نہ تھی

لاشے پہ لاشا آتا تھا رَن سے عزیزوں کا
سیدانیوں کو مہلتِ آہ و بُکا نہ تھی

زینبؑ نے پوچھا تُو نے جو باندھے رِسَن میں ہاتھ
اے شمر کیا میں دخترِ مشکل‌کشا نہ تھی؟

ہیہات اُس کو شمر نے پہنائیں بیڑیاں
جس ناتوان کو خبرِ دست و پا نہ تھی

پھر اس زمیں میں فکر کروں گا میں اے دبیرؔ
اس وقت اختیار میں طبعِ رسا نہ تھی

امسال بھی نجف کا ارادہ تھا اے دبیرؔ
پر رہ گئے تڑپ کے کہ قسمت رسا نہ تھی

(۶۸)

سلام

گُنہ کے مرض کی دوا چاہیے
سلامی کو خاکِ شفا چاہیے

سلامی ہر اِک دم بُکا چاہیے
مدارات ماہِ عزا چاہیے

نہ مسند نہ ظلِ ہُما چاہیے
سلامی درِ مرتضیٰؑ چاہیے

سلامی جو قُربِ خدا چاہیے
تولّاے آلِ عبا چاہیے

قطعہ

دمِ ذبح حضرت نے یہ عرض کی
الٰہی مرا خوں بہا چاہیے

ندا آئی بخشا ترے شیعوں کو
کہا شہؑ نے بس اور کیا چاہیے

رہِ شام میں وردِ زینبؑ یہ تھا
کفن بہرِ شاہِ ہدیٰ چاہیے

سرِ شہؑ کی نیزے پہ تھی یہ ندا
بہن کے لیے اِک ردا چاہیے

کہا ماں نے اکبرؑ لڑو جا کے خوب
وہ بولا تمھاری دعا چاہیے

قطعہ

گیا حُر جو رَن میں تو بولا عمر
شجاعوں کی خاطر وفا چاہیے

پھرا حاکمِ وقت سے بے سبب
تجھے اس خطا کی سزا چاہیے

ملے اب بھی پشیمان ہو باز آ
اگر مال و جاں کی بقا چاہیے

کہا حُر نے منہ پھیر کر دُور ہو
ہمیں پاسِ آلِ عباؑ چاہیے

حلالی نہیں لیتے مالِ حرام
عطائے شہِؑ ہل آتیٰ چاہیے

خدا بھی ملا پنجتنؑ بھی ملے
پھر بندے کو اب اَور کیا چاہیے

نبیؐ کے نواسے کا قاتل ہے تُو
حیا تجکو اے بے حیا چاہیے

برائی کے حاکم کا کیا خوف ہے
خدا مجھ سے میرا بھلا چاہیے

زمیں داروں سے رَو کے شہؑ نے کہا
بہتر مزاروں کی جا چاہیے

کہا شہؑ نے زینبؑ یہ ہیں چند سال
نہ اکبرؑ کو حد سے سوا چاہیے

بندھا جب گلا بولے زینُ العبا
دِلا یادِ مشکل کشا چاہیے

گھٹے دم گلے میں کہ گردن چلے
بہرحال شکرِ خدا چاہیے

شُتر باں کی حالت پہ کہتے تھے سب
خدا کے غضب سے ڈرا چاہیے

قطعہ

حُر آیا تو فرمایا شبیرؑ نے
تو مہماں ہے آب و غذا چاہیے

وہ بولا کہ فانی ہیں سب نعمتیں
فقط آبِ تیغِ قضا چاہیے

تصدق کرے سر غلام آپ پر
خدا عید نعمت رضا چاہیے

کہا شہؑ سے عباسؑ نے یا امامؑ
ترائی کی ٹھنڈی ہوا چاہیے

قطعہ

نکل آئی زینبؑ جو ہنگامِ قتل
کہا شہؑ نے ضبط بکا چاہیے

خدا مشکلِ ذبح آساں کرے
مرے حق میں اب یہ دعا چاہیے

کہا شہؑ نے یارو ہے کیا تیز دھوپ
وہ بولے کہ ظلِ خدا چاہیے

نبیؐ زادیاں کہتی تھیں شمر سے
یتیموں پہ لطف و عطا چاہیے

طمانچوں کے قابل سکینہؑ نہیں
ارے تجکو خوفِ خدا چاہیے

جوانی گئی پیری آئی دبیرؔ
سوے کربلا اَب چلا چاہیے

سلام

پنجتنؑ گر وارد بزمِ عزا ہو جائیں گے
دیدۂ تر بحرِ ابکا ہو جائیں گے

جو کہ مدفونِ زمینِ کربلا ہو جائیں گے
خاک ہو کر بحرِ خاکِ شفا ہو جائیں گے

ماں سے صغریٰؑ کہتی تھی مجھ کو چھپا کر لے چلو
میں منا لوں گی اگر بابا خفا ہو جائیں گے

چھن گئی چادر تو زینبؑ بولی یہ باور نہ تھا
کلمہ گو ہا کے ایسے بے حیا ہو جائیں گے

قطعہ

شہؑ سے عابدؑ نے شبِ عاشور یہ رو کر کہا
کیوں پدر کل ہم اسیرِ اشقیا ہو جائیں گے

شہؑ نے فرمایا کہ ہاں پر غم نہ کھانا میری جاں
کل تمھارے اور مرے رتبے سوا ہو جائیں گے

بحرِ ابکا: رونے کا سمندر (آنسوؤں کا سمندر)

ہوں گے ہم شاہِ شہیداں مثلِ حمزہؓ بعدِ قتل
آپ بندھوا کر گلا مشکل کشا ہو جائیں گے

بعد اکبرؑ کے اشارہ ماں سے اصغرؑ کا یہ تھا
ہم بھی اب اُمّت کے بچّوں پر فدا ہو جائیں گے

بیبیاں لاشے پہ روتی تھیں تو بانو کہتی تھی
صاحبو چپ ہو علی اکبرؑ خفا ہو جائیں گے

شمر کہتا تھا کہا شہؑ نے یہ رو کر وقتِ ذبح
ہائے اب آلِ پیمبرؐ بے ردا ہو جائیں گے

ماں سے قاسمؑ نے کہا عقبیٰ میں ہوں گے سُرخ رُو
رَن میں ہم پامال گر مثلِ حنا ہو جائیں گے

حُر شبِ عاشور روتا تھا خیالِ شاہؑ میں
آج ہم ہیں بے وفا کل باوفا ہو جائیں گے

باندھ کر زلفِ سرِ شہؑ نیزے سے کہتا تھا شمر
اب پریشاں گیسوے خیر النساءؑ ہو جائیں گے

دے کے رخصت رَن کی کہتے تھے عزیزوں سے حسینؑ
جاؤ وقتِ عصر ہم تم ایک جا ہو جائیں گے

بولا سقائے حرم چمکا کے برقِ تیغِ تیز
اب اب دریا سے ناری سب ہوا ہو جائیں گے

کہہ کے یہ دریا بہایا خون کا مثلِ فرات
غُل پڑا کفار اب غرقِ فنا ہو جائیں گے

لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار
اب عیاں اوصافِ شاہِ لافتیٰ ہو جائیں گے

دی ندا شہؑ نے پیمبرؐ کا یہ کلمہ پڑھتے ہیں
بھائی بس بس جانے دو نانا خفا ہو جائیں گے

جا کے بولے جن جو چلنا ہے تو زعفر جلد چل
ظہر تک کو قتل شاہِ کربلا ہو جائیں گے

قطعہ

کہتے تھے حیدرؑ پڑے گا وقت وہ شبیرؑ پر
دوست دشمن؛ آشنا نا آشنا ہو جائیں گے

ساربان بعد از شہادت کاٹے گا دستِ حسینؑ
کلمہ گو بد خواہِ آلِ مصطفیٰؐ ہو جائیں گے

بولے شہؑ جو جو ہیں خونِ آل احمدؐ میں شریک
عرصہ اک سال میں وہ سب فنا ہو جائیں گے

قطعہ

شہؑ گرے گھوڑے سے تو لپٹی سکینہؑ آن کر
بولے شہؑ جاؤ کہ ہم حق پر فدا ہو جائیں گے

وہ پکاری یہ گلے ملنا غنیمت ہے بہت
تیغ جب سر سے ملے گی ہم جدا ہو جائیں گے

بانو چلائی نہ تنہا چھوڑوں گی اصغرؑ کی قبر
ہم بھی پیوندِ زمینِ کربلا ہو جائیں گے

غیب سے آئی ندا بانوؔ تُو جا سُوے وطن
ایک باری شب کو یاں شیرِؑ خدا ہو جائیں گے

دفن جو ہوں گے زمینِ کربلا میں اے دبیرؔ
حشر کو سرتاجِ عرشِ کبریا ہو جائیں گے

۷۰
سلام

جو کہ مصروفِ سلامِ شہداؑ رہتا ہے
گو وہ رہتا نہیں پر نام سدا رہتا ہے

اے فلک بعدِ فنا کاٹے گئے دستِ حسینؑ
اِک نہ اِک ظلم ترے گھر میں نیا رہتا ہے

شمر کہتا تھا یہی ماں ہے علیؑ اکبر کی
جس کا اِک ہاتھ کلیجے پہ دھرا رہتا ہے

شاہؑ دیں لاشۂ اکبرؑ پہ کھڑے کہتے تھے
ہوش اس جا نہیں انساں کا بجا رہتا ہے

شاہؑ کہتے تھے؛ ہے کیا ذائقۂ تیرِ جفا
کہ اب زخم میں تا دیر مزا رہتا ہے

شمر سے شہؑ نے کہا پاؤں نہ رکھ سینے پر
یہیں گنجینۂ اسرارِ خدا رہتا ہے

کہا باقرؑ نے میں زنداں میں ہوں اکبرؑ رَن میں
روح رہتی ہے جدا جسم جدا رہتا ہے

رو کے یہ قاصدِ صغریٰ سے کہا عابدؑ نے
کہیو بھائی ترا محتاجِ دوا رہتا ہے

بولی زینبؑ کہ نہیں خواب میں آتے اکبرؑ
اور مرے دل کو خیال اُن کا سدا رہتا ہے

ننگے سر لاشے پہ میں اُس کے گئی تھی رن میں
شاید اس بات پہ وہ مجھ سے خفا رہتا ہے

جب سے زینبؑ گئی انبوہ میں سر ننگے آہ
تب سے سر خُلد میں زہراؑ کا کُھلا رہتا ہے

قطعہ

روکے یہ ہند کی بیٹی نے سکینہؑ سے کہا
سر ترا کس لیے ہر وقت کُھلا رہتا ہے ؟

وہ لگی کہنے یتیمی کی نشانی ہے یہ
کُرتا بے وارثے بچوں کا پھٹا رہتا ہے

باپ مارا گیا بھائی موئے زنداں میں پھنسی
اس مصیبت میں بھلا ہوش بجا رہتا ہے

خواب میں آن کے عابدؑ سے یہ شہؑ نے پوچھا
اے پسر قید میں کیا حال ترا رہتا ہے

کہا سجادؑ نے اشک آنکھوں میں لب پر فریاد
پاؤں زنجیر میں رسّی میں گلا رہتا ہے

قطعہ

کہتی تھی قومِ اسد شام سے تاوقتِ سحر
حشر سا گنجِ شہداں میں بپا رہتا ہے

ننگے سر آتی ہیں خاتونِ قیامت رَن میں
نعرہ زن صبح تلک شیرِ خدا رہتا ہے

ہے یہ شرمندگی پانی کے نہ پہنچانے کی
نیزے پر بھی سرِ عبّاسؑ جُھکا رہتا ہے

قطعہ

رُو کے یہ مادرِ قاسمؑ نے کہا کبریٰؑ سے
تم اگر روک لو واری تو بنا رہتا ہے

گھر ترا لٹتا ہے اَب شرم کہاں کی بی بی
کوئی اس وقت میں پابندِ حیا رہتا ہے

قطعہ

کہتے تھے اہلِ حرم کو کہ گرفتار ہیں ہم
ہم سے پر دُکھ شہِ بے کس پہ سوا رہتا ہے

شام ہوتی ہے تو اُونٹوں سے اترتے ہیں ہم
اور سرِ شاہؑ تو نیزے پہ چڑھا رہتا ہے

کہتے تھے شاہِ نجف رن میں مرے گا عبّاسؑ
اپنے بھائی پہ ابھی سے یہ فدا رہتا ہے

طوفِ کعبہ کا تجھے شوق ہے ازبسکہ دبیرؔ
مضطرب دل صفتِ قبلہ نما رہتا ہے

۱۷

سلام

مُجرئی کہتی تھی صغریٰؑ یہ دوا لائے کوئی
خاکِ پا میرے مسیحا کی اُٹھا لائے کوئی

بولی ماں دیکھ کے پُرخوں علی اکبرؑ کا جمال
ان کی تصویر پیمبرؐ کو دِکھا لائے کوئی

بند پانی جو ہوا شاہؑ نے خیمے میں کہا
لب پہ اپنے نہ بہ جُز شکرِ خدا لائے کوئی

کہتی تھی بالی سکینہؑ میں بلائیں لوں گی
ہاتھ عبّاسؑ کے دریا سے اٹھا لائے کوئی

جا کے زینبؑ نے مدینہ میں منادی کی یہ
ذکرِ شادی نہ مرے آگے ذرا لائے کوئی

یاد آئیں گے مجھے ہاتھ کٹے قاسمؑ کے
بہرِ حق سامنے میرے نہ حنا لائے کوئی

درِ زنداں پہ کھڑی کہتی تھی بانوؑ بے کس
رن سے لاشا علی اکبرؑ کا اُٹھا لائے کوئی

بولے شہؑ پیاس سے ہے میری زباں میں لکنت
خطِ صغریٰؑ مرے عابدؑ سے پڑھا لائے کوئی

مانگی سوغات جو صغریٰؑ نے تو بولی باٹو
بیٹی تحفہ سفرِ مرگ سے کیا لائے کوئی

شمر نے مارا طمانچہ تو سکینہؑ نے کہا
لوگو جا کر مرے بابا کو بُلا لائے کوئی

کاٹ کر شہؑ کا گلا تیغ سے ظالم نے کہا
خون یہ پوچھوں گا زینبؑ کی ردا لائے کوئی

آئی مقتل میں جو زہراؑ تو یہ حوروں سے کہا
پاس میرے تنِ شبیرؑ اُٹھا لائے کوئی

لاشہ شہؑ نے کہا ہاتھ کٹے ہیں مرے
بدلے شبیرؑ کے تسلیم بجا لائے کوئی

عشق ہے دردِ غمِ شاہؑ سے مجکو یہ دبیر
لوں نہ تاحشر اگر اس کی دوا لائے کوئی

(۷۲)

سلام

مُجرائی شہؑ کی لاش کو یادِ خدا رہی
قبلہ کی سمت صورتِ قبلہ نما رہی

جب تک گلوے شاہؑ پہ تیغِ جفا رہی
کیا بے قرار مُجرئی خیرالنساءؑ رہی

یارو تمھیں بھی اشک فشانی ضرور ہے
اس بزم میں بتولؑ ہے آنسو بہا رہی

لپٹی کبھی گلے سے کبھی تیغِ ظلم سے
بیٹا شہید ہو گیا زہراؑ بچی رہی

کہتے تھے شاہؑ خُلد میں کیا جی لگے مرا
زین العباؑ کو فوجِ ستم ہے ستا رہی

محشر میں مومنوں سے کہیں گے یہ جبریلؑ
آؤ چلو بتولؑ ہے کوثر لٹا رہی

پیاسے موئے تھے شاہؑ نہ لب اُس نے تر کیا
پانی بہت سکینہؑ کو شیریں پلا رہی

اللہ رے شوقِ تیر نہ جھپکی پلک ذرا
اصغرؑ کو بانو گود میں کتنا سُلا رہی

قطعہ

زینبؑ یہ بولی ہند سے کُرسی پہ مت بٹھا
مقتل میں خاک ہے مری اماں اُڑا رہی

دربار میں یزید کے بیٹھی میں خاک پر
زینبؑ کی اب جہان میں توقیر کیا رہی

خنجر رہا نہ شمر رہا پر جہان میں
سبطِ نبیؐ کی تعزیہ داری سدا رہی

رنڈسالے کو پہن کے دُلھن سب سے کہتی تھی
کیا کیا کرشمے ہیں مجھے قسمت دکھا رہی

زینبؑ نے پوچھا کون اُڑاتا ہے رن میں خاک؟
شہؑ بولے میری قبر ہے زہراؑ بنا رہی

کہتا تھا حُر یہ بھائی سے تُو چل تو جلد چل
مجکو کو تو ہے بہشت میں زہراؑ بلا رہی

کہتے تھے شاہؑ پیاس بھی بھولی سکینہؑ بھی
کیا کیا مزے ہے تیغِ شہادت دکھا رہی

جب تک ہوا نہ دفن یتیمِ ابوترابؑ
کیا زلزلے میں قبرِ رسولِؐ خدا رہی

قبروں پہ بے کسوں کی کرے کون روشنی
زہراؑ چراغِ داغِ جگر ہے جلا رہی

پامال ہو کے لاشۂ شبیرؑ نے کہا
اب ظلم کی جہاں میں نہ کچھ انتہا رہی

شہؑ بے کفن جو دفن ہوئے اس خیال میں
زینبؑ رہی جہان میں پر بے ردا رہی

ننھا گلا سکینہؑ کا جب تک بندھا رہا
بے تاب روحِ حضرتِ مشکل کشاؑ رہی

دیتی تھی لاشِ حضرتِ عباسؑ یہ صدا
ٹھنڈی ہوا ترائی کی ہر دم ہے آ رہی

لیکن ہزار حیف کہ چالیس دن تلک
جلتی زمیں پہ لاشِ شہؑ کربلا رہی

کبریٰؑ سے آ کے خواب میں قاسمؑ نے یہ کہا
ہم جان سے گزر گئے تم کو حیا رہی

بھائی کا سر دکھاتی ہے در در پھراتی ہے
زینبؑ کو فوجِ ظلم ہے کیا کیا ستا رہی

اُٹھتے ہیں تعزیے شہؑ دیں کے جو اے دبیرؔ
کیا کیا ہر اِک مکاں پہ اداسی ہے چھا رہی

(۷۳)

سلام

سلامی ہر طرف شور و بُکا ہے
وداعِ حضرتِ مشکل کشاؑ ہے

غمِ حیدرؑ میں جو آنسو بہا ہے
وہ اے مُجرائی دُرِّ بے بہا ہے

وداعِ مرشدِ جبریلؑ ہے آج
وداعِ نائبِ خیرالورا ہے

محبوبؑ روؤ ماتم ہے علیؑ کا
عزادارو عزائے مرتضاؑ ہے

کہو تم وا علیاؑ وا علیاؑ
یہی غُل درمیانِ اہلیاؑ ہے

تزلزل مسجدِ کوفہ میں ہے آج
ستونِ کعبۂ ایماں گرا ہے

گلا جس کا بندھا تھا ریسماں میں
وہی مظلوم اب زخمی ہوا ہے

کہا تھا ''دمکؔ دمّی'' نبیؐ نے
علیؑ کا خون مسجد میں بہا ہے

اٹھے گا صبح کل تابوتِ حیدرؑ
فقط اِک شب کا مہماں مرتضاؑ ہے

الا یا عینِ جودی واسعدنی
یہی کلثومؑ کی اس شب صدا ہے

الا فابکی امیر المومنینا
کہ اس رونے کی عقبیٰ میں جزا ہے

پڑھے گا کون خطبہ عید کے روز
شبِ بست و یکم شہؑ کی قضا ہے

قطعہ

محبو پہلوے عرشِ خدا میں
عیاں تصویرِ شاہِ لافتاؑ ہے

مگر اس شب کو ہے وہ شکلِ پُرخوں
فرشتے کہتے ہیں یا رب یہ کیا ہے؟

ندا آتی ہے عرشِ کبریا سے
فرشتو وقتِ فریاد و بُکا ہے

غل

علیؑ ابنِ ابی طالب مرا شیر
ابھی تلوار سے زخمی ہوا ہے

یہ سُن کے روتے ہیں سارے ملائک
بہ زیرِ عرش سامانِ عزا ہے

علیؑ کا مرثیہ پڑھتا ہے جبریلؑ
علیؑ کا صاحبِ ماتم خدا ہے

سر اپنا پیٹ کر کہتی ہیں حوریں
عزائے شوہرِ خیرالنساءؑ ہے

قطعہ

کہیں گے کعبے میں کل آ کے جبریلؑ
کہاں ہے؟ تجھ میں جو پیدا ہوا ہے

صدا کعبے سے یہ ہوئے گی پیدا
نجف کی خاک میں وہ دُر چھپا ہے

قطعہ

کسی نے بجز علیؑ قاتل کو اپنے
دمِ افطار شربت بھی دیا ہے ؟

علیؑ ایسے سخی تھے وا دریغا
حسینؑ ابن علی پیاسا موا ہے

قطعہ

پکڑ کر ابنِ ملجم کو جو لائے
کہا اصحاب نے اَب حکم کیا ہے؟

بہ شفقت پوچھا قاتل سے علیؑ نے
خطا ہے میری یا تیری خطا ہے

کیا بن باپ کا بچّوں کو میرے
یہی احسان کا میرے صلا ہے

دیا زینبؑ کو کیوں داغِ یتیمی
لحد میں نعرہ زن خیرالنساءؑ ہے

سزا وارِ امامت کیا نہ تھا میں؟
علیؑ سا اور کوئی پیشوا ہے؟

لگایا زخم وہ تو نے کہ جس کا
نہ بخیہ ہے نہ مرہم نے دوا ہے

کہا قاتل نے ہو تم پاک و معصومؑ
جو کچھ تعذیر ہو مجکو بجا ہے

علیؑ کو آ گیا اِک جوشِ رحمت
یہ اندازِ رحیمی بھی جدا ہے

کہا کھولو مرے قاتل کی مشکیں
امیر المؤمنیں مشکل کشا ہے

علیؑ نے ہاتھ قاتل کے بھی کھلوائے
سو ان کی آل پر تازہ جفا ہے

رسن میں بازوے کلثومؑ و زینبؑ
کمند و گردنِ زین العباؑ ہے

قطعہ

شبِ بست و یکم کا حال یارو
مفصّل یوں روایت میں لکھا ہے

دیا دستِ حسنؑ میں ہاتھ سب کا
کہا تو وارثِ آلِ عباؑ ہے

نہ کی عباسؑ کی پر کچھ سفارش
حرم حیراں تھے یہ کیا ماجرا ہے

پھریا منہ جو حیدرؑ نے تو دیکھا
سرِ عباسؑ زانو پر جھکا ہے

یہ چپکے چپکے وہ کہتا ہے ماں سے
بھلا اماں مری تقصیر کیا ہے

نہ سونپا کیوں مجھے بھائی حسنؑ کو
مجھے ہم چشموں سے شرم و حیا ہے

مگر عباسؑ کم رتبہ ہے سب میں
یا وہ بابا مرا مجھ سے خفا ہے

کہا حیدرؑ نے اے عباسؑ پیارے
سنیں تو ہم بھی تو کیا کہہ رہا ہے

نہ سونپا اس لیے تجکو حسن کو
ترا مالکِ شہیدِ کربلا ہے

کہا شبیرؑ سے بیٹا خبردار
تمھیں عباسؑ کو ہم نے دیا ہے

یہ تم پر کربلا میں ہو گا صدقے
بہادر ہے بڑا اہلِ وفا ہے

یہی مشکِ دو تن کا ہے علمدارؑ
یہی سقائے آلِ مصطفیٰؐ ہے

صدا ناگاہ زہراؑ کی یہ آئی
ابھی سے فاطمہؑ اس پر فدا ہے

جزاہ اللہ فی الدارین خیراً
جو کوئی عاشقِ آلِ عبا ہے

دبیرِ خستہ دل خاموش خاموش
دعا کر حق سے یہ وقتِ دُعا ہے

(۷۴)

سلام

کربلا میں جو سلامی شہؑ والا آئے
واسطے لڑنے کے ہر سمت سے اَعدا آئے

آیا فردوس میں اصغرؑ تو کہا حوروں نے
کیا گئے عالمِ فانی میں بھلا کیا آئے

یوں قضا بولی کہ محنت ہے تمھاری برباد
جب کہ عباسِ علی برلبِ دریا آئے

غش کے عالم میں بھی کہتی تھی یہ صغریٰؑ صد حیف
نہ تو اکبرؑ ہی پھرے اور نہ بابا آئے

کوئی صغریٰؑ کو جگاتا تو یہ کہتی اٹھ کر
لوگو بتلاؤ کہ کیا کوفے سے بابا آئے؟

غش سے ہوش آیا جو قاسمؑ کو تو سرورؑ سے کہا
میں نے دیکھا کہ ابھی خلد سے بابا آئے

پیٹھ پر ہاتھ مری پھیر کے بولے شاباش
خوب تم کام مرے اے مرے بیٹا آئے

زیرِ خنجر بھی یہ تھا خوف شہِؑ مضطر کو
کہیں میداں میں نہ ہمشیر مبادا آئے

شاہؑ کہتے تھے کہ راحت میں سمجھتا ہوں اُسے
راہِ حق میں جو میری سمت کو ایذا آئے

قطعہ

حُر دمِ نزع یہ کہتا تھا کہ چوموں میں قدم
یا الٰہی کہیں جلدی مرا مولا آئے

اتنے میں آئے شہؑ دیں تو یہ حُر کہنے لگا
کیا مری یاد پہ تم اے مرے آقا آئے؟

کہا صغریٰؑ سے سکینہؑ نے حنا بندی کے وقت
دھیان اے بی بی تمھارے مجھے کیا کیا آئے

قطعہ

لاشِ شہؑ نے کہا جبریلؑ سے تم کہہ دیجو
یعنی اب تک نہ مری لاش پہ نانا آئے

اتنے میں احمدؐ مرسل جو وہاں آئے دبیر
بولے جبریلؑ نبیؐ آپ ہی اس جا آئے

(۷۵)

سلام

ہر ایک ذرّہ کب اے مُجرئی حساب میں ہے
کہ سوزِ ماتمِ شبیرؑ آفتاب میں ہے

سلامی ابنِ علیؑ تو سوالِ آب میں ہے
زبانِ تیغ سے ہر اک عدو جواب میں ہے

کہاں حسینؑ کا لشکر کہاں سپاہِ یزید
کہ وہ ثواب میں ہے اور یہ عذاب میں ہے

جو کربلا میں مُوا وہ نکیر و منکر سے
سوال میں ہے نہ اندیشۂ جواب میں ہے

حسینؑ امام تو پیاسے رہے نہ برسا یہ
عجب ہے یہ کہ تری کس لیے سحاب میں ہے

قطعہ

زہے حسینؑ کہ عمرِ عزیز زائر کی
جو صرفِ آمدو شد ہو نہیں حساب میں ہے

گئے ہیں جو وہی آگاہ ہیں کہ کیا حشمت
عیاں رواقِ امامِ فلک مآب میں ہے

دخیل ہو کوئی زائر تو بولتے ہیں ملک
خموش باش کہ سبطِ رسولؐ خواب میں ہے

شہید اصغرؑ غنچہ دہن ہوا سو ہنوز
حجاب سے دہنِ غنچہ سو نقاب میں ہے

حسینؑ کہتے تھے اے ذوالجناح ٹھہر کے چل
کہ روحِ فاطمہؑ زہراؑ مری رکاب میں ہے

بجی تو روتی تھی گھونگھٹ میں خلق کہتی تھی
بنا تو قتل ہوا اور دُلھن حجاب میں ہے

پسینہ پونچھتے اصغرؑ کا اور یہ کہتے تھے شاہؑ
جو اس میں بُو ہے یہ نکہت نہیں گلاب میں ہے

کہا بتولؑ نے شاید حسینؑ پیاسے ہیں
کہ موج چشمۂ کوثر کی پیچ و تاب میں ہے

براقی قاسمِ نوشہ کے کہتے تھے لبیک
کہ ہے جو خون میں سرخی وہی شباب میں ہے

حسینؑ امام نے رو کر کہا یہ اکبرؑ سے
کہ آرزو تمھیں مرنے کی اس شباب میں ہے

فلک زمیں پہ تُو اس وقت گر نہیں پڑتا
سرِ امامِ زماں مجلسِ شراب میں ہے

بیادِ تشنگیِ شہؑ اُلٹ گیا ساغر
بجز ہوا نہیں کچھ کاسۂ حباب میں ہے

حرم تو بلوے میں پردے میں دخترانِ یزید
زمانہ دیکھو کہ کس درجہ انقلاب میں ہے

میں ورثہ دارِ علیؑ ہوں پکارتے تھے حسینؑ
کہ آج ریش مرے خون کے خضاب میں ہے

جو رَن میں آتی تھی بُو جسم سے شہیدوں کے
کہا وہ نکہتِ جاں بخش مشکِ ناب میں ہے

زہے حسینؑ کہ کہتے تھے ٹھہر ٹھہر اے شمر
عجب مزہ تری تیغِ رواں کے آب میں ہے

حرم سے صبحِ شبِ قتل شاہؑ کہتے تھے
مری سکینہؑ کو چونکانا مت کہ خواب میں ہے

جلے جو معرکۂ کربلا میں دل سب کے
اُسی سے سوز و گداز آج تک کباب میں ہے

کسی نے شہؑ کے پسینے سے دی ہے جو تشبیہ
یہی سبب ہے جو خوشبو بہت گلاب میں ہے

خیالِ غارتِ اہلِ حرم جو گزرا ہے
تنِ حسینؑ پس از قتل اضطراب میں ہے

شہید و بے کس و مظلوم و بے دیار و غریب
ہر ایک لفظ یہ شبیرؑ کے خطاب میں ہے

قطعہ

درِ خیام سے گھوڑا جو چل کے ٹھیر گیا
پکارے شہؑ تو رُکا کیوں؟ رہِ صواب میں ہے

تو ذُوالجناح نے رُو کر کہا چلوں کیوں کر
سکینہؑ آپؑ کی لپٹی ہوئی رکاب میں ہے

نگاہِ مہر کر اے شاہؑ مدح گویوں میں
دبیرؔ بھی ترے ارباب انتخاب میں ہے

(۷۶)

سلام

سلامی ذرّہ نہ دوں آفتاب کے بدلے
نہ لوں میں عرش درِ بوترابؑ کے بدلے

زہے حسینؑ کہ سازند سبحہ از خاکش
ہے خاک ذکر میں گویا جناب کے بدلے

نہ آرزو کوئی باقی تھی شاہؑ کو دمِ ذبح
کہ آبِ تیغ ہی کافی تھا آب کے بدلے

یہ شوقِ ذکرِ خدا تھا سو اب بذکرِ خدا
تراب ہے خلفِ بوترابؑ کے بدلے

ہے قطع فاطمہؑ پر جامۂ عزاداری
نہ کپڑے بعدِ رسالتؐ مآب کے بدلے

عرقِ گُل رخِ سرورؑ کا عیدِ عاشورا
شہید عطر تھے ملتے گلاب کے بدلے

جگہ کسی نے بھی قاتل کو دی ہے سینہ پر
یہ خُلقِ شہؑ تھا عدو سے عتاب کے بدلے

چہارمی ہے فلک گنبدِ رواقِ حسینؑ
ظہور شمس کا ہے آفتاب کے بدلے

فلک کا بخل تو دیکھو کہ بہتے دریا پر
حسینؑ امام کو دی پیاس آب کے بدلے

ہوئی جو ماتمِ اکبرؑ میں شہؑ کی ریش سفید
لگایا خون پسر کا خضاب کے بدلے

وہ ریگِ گرم وہ تپتی ہوئی زمیں وہ دھوپ
یہ فرش شہؑ کو ملا فرشِ خواب کے بدلے

جلائے لشکرِ ناری نے وہ خیامِ حسینؑ
تھے جن میں رشتۂ ایماں طناب کے بدلے

سیاہ پوش حرم اور سُرخ پوش حسینؑ
فلک نے رنگ کیے انقلاب کے بدلے

دعا حرم کی یہ پچھلے پہر سے تھی شبِ قتل
عیاں ہو نیّرِ حشر آفتاب کے بدلے

دُلھن سے کہتا تھا بلوے میں یہ سرِ نوشہؑ
چھپالو بالوں سے منہ کو نقاب کے بدلے

یہ آیہ ہے کہ نہ ہوئے قصاص خونِ حسینؑ
جو قتل ہوں ثقلین اُس جناب کے بدلے

کہا امامؑ نے حجت میں ختم کرتا ہوں
لعینو تیر نہ مارو جواب کے بدلے

یہ کہہ کے اُٹھتی تھی سوتے سے صبح دم صغریٰؑ
میں دیکھوں باپ کا منہ آفتاب کے بدلے

اُٹھا یہ غُل کہ ہے معراجِ احمدِؐ ثانی
چلے جو مرنے کو اکبرؑ جناب کے بدلے

پنھا کے پیرہنِ مصطفیٰؐ کہا ماں نے
بُراق چاہیے اسپِ عقاب کے بدلے

دیا جو قاصدِ صغریٰؑ نے خط تو شہؑ نے کہا
پیامِ مرگ ہے بھائی جواب کے بدلے

کہا حسینؑ نے اکبرؑ کے رخ پہ دیکھ کے خط
خزاں رقم ہے بہارِ شباب کے بدلے

کہا سکینہؑ کے سقّے نے کو نہ آب ملا
پر آبرو تو ملی ہم کو آب کے بدلے

احمدِ ثانی: احمد کی مثال (مراد حضرت علی اکبرؑ) / بُراق: برقی سواری جس پر حضورؐ نے معراج کا سفر کیا

اُدھر تو لشکرِ اعدا تھا صرفِ مے خواری
اِدھر تھی بادۂ کوثر شراب کے بدلے

قمر صفت تھا فلک سیر ذوالجناحِ حسینؑ
اِدھر اُدھر مہ نو تھے رکاب کے بدلے

جو بے ولائے ائمہ ہیں صرفِ صوم و صلوٰۃ
عذاب اُن کو ملے گا ثواب کے بدلے

شفیعِ روزِ قیامت کے آلؑ اور محبوس
نہ حشر کیوں ہوا اس انقلاب کے بدلے

یہ قید میں تھی شکوہِ سواریِ سجادؑ
سپاہِ غم رُفقائے جناب کے بدلے

عنانِ صبر بکف مرکبِ رضا تہِ ران
قدم میں بیڑی کا حلقہ رکاب کے بدلے

جو قتل ہوتا تھا پیاسا بہت تڑپتا تھا
یہ صبر شہؑ نے کیا اضطراب کے بدلے

پکاری فاطمہ صغریٰؑ حسینؑ قتل ہوئے
لہو فلک سے جو برسا سحاب کے بدلے

مے خواری: شراب نوشی / مہ نو: پہلی کا چاند

عمر سے حالِ شہیداں جو پوچھا حاکم نے
تو گن کے سر دیے فردِ حساب کے بدلے

سکینہؑ بلوے میں اپنا پھٹا ہوا کُرتا
اُلٹ کے رکھتی تھی منہ پر نقاب کے بدلے

امامِ عرش نشیں گھوڑوں سے ہوا پامال
فلک نہ گر پڑا اس انقلاب کے بدلے

چڑھے جہاد پہ جو صبح غازیاں مُسن
تو رنگِ عکسِ شفق تھا خضاب کے بدلے

مثال قبلہ نما کو جو دل سے شاہؑ کے دوں
قرار قطب کا ہو اضطراب کے بدلے

لقب رسولؐ کا اُمّی تھا پر بفضلِ خدا
پڑھا تھا علمِ لدُن ہر کتاب کے بدلے

نبیؐ مدینۂ علم اور اُس مدینہ میں
کنندۂ درِ خیبر ہے باب کے بدلے

دلِ بتولؑ پر اکّیس سَو اور ایک ہیں داغ
جراحتِ تنِ شہؑ کے حساب کے بدلے

غازیاں مُسن: بڈھے غازی (مجاہد) خضاب: رنگ جو بالوں میں لگاتے ہیں علم لدن: الٰہی علم کنندۂ: اکھاڑنے والا
باب: دروازہ جراحت: زخم

سکینہؑ باپ سے چُھٹ کر نہ ایک دم سوئی
پَر آیا خواب اجل اُس کو خواب کے بدلے

نہ کیوں حسینؑ کے روضہ میں ہو دعا مقبول
کہ نصب بابِ اجابت ہے باب کے بدلے

کیا جو حُر کو ہراول امامؑ نے اپنا
تو اُس نے سر دیا نذرِ خطاب کے بدلے

دبیرؔ مجھ کو جو آٹھوں بہشت دے رضواں
نہ لوں میں ایک درِ بوترابؑ کے بدلے

(۷۷)

سلام

بزمِ ماتم میں جو با چشمِ پُر آب آتا ہے
پیشوا لینے کو مجرائی ثواب آتا ہے

کہتی تھی فاطمہؑ شبیرؑ کو کچھ دُکھ پہنچا
آج تربت میں جو مجکو نہیں خواب آتا ہے

شاہؑ نے حُر سے کہا روک لے گھوڑے کی عناں
شیرِؑ حق تھامے ہوئے تیری رکاب آتا ہے

بولی زینبؑ کہ بنا جاتا ہے منہ سے بولو
کہا کبریٰؑ نے اشارے سے جواب آتا ہے

رات کو کہتی تھی کبریٰؑ کہ کروں کیا نالے
نہ قضا آتی ہے نے آنکھوں میں خواب آتا ہے

فضہ دیتی تھی سکینہؑ کو دلاسا کہ نہ رو
لے کے عمو ترا مشکیزۂ آب آتا ہے

دیکھ کر چودھویں کا چاند یہ زینبؑ نے کہا
یاد اکبرؑ کا مجھے عہدِ شباب آتا ہے

پیشوا: رہبر امام/حُر بت: قبر/عناں: مہار/نا: دولھا/نالے: رونے کی آواز/قضا: موت

روزِ عاشور صدا آتی تھی یہ دریا سے
آلِ احمدؐ سے مجھے آج حجاب آتا ہے

کربلا کو جو کوئی جاتا ہے کہتے ہیں مَلک
لوٹنے کو یہ دوعالم کا ثواب آتا ہے

حوروں سے کہتا تھا رضواں کہ بہار و جنّت
آج جنّت میں شہِؑ عرش جناب آتا ہے

حُر نے یہ ساقیِ کوثر سے کہا کوثر پر
مرے مولاؑ کو میسّر نہیں آب آتا ہے

دیکھ کر زخم تنِ شہؑ پہ کہا زہراؑ نے
اتنے زخموں کا نہیں مجکو حساب آتا ہے

کہا کبریٰؑ نے نہیں بولتے ہم سے زنہار
خواب میں بھی مرے دُولھا کو حجاب آتا ہے

یا حسینؑ ابن علیؑ آپ کے روضے پہ دبیر
یاد فرماؤ اگر ہم تو شتاب آتا ہے

(۷۸)

سلام

نبیؐ کو مُجرئی غم بے حساب ہوتا ہے
کہ کنبہ فاطمہؑ کا بے نقاب ہوتا ہے

رقم جو مرثیۂ بوترابؑ ہوتا ہے
ہر ایک شعرِ سلام آفتاب ہوتا ہے

رواں یہ چشمِ سلامی سے آب ہوتا ہے
کہ قطرے قطرے سے سائل سحاب ہوتا ہے

یہ کربلا کا شرف ہے جو دفن ہو اُس جا
لحد میں اُس پہ نہیں کچھ عذاب ہوتا ہے

چلے حسینؑ سفر کو تو کہتی تھی صغریٰؑ
دُہائی حق کی مدینہ خراب ہوتا ہے

قطعہ

کہا حسینؑ نے رَہ رَہ کے کر نہ ذبح مجھے
کہ صدمہ دل پہ مرے بے حساب ہوتا ہے

تو شمر ہنس کے یہ بولا کہ اے شہِ بے کس
بتولؑ روتی ہے مجھ کو ثواب ہوتا ہے

بوقت ذبح صدا آئی مژدہ باد حسینؑ
کہ تیرا شاہِ شہیداں خطاب ہوتا ہے

بہا کے اشک کی تسبیح کو شمار کیا
پہ زخمِ شہؑ کا نہیں کچھ حساب ہوتا ہے

حسینؑ ہوتے تھے جب ذبح کہتی تھی زینبؑ
قضا کا وقت نہیں انتخاب ہوتا ہے

کہا یہ طوعہ سے مسلمؑ نے کوچ ہو گا سحر
تمھارے گھر میں مرا پا تراب ہوتا ہے

ہلا جو مرقدِ حیدرؑ مجاوروں نے کہا
شہید اب پسرِ بوترابؑ ہوتا ہے

کہا یہ شمر سے زینبؑ نے لے ردا نہ مری
کہ سر برہنہ رسالت مآبؐ ہوتا ہے

جھکایا سر تہِ خنجر جو حُر نے شہؑ بولے
نبیؐ کے مُجرے سے تو باریاب ہوتا ہے

رسولؐ زادیوں کو دیتی ہے ردا شیریں
سرِ حسینؑ کو کیا کیا حجاب ہوتا ہے

مژدہ: مبارک

کہا یہ ہند کی بیٹی نے اے سکینہؑ نہ رو
کہ تیرے غم میں مرا زہرہ آب ہوتا ہے

کہا سکینہؑ نے سوتی تھی شہؑ کے سینے پر
اور اب تو خاک پہ سر وقتِ خواب ہوتا ہے

بتولؑ کہتی تھی رو رو کے لاشِ اکبرؑ پر
کسی کا یوں نہیں ضائع شباب ہوتا ہے

دبیر روضۂ شہؑ میں جو ہوئے مستدعی
ہر ایک مقصدِ دل مستجاب ہوتا ہے

(۷۹)

سلام

جس گھڑی گرمیِ بازار قیامت ہو گی
خلد اے حُرؑ کی ہر اشک کی قیمت ہو گی

حُرؑ کی شہؑ کی جو میداں میں شہادت ہو گی
کیسی ناموسِ پیمبرؐ پہ مصیبت ہو گی

غمِ شبیرؑ سے محشر میں شفاعت ہو گی
حُرؑ وہ تو کلیدِ درِ جنّت ہو گی

بولے شہؑ حُرؑ گر میری شہادت ہو گی
عاصیوں کی تو قیامت میں شفاعت ہو گی

حُرؑ کہتے تھے شہؑ ہم پہ وہ آفت ہو گی
جو کوئی اُس کو سنے گا اُسے رقت ہو گی

حُرؑ نے یہ دل میں کہا شہؑ کو اگر قتل کیا
حشر میں تجکو پیمبرؐ سے ندامت ہو گی

کہا عباسؑ نے مت تیر لگاؤ یارو
ورنہ برباد یہ ساری مری محنت ہو گی

کلید: کنجی/عاصیوں: گناہگاروں

کہا اعدا نے تو دو مشک ہمیں تب یہ کہا
مشک دوں گا تو امانت میں خیانت ہو گی

کہا عابدؑ نے جو میں طوقِ گراں پہنوں گا
مجھ میں واللہ کہ اٹھنے کی نہ طاقت ہو گی

تیغ عباسؑ نے کھینچی تو عمر کہنے لگا
اب عیاں حیدرؑ صفدر کی شجاعت ہو گی

بولی بیٹوں سے یہ زینبؑ جو نہ تم قتل ہوئے
مجھ کو زہراؑ و پیمبرؐ سے خجالت ہو گی

تب قیامت میں عجب ہو گی قیامت برپا
داد خواہ آ کے جو خاتونِ قیامت ہو گی

پیار اکبرؑ کو جو شہؑ کرتے وہ یہ کہتا تھا
ہم جو مر جائیں گے کیا آپ کی حالت ہو گی

لاشِ شبیرؑ سے عابدؑ نے کہا مقتل میں
میں نہ سمجھا تھا کہ یہ مجھ پہ مصیبت ہو گی

بیڑیاں پا میں پڑیں طوقِ گراں گردن میں
اور ابھی راہ کی بھی مجھ پہ مشقت ہو گی

حشر تک نام رہے گا رفقا کہتے تھے
ہم کو دولت یہ شہادت کی بدولت ہو گی

شہؑ نے زینبؑ سے کہا دیکھ لو جی بھر کے مجھے
یہ ملاقات ہماری بہ قیامت ہو گی

ایک شب کی یہ ملاقات غنیمت سمجھو
صبح میدانِ شہادت میں شہادت ہو گی

دیکھ سر زانوے سروڑ پہ یہ حُر کہنے لگا
مجھ کو معلوم نہ تھا یہ مری قسمت ہو گی

جا کے کوثر پہ کہا شاہؑ نے یہ کوثر سے
آبِ خنجر سے فزوں تجھ میں نہ لذّت ہو گی

دیکھ اکبرؑ کو لڑکپن میں یہ کہتے تھے حسینؑ
ہائے اٹھارویں سال آپ کی رحلت ہو گی

قتل کی اپنے خوشی تھی پہ یہ غم تھا شہؑ کو
دوزخی ہائے مرے نانا کی اُمّت ہو گی

دیکھ کر فاطمہؑ کو خواب میں سر کھولے ہوئے
پوچھا زینبؑ نے کہ کیا صبحِ قیامت ہو گی

کہا زہراؑ نے کہ زینبؑ تجھے معلوم نہیں
کل ترے بھائی کی میداں میں شہادت ہو گی

عیاں: ظاہر؛ خجالت: شرمندگی؛ فزوں: زیادہ

سجدۂ شکرِ خدا کر کے تہِ تیغ حسینؑ
بولے اب نیزے پہ قرآں کی تلاوت ہو گی

شہؑ کو زینبؑ نے دیا جامہ تو بیٹوں نے کہا
ہم کو بھی آخری پوشاک عنایت ہو گی

ہند سے کہتی تھی زینبؑ مجھے چادر نہ اُڑھا
بے کفن مردہ ہے شہؑ کا مجھے خجلت ہو گی

بانو کہتی تھی کہ تم تو گئے مارے اکبرؑ
اب مدینہ میں کہو کس کی زیارت ہو گی

مرگ کہتی تھی کہ تیغوں کو نہ بے آب رکھو
آج اے اہلِ ستم پیاسوں کی دعوت ہو گی

نیزے والے سے یہ عباسؑ کا سر کہتا تھا
جا سکینہؑ کے نہ آگے مجھے خجلت ہو گی

ننگے سر کہتی تھی بانو نہ وطن چھوڑتی میں
گر سمجھتی کہ یہ پردیس میں ذلت ہو گی

شمر سے شہؑ نے کہا چڑھ نہ مرے سینے پر
سینہ مجروح ہے زخموں میں اذیت ہو گی

جامہ: لباس، خجلت: شرمندگی

جب کہ پیدا ہوئے اصغرؑ تو کہا بانو نے
اب مرے گھر میں علیؑ کی بھی زیارت ہو گی

موج زن چشمۂ کوثر جو ہوا بولے علیؑ
میرے شبیرؑ پہ اب پیاس کی شدّت ہو گی

سینے کے زخم پہ ہاتھ اس لیے اکبرؑ نے رکھا
یعنی دیکھیں گے جو بابا اُنھیں رِقّت ہو گی

جب سکینہؑ کو لگی پیاس تو بولے عباسؑ
اب عنایت ہمیں سقائی کی خدمت ہو گی

کٹ کے بولا سرِ شہؑ دیکھ مدینہ کی طرف
اب تو یا ختم رُسلؐ بخششِ اُمّت ہو گی

شہؑ نے فرمایا یہاں بند ہے دانہ پانی
باغِ فردوس میں اے حُر تری دعوت ہو گی

تیغ جب شاہؑ نے کھینچی تو فرشتوں نے کہا
اب عیاں فاطمہؑ کے شیر کی طاقت ہو گی

بارہ رگڑوں میں گلا شمر نے شہؑ کا کاٹا
کسی جلاّد میں ایسی نہ شقاوت ہو گی

لاشا شبیرؑ کا بے گور ہے کہتی تھی زمین
کیا نبیؐ سے مجھے محشر میں خجالت ہو گی

شہؑ کے لاشے نے کہا مجھ کو نہ پامال کرو
ورنہ شق حیدرِ کرار کی تربت ہو گی

آئیں گے جب صفِ محشر میں حسینؑ ابنِ علیؑ
کود میں اصغرؑ معصوم کی میّت ہو گی

شکر صد شکر ترے نامۂ عصیاں پہ دبیر
صدقۂ فاطمہؑ سے مُہرِ شفاعت ہو گی

خوفِ محشر نہیں دل میں مرے زنہار دبیر
ہے یقیں شاہؑ کے صدقے سے شفاعت ہو گی

کس طرح حشر میں ہوئے گی نجات اُس کی دبیر
جس شقی کو شہِؑ مرداں سے عداوت ہو گی

عیاں: ظاہر/ضمیر: دودھ/شفاعت: بے رحمی/شقی: پھٹنا/تربت: قبر/عصیاں: گناہ /زنہار: ہرگز/شقی: مردود/عداوت: دشمنی

(۸۰)

سلام

حشر میں جوہریٔ اشک عزا دار ملے
مُجرئی مول میں قصرِ دُرِ شہوار ملے

شِیر خاتونِؑ قیامت کی جسے دھار ملے
مُجرئی قہر ہے اُس حلق سے تلوار ملے

یوں تو ایک ایک سے رخصت ہوئے مل مل کے حسینؑ
پر سکینہؑ کے گلے رو کے کئی بار ملے

دی جگہ آبلوں میں تا نہ خلش غیر کو ہو
پائے سجادؑ کو رستے میں جہاں خار ملے

سرِ شہؑ دیکھا چھڑی ہونٹوں کے اُوپر دیکھی
رَنج زینبؑ کو نہ کیا کیا سرِ دربار ملے

متفق حُبِّ علیؑ پر ہوں جو سب اہلِ جہاں
ایک بھی پھر نہ قیامت میں گنہ گار ملے

دُرِ شہوار: بڑا قیمتی موتی / آبلہ: چھالا / خلش: جلن

حشر میں نذرِ غمِ شاہؑ کا بدلا ہوا خواب
جس نے یاں اشک دیے واں دُرِ شہوار ملے

شاہؑ کہتے تھے کہ سقائے حرم سیفِ خدا
تم کو کیا کیا لقب اے بھائی علمدارؑ ملے

قطعہ

بولے سجادؑ سپاہِ پسرِ حیدرؑ کو
جام کوثرؑ کے ملے خلد کے گلزار ملے

شکوہ لازم نہیں مقسوم یہ اپنا اپنا
بیڑیاں ہم کو ملیں طوق ملا خار ملے

کان مجروح ہوے اور طمانچے کھائے
غم سکینہؑ کو یہ بعد از شہِ ابرار ملے

دردِ سر فاقہ کشی بے پدری دربدری
ہائے پردیس میں عابدؑ کو یہ آزار ملے

بانو کہتی تھی ترا فاتحہ دلواؤں گی
دودھ کے کوزے گر اے اصغرؑ دلدار ملے

آسماں رُوے زمیں پر جو ابد تک ڈھونڈے
کوئی شبیرؑ سا مظلوم نہ زنہار ملے

مقسوم: قسمت کا لکھا/مجروح: زخمی

سرِ شبیرؑ سے کونے میں یہ آتی تھی صدا
پیار کر لوں جو کہیں مسلمِ غم خوار ملے

بند آئی جو محل سے سرِ دربارِ یزید
اک رسن میں کئی سادات گرفتار ملے

اب تلک خاک اُڑاتی ہے وہاں آ کے بتول
ہیں یہاں خاک میں شبیرؑ کے گلزار ملے

کیوں نہ گُل چاک گریباں ہوں زمیں سے پیدا
خاک میں فاطمہؑ زہرا کا جو گلزار ملے

بدھیاں زخموں کی پہنے تھے جوانانِ حسینؑ
بیاہ میں قاسمِ نوشاہ کے یہی ہار ملے

شہداؑ کہتے تھے قربانِ حسینؑ و عباسؑ
ایسے کس فوج کو سرداڑ و علمداڑ ملے

باپ کے سوگ میں سجاڈ سدا زینبؑ کو
کبھی بے ہوش ملے اور کبھی ہشیار ملے

شام تک راہ میں عابڈ کو تمنا یہ رہی
دم میں لے لوں جو کہیں سایۂ دیوار ملے

رَن میں بازارِ شہادت جو قضا نے کھولا
سربکف جنسِ شہادت کے خریدار ملے

دونوں فوجوں کو جو تقدیر نے دیکھا دمِ جنگ
شہدۂ نور ملے ہالِ جفا نار ملے

کیوں فلک خیمہ سے گھبرا کے جو نکلی زینبؑ
حلق پر شہؑ کے رواں خنجر خونخوار ملے

اب تلک تربتِ صغریٰؑ سے فغاں ہے یہ بلند
ایسے بچھڑے کہ نہ پھر سیّدِ ابرار ملے

قطعہ

شہؑ سے صغریٰؑ نے کہا یہ دمِ تسلیمِ وداع
جیتے جی خاک میں اے کاش یہ بیمار ملے

لونڈیوں کو بھی لیا قبلۂ حاجات نے ساتھ
اک ہمیں دردِ جدائی کے سزاوار ملے

لاشِ اکبرؑ پہ یہ چلاتے تھے جُھک جُھک کے حسینؑ
ہو نہ بینائی تو کیا لذّتِ دیدار ملے

لائے اصغرؑ کو جو مولا تو گلا چومنے کو
تیر کھولے ہوئے رن میں اب سوفار ملے

وصلِ معبود ہم آغوشیٔ زہراؑ و رسولؐ
کیا مرے شہؑ کو تہِ خنجرِ خوں خوار ملے

قطعہ

حُر جدا ہو کے عمر سے جو چلا سوے حسینؑ
پشت پر بہرِ مدد حیدرِ کرار ملے

فوجِ اسلام میں آیا تو پکارا ہاتف
ہو سروکار جو حق سے تو یہ سرکار ملے

بیٹا اٹھارہ برس کا جو چُھٹا بولے حسینؑ
جلد اب میرے بھی حلقوم سے تلوار ملے

پاؤں عابدؑ کے جو منزل پہ حرم نے دیکھے
ایک اک آبلہ میں آہ کئی خار ملے

حال صغریٰؑ نے جو پوچھا تو یہ زینبؑ نے کہا
دکھ پہ دکھ غم پہ غم آزار پہ آزار ملے

دی دعا ماں نے یہ عباسؑ کو ہنگامِ سفر
جا تجھے مرتبۂ جعفرِؑ طیّار ملے

قطعہ

زعفرِ جن نے کہا دفن کروں اصغرؑ کو
حکم گر اے پسرِ حیدرِ کرار ملے

روئے شہؑ اور یہ بولے کہ مقدر میں تو ہے
تا بہ چہلم کفن اصغرؑ کو نہ زنہار ملے

روئی تھی گنجِ شہیداں میں یہ کہہ کر زہراؑ
ہیں اسی خاک میں میرے دُرِشہوار ملے

کہا مانی سے یہ صغریٰؑ نے ہوئے قتل حسینؑ
ننگے سر خواب میں ہیں احمدِؐ مختار ملے

میں نے پوچھا تو کہا خاک اُڑاؤ تم بھی
خاک میں فاطمہؑ صغریٰؑ مرے گلزار ملے

درِ شہؑ خوابِ اجل کے لیے پاؤں جو دبیرؔ
آنکھ کھل جائے کہ اب طالعِ بیدار ملے

(۸۱)

سلام

مُجرئی کہتے تھے شہؑ خالقِ اکبر کے لیے
ظالمو پانی دو مجھ کو علی اصغرؑ کے لیے

شہؑ نے بانو سے کہا کپڑے ہیں سب خوں میں تر
دو ردا بہرِ کفن لاشۂ اکبرؑ کے لیے

اس سے افزوں کیا عباسؑ کا شورِ ماتم
جس طرح سے کہ نبیؐ روئے تھے جعفرؑ کے لیے

خشک حلقوم پہ جس وقت چلا خنجرِ شمر
کیا مزے شاہؑ نے آبِ دمِ خنجر کے لیے

شاہؑ کہتے تھے کہ ہیں مرتبہ میں دونوں ایک
بہر اکبرؑ ہے سناں تیر ہے اصغرؑ کے لیے

دیکھ کر فوجِ مخالف کو یہ شہؑ کہتے تھے
اتنا ساماں ہے یہ ایک مرے سر کے لیے

حوضِ کوثر پہ کہا شہؑ نے پدر سے اپنے
دیا اعدا نے نہ پانی علی اصغرؑ کے لیے

آپؑ کو چشمۂ کوثر کے ہیں مختار مگر
رہا محتاج بس اِک پانی کے ساغر کے لیے

خواب میں شہؑ سے سکینہؑ نے کہا میرے کان
زخمی اعدا نے کیے دیکھیے گوہر کے لیے

نکلا تابوت سکینہؑ کا جو ہیں زنداں سے
خلق سب روتی تھی شبیرؑ کی دختر کے لیے

شہؑ سے زینبؑ نے کہا دیکھوں نہ میں آپ کی مرگ
طور کچھ ایسا کیا چاہیے خواہر کے لیے

کہا بانوؑ نے کہ یا ساقیِ کوثر آؤ
شہؑ کو پانی نہیں ملتا علی اصغرؑ کے لیے

قطعہ

زعفر جن مع افواج بہ میدانِ ستم
آیا جس دم مددِ سبطِ پیمبرؐ کے لیے

شہؑ نے فرمایا کہ کیا فائدہ زعفر اس سے
ہے میرا حلق بنا شمر کے خنجر کے لیے

شاہؑ کہتے تھے کہ مرنے کا نہیں غم مجھ کو
دل مرا کڑھتا ہے پر زینبِؑ مضطر کے لیے

کہتی تھی زینبِؑ مضطر کروں کس کس کا غم
عون کے واسطے میں روؤں کہ جعفرؑ کے لیے

یا امامِ دو جہاں عرض یہ کرتا ہے دبیرؔ
مغفرت حشر میں کیجو علیؑ اصغر کے لیے

(۸۲)

سلام

اے مُجرئی فغانِ حرم عرش پر گئی
پیاسی تڑپ تڑپ کے سکینہؑ جو مر گئی

اے مُجرئی سکینہؑ بھی کیا کام کر گئی
بابا کے سر پہ سر کو رکھا اور مر گئی

مُجرائی کیا سکینہؑ پہ آفت گزر گئی
زندان میں اٹھائے یہ صدمے کہ مر گئی

کہتی تھی بانوؑ ہو گیا اکبرؑ میرا شہید
اور میں نہ آہ اُس کی بلا لے کے مر گئی

جس کا پدر تھا بابِ علومِ رسولؐ حق
سر ننگے شام و کوفہ میں وہ دربدر گئی

بالی سکینہؑ پوچھتی تھی راہِ شام میں
ماں کہو سپاہِ حسینیؑ کدھر گئی؟

صغریٰؑ یہ کہتی تھی کہ پدر نے کیا سفر
اور حیف ہے نہ کوچ میں دنیا سے کر گئی

زینبؑ نے در سے جانبِ میداں جو کی نگاہ
آئی نظر سپاہ جہاں تک نظر گئی

مڑ کر صدا نجف کو یہ دی یا علیؑ مدد
اعدا سے اور اخی سے لڑائی ٹھہر گئی

مطلق رہا نہ پردے کا زینبؑ کو کچھ خیال
اکبرؑ کی لاش ڈھونڈنے خود ننگے سر گئی

فردوس میں یہ کہتے تھے عباسؑ سے حسینؑ
اب تک نہ بھائی شدّتِ دردِ کمر گئی

قطعہ

رو کر پکاری ہے تُو ہی خواہر حسینؑ کی
زینبؑ کے رُخ پہ ہند کی جس دم نظر گئی

سر ننگے اور آلِ نبیؐ وا مصیبتا
وہ بولی جو گزرنی تھی ہم پر گزر گئی

کعبہ چھٹا مدینہ چھٹا خیمہ جل گیا
بھائی بھتیجے قتل ہوئے میں نہ مر گئی

یہ خشک تھا گلوے شہنشاہِ کربلا
چل چل کے تیغِ شمرِ ستم گر ٹھہر گئی

نازل ہوئی تھی جس کے لیے عرش سے عبا
عترت اُسی کی کوفے میں سب ننگے سر گئی

بانو یہ رن میں لاشہ اصغر پہ کہتی تھی
یہ پیاری پیاری شکل تری خوں میں بھر گئی

پیاسے رہے گلے پہ لگا ناوکِ ستم
چھوٹے سے سن میں تم پہ یہ ایذا گزر گئی

اُس غم سے سر برہنہ ہے فردوس میں بتولؑ
بلوے میں جب سے زینبِ خستہ جگر گئی

(۸۳)

سلام

کینہ دلِ مجرائی سروڑ میں نہیں ہے
یہ آئینہ اقلیمِ سکندر میں نہیں ہے

جو فکر سلامِ شہِ صفدڑ میں نہیں ہے
اے مُجرئی خُلد اُس کے مقدّر میں نہیں ہے

گریاں جو سلامی غمِ سروڑ میں نہیں ہے
خوشنودیِ بخشش اُسے محشر میں نہیں ہے

اے مُجرئی آبِ اشکوں کے گوہر میں نہیں ہے
اور آہ میں جو تاب ہے اختر میں نہیں ہے

گُل فاطمہؑ کے پنجۂ ماتم سے اُٹھے گا
اک تار بھی اب دامنِ محشر میں نہیں ہے

عابدؑ سے کہا شہؑ نے کہ مرنے کو نہ جاؤ
مرقوم ترا نام بہتّر میں نہیں ہے

اقلیم: سلطنت/خوشنودی: طاعت خوشامد/آب: چمک/اختر: تارہ/مرقوم: لکھا ہوا

غ دو زباں نے کہا کھینچو مجھے یا شاہ
ب تاب حسامِ شہِؑ صفدر میں نہیں ہے

قطعہ

ن لیجیے دیتے ہیں یہ طعنے تمھیں اعدا
ورِ شہِؑ مرداں تنِ سروؑ میں نہیں ہے

ر شہِ لولاکؐ ہے مظلومیِ زہراؑ
زورِ علیؑ نائبِ حیدرؑ میں نہیں ہے

یا رحم ہے بولے شہِؑ دیں یوں ہی سہی خیر
ر تو دلِ فرزندِ پیمبرؐ میں نہیں ہے

یاروں کا رفیقوں کا قصاص اُن سے میں کیا لوں
ب اُن سا کوئی فوجِ بداختر میں نہیں ہے

م سن میرے اکبرؑ کے جواں ہیں اُدھر لاؑ
م شکلِ پیمبرؐ کوئی لشکر میں نہیں ہے

ب تیغ علم کی تو یہ جبریلؑ پکارے
بیرؑ یہ مضمون تو محضر میں نہیں ہے

قصاص=خوں بہا/بداختر=سیہ کردار/محضر=دفتر

بانو نے کہا دودھ تو دودھ آہ یہ دیکھو
پانی بھی نصیب علی اصغرؑ میں نہیں ہے

بانو نے کہا شادیِ اکبرؑ کی ہوں مشتاق
ہے دل میں وہ حسرت جو مقدر میں نہیں ہے

اکبرؑ کے سراپا کی ثنا کرتے تھے اعدا
حقا یہ ضیا نیرِ اکبرؑ میں نہیں ہے

کیا نکہتِ گفتار ہے کیا شوکتِ رفتار
وہ گل میں نہیں ہے یہ صنوبر میں نہیں ہے

سیب ذقن و موجِ اب خشک کا ثانی
طوبیٰ میں نہیں چشمۂ کوثر میں نہیں ہے

ہے نامۂ صغریٰؑ میں جو مضمونِ فقاہت
پرواز کا مقدور کبوتر میں نہیں ہے

ایک ایک کو ہے مدِنظر اپنی شہادت
فردِ نظری شاہ کے دفتر میں نہیں ہے

صغریٰؑ نے یہ لکھا مدد اے عیسیٰؑ دوراں
اب تابِ جدائی دلِ مضطر میں نہیں ہے

زینبؑ نے کہا حُر کی ضیافت میں کروں کیا
فاقے کے سوا کچھ بھی مرے گھر میں نہیں ہے

باتُو نے کہا شہؑ سے اُگلتا ہے جو یہ دودھ
پیکاں تو حلقِ علی اصغرؑ میں نہیں ہے

مانگا شہِ مظلوم نے پانی جو دمِ ذبح
قاتل نے کہا آب بھی خنجر میں نہیں ہے

قطعہ

زینبؑ نے کہا شمر تو کیا لے کے کرے گا
پیوند کی بھی جا مری چادر میں نہیں ہے

وہ بولا یہ زہراؑ کا تبرّک ہے غنیمت
سب کچھ ہے یہی تحفہ میرے گھر میں نہیں ہے

سرورؑ نے کہا فدیۂ معبود ہیں دونوں
کچھ فرق یہاں اکبرؑ و اصغرؑ میں نہیں ہے

صغریٰؑ نے کہا مانی جو لینے نہیں آتے
اب الفتِ صغریٰؑ دلِ اکبرؑ میں نہیں ہے

جب بیڑیاں پہنانے لگے بولے یہ عابدؑ
کیا حصہ مرا نیزہ و خنجر میں نہیں ہے؟

ہے ہائے حُسینا کی صدا سنگ زنی میں
اس غم سے شرر کون سے پتھر میں نہیں ہے

شہؑ بولے دمِ ذبح کہ میں پیاسا ہوں اور آہ
پانی کے عوض آب بھی خنجر میں نہیں ہے

ویرانہ دروازہ پہ کہتی تھی یہ صغریٰؑ
دربار ہو کس کا کہ پدر گھر میں نہیں ہے

زینبؑ نے سرِ شہؑ سے کہا بھائی خبر لو
اب قید کی طاقت تری خواہر میں نہیں ہے

صغریٰؑ نے کہا باٹو سے کیا ڈھونڈتی ہو تم
اصغرؑ مری جاں دامنِ مادر میں نہیں ہے

شہؑ کہتے تھے گودی میں لیے لاشۂ اصغر
دلبر ہے مرے بَر میں پہ دل بَر میں نہیں ہے

میداں میں گیا حرؑ تو ندا آئی تواتر
کیوں کر یہ عزیزانِ پیمبرؐ میں نہیں ہے

سنگ زنی: پتھر تراشتے وقت کی آواز شرر: چنگاری/عوض: بدلے/بَر: سینے/تواتر: مسلسل/طالع یاور: قسمت مددگار

ہم رتبۂ سلماں یہ مسلماں ہے ازل سے
مانندِ ابوذرؓ طمعِ زر میں نہیں ہے

قطعہ

دکھلا کے حشم اپنا کہا حُر سے عمر نے
یہ چین تری طالعِ یاور میں نہیں ہے

دریا سے کنارا کیا کس چاہ پہ تو نے
اک قطرہ بھی تو شاہؑ کے لشکر میں نہیں ہے

نعرہ کیا حُر نے کہ توکلتُ علی اللّٰہ
دنیا میں ترا جاہ ہے محشر میں نہیں ہے

کیا نہر کے قبضہ پہ ہے نازاں یہ سمجھ لے
حصّہ ہے اسی میں ترا کوثر میں نہیں ہے

ہاتف نے کہا مشک جو بھرنے لگے عباسؑ
یہ پانی سکینہؑ کے مقدر میں نہیں ہے

قطعہ

یہ ہند کی بیٹی نے سکینہؑ سے کہا آہ
کیا تیری محبت دلِ مادر میں نہیں ہے؟

جاہ: مقام شوکت / ہاتف: آوازِ غیب

بالفرض کہ ماں باپ ہیں نادار تمھارے
اُجلا سا کوئی کُرتا بھی کیا گھر میں نہیں ہے؟

جیسا کہو میں خلعت و زیور ابھی لا دوں
صرفہ مجھے نذر و زر و گوہر میں نہیں ہے

دکھلا کے رِسن شانے کے اپنے وہ پکاری
جو اس میں ہے زینت کسی زیور میں نہیں ہے

پہنایا ہوا باپ کے ہاتھوں کا ہے کُرتا
بہنا یہ شرف خلعتِ پُر زر میں نہیں ہے

گر ہو سکے تم سے ہمیں بابا سے ملا دو
ہاتف نے ندا دی یہ مقدّر میں نہیں ہے

مہماں ہے غمِ شاہِ دبیر اہلِ عزا میں
کو کرب و بلا ہند کے کشور میں نہیں ہے

(۸۴)

سلام

سلامی شاہؑ کے غم میں جو اشک بار ہوئے
گُہر سے بھی گُہرِ اشکِ آبدار ہوئے

سلامی قتل جو ہیں شاہِؑ نامدار ہوئے
رسولؐ روضۂ رضواں میں اشک بار ہوئے

اِدھر تو مُجرئ شبیرؑ پر نثار ہوئے
اُدھر بہشت میں حوروں سے ہم کنار ہوئے

سلامی خاک ہوئے خاک سے غبار ہوئے
ابوترابؑ کے مرقد پہ یوں نثار ہوئے

کہا یہ بیٹوں سے زینبؑ نے میں نہ بخشوں گی دودھ
جو میرے بھائی پہ رن میں نہ تم نثار ہوئے

علیؑ کی تیغِ دوسر سے عدو جو چار ہوئے
یہ ایک وصف تھا اُس میں کہ دَو کے چار ہوئے

خوشا وہ لوگ کہ جا کربلا کے صحرا میں
تن اُن کے خاک ہوئے خاک سے غبار ہوئے

آبدار: چمک دار

عزیزو سنگ دلی شمر کی حسینؑ کا صبر
یہ دونوں واقعے دنیا میں یادگار ہوئے

جلو میں بے کسی و غم رکاب تھامے اجل
عجب شکوہ سے مرکب پہ شہؑ سوار ہوئے

حسینؑ امام کے تن پر لگے تھے جتنے تیر
وہ سارے تیر نبیؐ کے جگر کے پار ہوئے

کہاں گروہِ یزید اور کہاں رفیقِ امامؑ
وہ اہلِ نار ہوئے اور یہ رستگار ہوئے

قسم جوانیِ اکبرؑ کی تجھ کو پیرِ فلک
شہید بھی کہیں اصغرؑ سے شیرخوار ہوئے

ہزار و نہ صد و پنجاہ ویک جراحت تھے
خدا کی راہ میں شبیرؑ جب نثار ہوئے

یہی ہے لشکرِ شبیرؑ و فوجِ شام میں فرق
وہ اہلِ نار ہوئے اور یہ رُستگار ہوئے

کی ہتھکڑی نے تو عابدؑ کے ہاتھ میں بیعت
قدم قدم پہ قدم بوس آ کے خار ہوئے

جلو: سامنے، شکوہ: شان

اب فرات عجب بے کسی و غربت سے
شہید مسلمِ بے کس کے گل عذار ہوئے

نہ ہو گا بھائی کا بھائی سے بعدِ مرگ یہ پیار
بہے جو نہر میں لاشے تو ہم کنار ہوئے

جہاں میں ہے کوئی دولھا سُنا بجز قاسم
کہ جس بنے کو جراحت گلے کے ہار ہوئے

نہ آتے خانہ زنداں میں شاہ جنّت سے
مگر سکینہؑ کی فرقت سے بے قرار ہوئے

خطاب جس کا ہے قرآں میں عروۃ الوثقا
اسیرِ طوق و رسن اُس کے رشتہ دار ہوئے

عجیب اُنس شہیدوں میں تھا کہ بعدِ فنا
رہے بھی پاس ہی اور ایک جا مزار ہوئے

ہوئے جو عون و محمدؑ شہید بولے عدو
تھے نامور کے پسر دونوں نامدار ہوئے

کہا یہ شہؑ نے الٰہی تو آج کچھ خیر
بہن کے بیٹے جو مشغولِ کارزار ہوئے

گیا جو خلد میں اصغرؑ قریب محسن کے
وہ دیکھ حلق چھدا خوب اشک بار ہوئے

کہا امامؑ نے گر قتل ہم ہوئے تو کیا
ہزار شکر کہ ناجی گناہ گار ہوئے

تصورِ شہِ دیں میں یہ کہتی تھی صغریٰؑ
کہ بعد آپ کے دُکھ مجھ پہ بے شمار ہوئے

یہ دفعتًا مجھے آ گھیرا لشکرِ غم نے
قرار و ہوش بھی جس سے مرے فرار ہوئے

کہا امامؑ نے عابدؑ سے صبر لازم ہے
کہ تم ہی وارثِ احمدؐ کے ورثہ دار ہوئے

قطعہ

ملے جو خُلد میں زہراؑ سے شاہؑ دیں جا کر
تو پہلوؤں میں دل ان کے بھی بے قرار ہوئے

بتولؑ دیکھ امامِ زمنؑ کو رونے لگی
امامؑ دیکھ کے زہراؑ کو اشک بار ہوئے

ناجی نیک پاک

کھلے جو زخم شہیدوں کے مثلِ باغِ جناں
خزاں کے بعد وہ گُل غیرتِ بہار ہوئے

زہے سخاوتِ عابدؑ برہنہ پائی میں
تمام آبلۂ پا لباسِ خار ہوئے

زیادہ رات سے دن تھا سیاہ پیشِ نگاہ
حرم پہ یہ ستمِ اہلِ روزگار ہوئے

وطن کو خود نہ پھرے سر پھرا دیار دیار
حسینؑ امام عجب وقت بے دیار ہوئے

کہیں سُنی ہے یہ جنگ اِس طرف سے نکلا ایک
اُدھر سے آ کے مقابل کئی ہزار ہوئے

گرا جو گھوڑے سے قاسمؑ تو شہؑ نے فرمایا
ہزار حیف کہ بھائی سے شرم سار ہوئے

عجب خوشی سے ہوئے قتل پیاسے شہؑ کے رفیق
نہ اشک بار ہوئے اور نہ بے قرار ہوئے

ہر ایک دانۂ تسبیحِ کربلا ہے گواہ
کہ بوترابؑ کے سب لال خاک سار ہوئے

نگینے لعل و زمرد کے مہر پشت نے پائے
نواسے دوشِ پیمبرؐ پہ جب سوار ہوئے

قطعہ

وطن میں آئی جو زینبؑ تو بولے عبداللہ
کہ ہم جنابِ پیمبرؐ سے شرمسار ہوئے

دیا جواب یہ زینبؑ نے تم نہ ہو محجوب
تمھارے بیٹے تو شبیرؑ پر نثار ہوئے

جبیں سجدے میں گردن پہ تیغ لب پر شکر
خدا کی راہ میں شبیرؑ یوں نثار ہوئے

قطعہ

نثارِ بزم نشینانِ سیّدالشہداؑ
ذبیح راہِ خدا کے یہ سوگوار ہوئے

بڑھایا نقطۂ اشکِ عزا نے رتبۂ چشم
کہ عین پر جو دیا نقطہ تو ہزار ہوئے

کہیں وہ دن ہو کہ مژدہ سُنے یہ سب سے دبیر
چلو کہ مہدیؑ دیں آج آشکار ہوئے

مہر پشت: علامتِ پشتِ حضورؐ/محجوب: شرمندہ/جبیں: پیشانی/ذبیح: مژدہ: اچھی خبر/مبارک پیامقبول

(۸۵)

سلام

سلامی ہر فلک کیوں نہ اشک بار رہے
غمِ حسینؑ میں جب برق بے قرار رہے

لکھا تھا یہ قلمِ موج نے میانِ فرات
کہ پیاسا نہر میں عباسِؑ نامدار رہے

عزیزو چرخِ چہارم پہ ہے علیؑ کی شبیہ
کہ تا ملائکہ کو ہجر میں قرار رہے

اٹھا کے لے گئے لاشِ حسینؑ واں قدسی
کہ یہ بھی واقعہ تا حشر یادگار رہے

بہ زیرِ خاک نہ جب تک کہ وہ ہوا مدفون
حسینؑ لاشۂ اصغرؑ سے ہم کنار رہے

شگفتہ دیکھ کے زخموں کو کہتے تھے شہداؑ
یہ وہ چمن ہے کہ جس پر سدا بہار رہے

ہزار حیف کہ جو ہو ابوترابؑ کا لال
زمین پر وہی بے غسل و بے مزار رہے

مدفون: دفن ہونا

قطعہ

کہا حسینؑ سے یہ خواب میں سکینہؑ نے
کہ چُھٹ کے آپ سے ہم سخت بےقرار رہے

طمانچہ شمر نے مارا گُہر بھی چھین لیا
مدد نہ آپ نے کی ہم بہت پکار رہے

مریض بھائی کی منزل میں کچھ دوا نہ ہوئی
کہ پا میں آبلے اور آبلہ میں خار رہے

تمھارے لال کا اب حال ہے یہ اے بابا
کہ جیسے قید میں کوئی گناہگار رہے

قطعہ

کہا یہ بانُو نے سجاد سے دمِ مدفن
یہ بات یاد میری اے جگرفگار رہے

اُدھر تو کچیو اکبرؑ کو اور اِدھر شہؑ کو
پر ان کے بیچ میں اصغرؑ ہی کا مزار رہے

چلے اگرچہ رہِ خار چھوڑ کر عابدؑ
قدم کے چومنے سے پَر نہ باز خار رہے

اور اُس کے ہاتھ پہ بیعت بھی ہتکڑی نے کی
اسیری میں بھی یہ سجاد کا وقار رہے

قطعہ

حسابِ گریۂ عابدؑ بیان سے ہے زیاد
کہ ایک جان پہ اندوہ بے شمار رہے

مِلا پدر کو جو چالیس دن نہ غسل و کفن
سو اِس قلق میں چہل سال اشک‌بار رہے

سکینہؑ جب تلک آئی نہ قید خانہ سے
حسینؑ گلشنِ جنّت میں بے قرار رہے

ہوئے نہ دفن شہیدانِ کربلا جب تک
تمام مُردے تہِ خاک بے قرار رہے

قطعہ

کہا حسینؑ سے زینبؑ نے کیجیے انصاف
نہ ماں نہ باپ نہ جد بزرگ وار رہے

تم ایک بھائی ہو سو تم بھی مجھکو چھوڑتے ہو
بہن کے دل کو بھلا خاک اب قرار رہے

دبیرؔ ہے وہ عزا خانہ دل مرا جس میں
ہمیشہ تعزیۂ شاہِؑ نام دار رہے

÷

اندوہ: غم/قلق: غم

(۸۶)

سلام

مُجرائی لہو کیوں نہ بہے دیدۂ تر سے
پانی کو پسر ساقیٔ کوثر کا جو ترسے

صغریٰؑ کو دکھا داغِ رسن کہتی تھی بانوؑ
سوغات یہ میں لائی ہوں کوفہ کے سفر سے

جس ظلم سے شبیرؑ کو ظالم نے کیا ذبح
پوچھے کوئی خاتونِ قیامت کے جگر سے

دریا سے یہ آتی ہے صدا روزِ شہادت
شرمندہ ہوں میں ساقیِ کوثر کے پسر سے

چلتے ہوئے شہؑ روئے تو کہنے لگی صغریٰؑ
اے بابا نکلتے نہیں روتے ہوئے گھر سے

زہراؑ نے کہا خاک پہ شبیرؑ پڑا ہے
اے حوریو مت خاک چھڑاؤ مرے سر سے

قطعہ

ہر سمت لیے پھرتے تھے ظالم سرِ مسلمؑ
اعجاز سے کہتا تھا ہر اک راہ گزر سے

آئیں نہ یاں خون کے پیاسے ہیں یہ کوئی
کہنا جو ملاقات ہو زہراؑ کے پسر سے

سب سے درِ زنداں پہ کھڑی کہتی تھی فضہ
سیدانیاں یاں قید ہیں آؤ نہ اِدھر سے

یاں خونِ گلوے شہِؑ دیں اُچھلا رگوں میں
خنجر کو وہاں شمر نے باندھا جو کمر سے

کی شمر سے کٹ کر یہ سرِ شہؑ نے سفارش
لینا نہ ردا تو میری ہمشیر کے سر سے

بستی میں مسلمانوں کی کہتا تھا سرِ شاہؑ
پانی دو مجھے پیاسا ہوں چوبیس پہر سے

کہتی تھی سکینہؑ سے کھڑی ہند کی بیٹی
اس سن میں اٹھے باپ نہ دشمن کے بھی سر سے

اُلفت اسے کہتے ہیں پس از مرگ بھی شبیرؑ
لپٹائے ہوئے لاشۂ اصغرؑ تھے جگر سے

صغریٰؑ سے حرم کہتے تھے بارش کو دکھا کر
شبیرؑ پہ بھی تیروں کے باراں یونہی برسے

قطعہ

زینبؑ کے پسر کہتے تھے زینبؑ سے دمِ مرگ
پوچھیں وہ اگر ہم کو تو کہنا یہ پدر سے

ماموں کی بُلا لے کے ہوئے دشت میں بے جان
شرمندہ کیا تم کو نہ زہراؑ کے پسر سے

سر کاٹ کے بیٹوں کا دیا اُس کے عوض میں
تھا عشق برہمن کو یہ شبیرؑ کے سر سے

جو شہؑ کو نہ روئے گا دبیرِ جگرافگار
جوں اشک وہ گر جائے گا حیدرؑ کی نظر سے

(۸۷)

سلام

مُجرائی جہاں شہؑ کی تصویر نظر آئی
سر سجدے میں اور سر پہ شمشیر نظر آئی

کس دُکھ میں فلک تو نے شبیرؑ کو ڈالا تھا
جز مرگ نہ جو کوئی تدبیر نظر آئی

زہراؑ نے شہیدوں کو دیکھا جو مرقّع میں
اک حُر کی نئی اُس میں تصویر نظر آئی

بے نور تھیں یہ آنکھیں شہؑ کی غمِ اکبرؑ سے
جو خط کی نہ صغریٰؑ کے تحریر نظر آئی

بانوؑ نے کہا جب سے اکبرؑ گئے دنیا سے
کوئی نہ پیمبرؐ کی تصویر نظر آئی

وہ بیاہ تھا قاسمؑ کا یا موت کا ساماں تھا
جو بی بی نظر آئی دلگیر نظر آئی

سر ننگے کُھلے گیسو زندانِ ستم مسکن
یہ ہند کو زینبؑ کی توقیر نظر آئی

قطعہ

کی عرض دمِ مُردن شبیرؑ سے یہ حُر نے
جنّت کی مجھے اس دم تعمیر نظر آئی

شہؑ بولے مری ماں ہے آئی ترے لینے کو
اے حُر تجھے کچھ اپنی توقیر نظر آئی؟

نیزے پہ سرِ شہؑ کی آنکھوں سے بہے آنسو
سر ننگے جو بلوے میں ہمشیر نظر آئی

عابدؑ کی اسیری کا آنکھوں میں کھنچا نقشہ
جب حضرتِ باقرؑ کو زنجیر نظر آئی

سر شہر کا جب بھیجا مختار نے عابدؑ کو
بولے ہمیں اب یاور تقدیر نظر آئی

صد شکر کہ سر دیکھا شبیرؑ کے قاتل کا
یہ نالۂ زہراؑ کی تاثیر نظر آئی

کیا قہر ہے ظالم نے شکر اس پہ کیا ہے
سر ننگے جو سرورؑ کی ہمشیر نظر آئی

صغریٰؑ نے کہا جوں جوں شوق اپنا ہوا افزوں
وصلِ شہؑ بے کس میں تاخیر نظر آئی

قطعہ

زینبؑ نے کہا شہؑ سے ہو خیر تری بھائی
شب خواب میں ہے زہراؑ دلگیر نظر آئی

چاہا شہِؑ بے کس نے ہمشیر کو سمجھائیں
لیکن نہ کوئی ایسی تقریر نظر آئی

جب حلق لگا کٹنے اُس وقت یہ فرمایا
اس خواب کی اے زینبؑ تعبیر نظر آئی

بیٹھا ہے دبیرؔ آ کر شہؑ کے درِ دولت پر
بہتر نہ کوئی اس سے جاگیر نظر آئی

(۸۸)

سلام

ہو مُجرئی نہ خواہشِ اکسیر و زر مجھے
لے جائے بخت گر درِ شبیرؑ پر مجھے

کہتی تھی بانُو خشک ہو ہاتھ اُس کا اے خدا
دستِ ستم سے جس نے کیا ننگے سر مجھے

پوچھا جو نام ہند کی بیٹی نے اُس کا ہائے
بولی سکینہؑ کہتے ہیں سب بے پدر مجھے

حلقِ حسینؑ شمر سے کرتا تھا یہ گلہ
ہنگامِ ذبح بھی نہ کیا تو نے تر مجھے

صغرٰیؑ نے عرض کی کہ نہ ویراں کرو وطن
شہؑ بولے کربلا میں بنانا ہے گھر مجھے

کہتے تھے شہؑ لاشۂ عبّاسؑ پر یہی
سونے نہ دے گا قبر میں دردِ کمر مجھے

طفلی میں بھی حسینؑ یہ نانا سے کہتے تھے
اُمّت سے آپ کی نہیں پیارا ہے سر مجھے

شمرِ لعیں سے شہؑ نے کہا سینے سے اُتر
آئے گلے لگانے کو خیرالبشرؐ مجھے

ہچکی جو آئی بالی سکینہؑ کو مرتے دم
بولی کہ یاد کرتے ہیں شاید پدر مجھے

کرتا تھا ذبح شاہؑ کو اور کہتا تھا یہ شمر
زہراؑ کی آہ سے نہیں زنہار ڈر مجھے

بولے نبیؐ بہشت میں آئے حسینؑ جب
کیا تیری صابری نے کیا خوش پسر مجھے

قطعہ

زینبؑ یہ بولی شمر سے میری ردا نہ لے
کرتے ہیں پیار حضرتِ خیرالبشرؐ مجھے

فریاد روزِ حشر کروں گی نبیؐ سے میں
حضرت کے کلمہ گو نے کیا ننگے سر مجھے

صغریٰؑ یہ کہتی تھی کہ عجب کیا جو دوں جواب
بابا پکاریں قبر پر آ کر اگر مجھے

باقرؑ یہ بولی کیوں نہ کلیجے میں درد ہو
اکبرؑ کی یاد رہتی ہے آٹھوں پہر مجھے

صغریٰؑ نسیم صبح سے بولی کہ ٹھہر جا
کیا خوب تجھ سے آتی ہے بوئے پدر مجھے

ترکِ وطن کا قصد مصمّم ہے اے دبیرؔ
دیکھوں نصیب لے کے چلے ہے کدھر مجھے

زنہار ہرگز قصدِ مصمّم: پکا ارادہ نصیب: قسمت

(۸۹)

سلام

غضب ہے مُجرئ مختار تھے جو کوثر کے
انھیں فلک نے اتارا ہے گھاٹ خنجر کے

سلامی اشک بہا نم میں ابنِ حیدرؑ کے
فرشتے حشر میں دیں گے تجھے گُہر کر کے

کہا یہ بانو نے دل پیچ و تاب کھاتا ہے
جھنڈولے بال جو آئے ہیں یاد اصغرؑ کے

گلوے شاہؑ نے کٹ کر کہا نہ بھولیں گے
نبیؐ کے بوسے مجھے اور رگڑے خنجر کے

حرم رسولؐ فلک قدر کے تھے قید جہاں
جناب فاطمہؑ پھرتی تھیں گرد اُس گھر کے

کہا یہ شمر نے عابدؑ سے ہاتھ باندھ کے آہ
رسن سے باندھے ہیں بازو یہ میں نے حیدرؑ کے

پیچ و تاب: مضطرب

سرِ حسینؑ یہ کہتا تھا دو کوئی چادر
کہ اہل بیتؑ ہیں سر ننگے سب پیمبرؐ کے

بتولؑ کہتی تھی یہ لگ گئی نظر کس کی
کہ قتل ہو گئے خُرد و کلاں مرے گھر کے

حسینؑ کہتے تھے کس کس کی میں کروں خاطر
کہ ہیں ہزاروں خریدار میرے اک سر کے

چڑھا جو نیزے پہ سر شاہؑ کا تو دی یہ صدا
میں سربلند ہوا حق کی راہ میں مر کے

وہ راہِ عشقِ خدا ہے کہ جس کی منزل پر
قسم خدا کی میں پہنچا خدا خدا کر کے

بیان کرتے تھے شہؑ رحم کر جوانی پر
نہ رَن کو جاؤ تم اکبرؑ ہمیں حزیں کر کے

جگر کو چین نہیں دل مرا تڑپتا ہے
تُو دیکھ لے مری چھاتی پہ ہاتھ کو دھر کے

سلام

اے مُجرئی بتولؑ عزائے پسر میں ہے
رونے کا شور مرقدِ خیرالبشرؐ میں ہے

کہتے تھے شہؑ نہ ہو کسی دشمن کو بھی نصیب
اکبرؑ کا جیسا داغ ہمارے جگر میں ہے

عباسؑ کو یہ رنج تھا بعد از فنا کہ ہائے
مرنے سے میرے درد اخی کی کمر میں ہے

قطعہ

جھولے کو دیکھ دیکھ کے صغریٰؑ یہ کہتی تھی
یادش بخیر اصغرِؑ ناداں سفر میں ہے

الفت یہ ہے کہ سنگ سرِ شاہؑ پر لگا
اور درد اُس کا زینبِؑ مضطر کے سر میں ہے

کہتی تھی بانوؑ جب سے کہ اکبرؑ ہوئے ہیں قتل
اک آگ سی دہک رہی میرے جگر میں ہے

کہتے تھے شہؑ سکینہؑ کے ننھے کی لاش پر
تھاموتم اٹھ کے درد ہماری کمر میں ہے

بروزِ قتل شہنشاہِ دیں بوقتِ زوال
سر اپنا تکیہ پر صغریٰؑ جو سو گئی دھر کے

اُٹھی جو خواب سے رو کر یہ بولی نانی سے
ابھی کھڑے ہوئے تھے شاہؑ آگے دُختر کے

دِکھا کے خاک بھرے ہاتھ مجھ سے کہتے تھے
ہم آئے ہیں علی اصغرؑ کو قبر میں دھر کے

کتاب وصفِ علیؑ میں اگر لکھوں میں دبیر
بناؤں تار شعاعی سے تار مسطر کے

دل اہلِ دیں کا سرد ہے آبِ حیات سے
لہرا رہا جو چشمۂ کوثر نظر میں ہے

صغریٰؑ یہ بولی غش مجھے آتے ہیں نانی جان
کس کے لہو کی بُو یہ نسیمِ سحر میں ہے

قطعہ

بولی سکینہؑ شمر سے کیوں کر نہ روؤں میں
کس کس کا داغ میرے دلِ نوحہ گر میں ہے

دیتا ہے گر سزا مجھے رونے کی دے پہ دیکھ
طاقت طمانچے کھانے کی مجھ بے پدر میں ہے

گردش میں نوک نیزہ کی واں ہے سرِ حسینؑ
اور درد یاں مدینہ میں صغریٰؑ کے سر میں ہے

سجادؑ بولے نائبِ ختمِ رسلؐ ہوں میں
باندھے رسن یہ بازوے خیرالبشرؐ میں ہے

زینبؑ قریبِ شہر جو پہنچی تو بولا شمر
مسلمؑ کا لاشہ دیکھ لو کوفے کے در میں ہے

کہتے تھے شاہؑ ایسا ہی گر قحطِ آب ہے
مترؔ (۷۰) دو (۲) تن کا خاتمہ اک دوپہر میں ہے

صغریٰؑ نے بی بیوں سے کہا شہؑ کا خوں ہوا
بے مہ اشکِ سرخ نہیں چشمِ تر میں ہے

اصغرؑ کی خیر ہووے کہ دیکھا ہے خواب میں
ننھی سی ایک لاش کنارہ پدر میں ہے

روتا تھا سر حسینؑ کا عابدؑ کے حال پر
کانٹا پڑا ہوا جو ہر اِک رہ گزر میں ہے

جو منکرِ عزاے شہِؑ دیں ہے اے دبیرؔ
اُس کا مقام حشر کو بے شک سقر میں ہے

(۹۱)

سلام

ہے شاہؑ کے صدقہ سے یہ توقیر ہماری
فردوس ہے اے مُجرئی جاگیر ہماری

حیدرؑ نے دمِ نزع گلے سے جو لگایا
حُر کہتا تھا کیا خوب ہے تقدیر ہماری

عابدؑ نے کہا قید میں گر نیند ہے آتی
کفار ہلا دیتے ہیں زنجیر ہماری

پانی جو طلب شہؑ نے کیا شمر یہ بولا
پیاسی ہے ترے خون کی شمشیر ہماری

نانا سے دمِ نزع کہا سبطِ نبیؐ نے
پوچھو تو ذرا شمر سے تقصیر ہماری

جنّت میں کہا شاہؑ نے ہے درد جگر میں
روتی ہے مگر قید میں ہمشیر ہماری

سقّائے حرم کہتا تھا کر سینے کو غربال
پر مَشک نہ تو چھیدیو اے تیر ہماری

توقیر: عزت/رسبط نبیؐ: نواسۂ رسولؐ

زینبؑ سے کہا شہؑ نے سکینہؑ سے خبردار
ہم مصحفِ ناطق یہ ہے تفسیر ہماری

احمدؐ نے کہا لاشۂ اکبرؑ پہ کہ افسوس
اُمّت نے مٹا ڈالی یہ تصویر ہماری

شہؑ نے کہا اے دل تو نہ کر یاد وطن کی
اب قبر یہاں ہوتی ہے تعمیر ہماری

کہتے تھے حرم بلوہ ہے اور بال کھلے ہیں
یا شاہِ نجفؑ دیکھیے توقیر ہماری

عابدؑ نے کہا شاد ہے دل اس کو پہن کر
گویا کہ یہ منّت کی ہے زنجیر ہماری

قطعہ

شیریں سے کہا خواب میں فرزندِ علیؑ نے
سر ننگے یہاں آتی ہے ہمشیر ہماری

جا جلد اُڑھا زینبؑ دل خستہ کو چادر
دیوے گی دعا مادرِ دلگیر ہماری

ہر مشکل و آفت میں دبیرِ جگر افگار
امداد کیا کرتے ہیں شبیرؑ ہماری

÷

(۹۲)

سلام

سلامی جب کہ مجکو قتلِ سرورؑ یاد آتا ہے
وہ سوکھا حلق وہ بے آب خنجر یاد آتا ہے

کہا زہراؑ نے میری گود میں بے کل ہوئے اصغرؑ
بُلاؤں کیا تمھیں آغوشِ مادر یاد آتا ہے

نہ سونے کا سبب پوچھا جو باٹوؑ نے سکینہؑ سے
وہ بولی سینۂ سبطِ پیمبرؐ یاد آتا ہے

زمیں پر بے کفن رن میں پڑے شبیرؑ کہتے تھے
کنارِ فاطمہؑ آغوشِ مادر یاد آتا ہے

کہا باٹوؑ نے رونے سے مجھے فرصت ملے کیوں کر
جو اکبرؑ بھول جاتا ہے تو اصغرؑ یاد آتا ہے

کہا شیریں نے شوہر سے سر اپنا خاک ڈھانپوں میں
مجھے ہر آن زینبؑ کا کُھلا سر یاد آتا ہے

اَذاں زین العباؑ جس وقت دیتے رو کے فرماتے
پدر کا نعرۂ اللہ اکبر یاد آتا ہے

یہی فرماتی تھی زینبؑ کہ میں کیوں کر پیوں پانی
مجھے وہ خشک لب بھائی کا اکثر یاد آتا ہے

سکینہؑ سے جو کہتا شمر کیوں روتی ہے تو کہتی
مجھے تیرا طمانچہ اے ستم گر یاد آتا ہے

شہِ دیں گور کے مشتاق تھے صحرائے آفت میں
مسافر کو بہت پردیس میں گھر یاد آتا ہے

سکینہؑ ماں سے کہتی تھی نہ کیوں کر پیچ کھائے دل
جھنڈولے بال یاد آتے ہیں اصغرؑ یاد آتا ہے

ہوئے عابدؑ جو گریاں دیکھ کر حیواں کی قربانی
کہا قصاب نے کیا تم کو سروشؑ یاد آتا ہے

کلیجہ تھام کر سجادؑ نے رو رو یہ فرمایا
گلا شبیرؑ کا ظالم کا خنجر یاد آتا ہے

محرم میں جو طفلِ مومنیں کرتے ہیں سقائی
حرم کہتے ہیں عباسِ دلاور یاد آتا ہے

کہا باہو نے جب طوق وسلاسل پہنی عابدؑ نے
مجھے اُس دم تری طفلی کا زیور یاد آتا ہے

دبیرؔ اُس وقت کیا اعمال پر میں اپنے روتا ہوں
مجھے جس دم حسابِ روزِ محشر یاد آتا ہے

سلام

اُس کو مُجرا کہ جو بے کس بھی ہے دلگیر بھی ہے
قیدیٔ ظلم بھی ہے بستۂ زنجیر بھی ہے

مُجرئی آہِ سحر نالۂ شب گیر بھی ہے
غمِ شبّرؑ بھی ہے مجکو غمِ شبیرؑ بھی ہے

شمر زینبؑ سے یہ کہتا تھا پئے قتلِ حسینؑ
قہر جلاّد بھی ہے خنجر و شمشیر بھی ہے

شہؑ نے اعدا سے کہا قتل نہ اکبرؑ کو کرو
نوجواں بھی ہے یہ اور لائقِ توقیر بھی ہے

سر کھلے کہتی تھی زینبؑ کہ ہمارے سر پر
دستِ زہراؑ بھی ہے اور چادرِ تطہیر بھی ہے

کہا عابدؑ نے گلے کوئی نہیں لپٹاتا
پاؤں پڑنے کو تو کانٹا بھی ہے زنجیر بھی ہے

شمر سے کہتی تھی زینبؑ نہ بہا خونِ حسینؑ
خونِ احمدؐ بھی ہے یہ فاطمہؑ کا شیر بھی ہے

حرملہ سے کہا شہؑ نے نہ لگا تیرِ ستم
علی اصغرؑ مرا پیاسا بھی ہے بے شیر بھی ہے

رو کے حارث سے یہ کہتے تھے پسر مسلمؑ کے
تجھ کو گھر آنے کی کچھ عزّت و توقیر بھی ہے

زلفیں مت کھینچ طمانچے نہ لگا اے ظالم
ہم گرفتاروں کی ثابت کوئی تقصیر بھی ہے

دیکھ کر حرؑ کو کہا شہؑ نے کہ تیری خاطر
چادرِ فاطمہؑ ہے زانوے شبیرؑ بھی ہے

عارض و سبزۂ خط دیکھ علی اکبرؑ کا
سب یہ کہتے تھے کہ مُصحف بھی ہے تفسیر بھی ہے

پہنچا کوفہ میں سرِ شہؑ تو پُکارا رو کر
یاں کہیں بھائی مرا مسلمِ دلگیر بھی ہے

حالِ سجادؑ پہ رونے کی جگہ ہے واللہ
حلق میں رسّی بھی ہے طوقِ گلوگیر بھی ہے

کہا زینبؑ نے سکینہؑ کو بلایا بھائی
یہ نہ دھیان آیا کہ عاشق مری ہمشیر بھی ہے

تفسیر: خطا غلطی/طوقِ گلوگیر: گلے میں پھنسی طوق/عارض: رخسار

زانوے شاہؑ پہ سر دیکھ کے حرؑ نے یہ کہا
آج مجھ سے کسی انسان کی توقیر بھی ہے

چل کے آنکھوں سے اُٹھا خاکِ درِ شاہ دبیرؔ
ارے ناداں وہ پارس بھی ہے اکسیر بھی ہے

(۹۴)

سلام

اے مُجرئی جو اشک مری چشمِ تر میں ہے
ایسا گُہر کہاں کسی سلکِ گُہر میں ہے

ماہِ صفر بھی مثلِ محرم اثر میں ہے
چہلم امامِ پاک کا ماہِ صفر میں ہے

صغریٰؑ کو کیا شفا ہو کہ یادِ پدر میں ہے
بیمار گھر میں اور مسیحا سفر میں ہے

اصغرؑ کی سرگزشت جو میری نظر میں ہے
خشکیِ حلقِ مالکِ کوثر نظر میں ہے

زخمی ہوئی جو سنگ سے پیشانیِ حسینؑ
ثابت ہوا کہ داغ اِسی سے قمر میں ہے

آہستہ حُرملہ سے یہ کہتا تھا ابنِ سعد
تاک اُس کو وہ جو طفل کنارِ پدر میں ہے

چہلم حسینؑ کا ہے شہادت حسنؑ کی ہے
ماتم ہے جس کا نام وہ ماہِ صفر میں ہے

گُہر: موتی / سلکِ گُہر: موتیوں کی لڑی

کہتے تھے حُر کو دیکھ کر اُس فوج میں حسینؑ:
اپنا کسی طرف ہو ہماری نظر میں ہے

یہ عابدِؑ مریض کا تکیہ کلام تھا
میداں میں تندرست ہیں بیمار گھر میں ہے

چہرے سے غم ہے اکبرؑ و عباسؑ کا عیاں
آنکھوں میں شہؑ کی نور نہیں خم کمر میں ہے

کہتی تھی بانو اکبرؑ و اصغرؑ کی یاد میں
برچھی کی نوک دل میں ہے پیکاں جگر میں ہے

سر شہؑ کا زیرِ تخت دھرا ہے یزید نے
اللہ کیا ہوائے غرور اُس کے سر میں ہے

قاسمؑ کی منہدی کوند رہتے ہیں اشکوں سے حرم
کیا قحطِ آب ساقیِ کوثرؑ کے گھر میں ہے

صغریٰؑ سے ماں کہتی تھی وسواس آتا ہے
واری نہ روؤ باپ تمھارا سفر میں ہے

کیوں اپنے اشک کو نہ دُرِ نذر ہم کہیں
رونا ہمارا سبطِ نبیؐ کی نظر میں ہے

عیاں: ظاہر/ پیکاں: تیر/وسواس: خیال

برچھی کا پھل جو کھایا تو اکبرؑ نے یہ کہا
خوشنودیِ خدا کا مزا اس ثمر میں ہے

روشن ہے اشتیاقِ شہادت سے رُوے شاہؑ
نورِ چراغ شامِ چراغِ سحر میں ہے

پوچھا عمر نے مال تو زینبؑ نے یہ کہا
دولت یہی امامؑ دوعالم کے گھر میں ہے

دینار جس کا نام ہے سینے کا داغ ہے
گوہر وہ ہے جو اشک مری چشمِ تر میں ہے

اللہ رے انقلاب کہ دَر دَر ہیں اہلِ بیتؑ
ناموس اہلِ شام کی عزّت سے گھر میں ہے

سمجھو نہ وقتِ صبح شفق گردِ آفتاب
خونِ حسینؑ طائرِ زرّیں کے پَر میں ہے

سینے میں نیزہ حلق پہ خنجر زباں پہ شکر
یہ حلم جُز حسینؑ بھلا کس بشر میں ہے

طوفاں اُٹھا ہے آبِ دمِ ذوالفقار سے
ہستیٔ اہلِ ظلم کی کشتی بھنور میں ہے

دُرِ سوتی/خوشنودی: راضی اور خوش کرنا/اشتیاق: شوق/ناموس: حرم/پَر: سینہ

ہے گشت میں حسینؑ کا مرکب جو دشت میں
عمرِ رواں رُکی ہوئی فوجِ عمر میں ہے

شمشیرِ شہؑ کی خوف سے سب کا اُڑا ہے رنگ
جوہر نہ تیغ میں ہے نہ روغن سپر میں ہے

لرزاں ہیں غرب و شرق نہ یوں برق بھی ہو غرق
یہ تیغ گاہ خود میں ہے اور گاہ سر میں ہے

چُھپتا ہے سر گلے میں گلا سب کا سینے میں
سینہ بھی دل بھی جان بھی خوف و خطر میں ہے

کیسی کمر کہ ڈھونڈتی ہے تیغ جس کا تن
تقدیر عرض کرتی ہے وہ تو سقر میں ہے

عبّاسِ نامور کا عَلم کیوں محبّ نہ لیں
ہر ایک آرزو کا ثمر اِس شجر میں ہے

قاتل سے شاہؑ کہتے تھے سر کاٹ لے مگر
اُٹھ سینے سے کہ درد ہمارے جگر میں ہے

بانوؑ گری زمیں پہ کلیجہ پکڑ کے آہ
اکبرؑ نے جب سُنایا کہ برچھی جگر میں ہے

ہستی: زندگی/سقر: دوزخ/محبّ: چاہنے والا/شجر: میوہ

قطعہ

حُر شاہؑ کی طرف جو چلا بولا ابنِ سعد
پابوسِ شاہِؑ دیں کی ہوس تیرے سر میں ہے

حُر نے کہا کہ ہاں حق و باطل ہے آئینہ
میرا مقام خلد میں تیرا سقر میں ہے

میں حیدریؑ ہوں اور تُو یزیدی ہے اَوشقی
کب ربط نور و نار میں اور خیر و شر میں ہے

میں پیروِ امامؑ تُو محکومِ میرِ شام
تفریقِ صدق و کذب میں عیب و ہنر میں ہے

پوچھا عمر نے کیا ہوسِ گنجِ زر نہیں
حُر نے کہا کہ گنجِ شہیداں نظر میں ہے

آئی ندائے غیب ہوا خاتمہ بخیر
اے حُر تری جگہ دلِ خیرالبشرؐ میں ہے

حسرت چراغِ قبر کی ہم کو نہیں دبیرؔ
داغِ غمِ حسینؑ کا جلوہ جگر میں ہے

سقر: دوزخ/محکوم: غلام/تفریق: فرق/کذب: جھوٹ/صدق: سچ

سلام

برگشتہ سلامی کا مقدر تو نہیں ہے
پر بے درِ شہؑ دیکھے یہ باور تو نہیں ہے

جنّت میں قدم رکھا سکینہؑ نے یہ کہہ کر
اے حوریو یاں شمرِ ستم گر تو نہیں ہے

شہؑ بولے دمِ ذبح کوئی روتا ہے اے شمر
مقتل میں کہیں زینبؑ مضطر تو نہیں ہے

آئی یہ ندا حلق ترا کٹتا ہے واری
بالیں پہ یہ ماں روتی ہے خواہر تو نہیں ہے

لشکر سے کہا عمر نے کاٹو سرِ اکبرؑ
ہم شکلِ پیمبرؐ ہے پیمبرؐ تو نہیں ہے

باقرؑ نے کہا سو رہو بے فرش سکینہؑ
واری گئی زندان ہے یہ گھر تو نہیں ہے

سر کھل گیا کبریٰؑ کا تو زینبؑ یہ پکاری
پاس آپ کے بی بی کوئی چادر تو نہیں ہے؟

باقرؑ نے کہا باپ کے تم عاشق ہو اکبرؑ
واری تمھیں کچھ الفتِ مادر تو نہیں ہے

کہتے ہو کہ بے شیر کو دیکھو مرے بدلے
اصغرؑ مرا تصویرِ پیمبرؐ تو نہیں ہے

زینبؑ نے کہا سینے پہ سیّد کے چڑھا ہے
کیوں شمر کلیجہ ترا پتّھر تو نہیں ہے

کس طرح گوارا ہو ترا داغِ جوانی
آخر یہ جگر ماں کا ہے پتّھر تو نہیں ہے

کہتے تھے شقی بالوں سے منہ ڈھانپ لیں اپنے
ناموسِ نبیؐ لائقِ چادر تو نہیں ہے

فضّہ نے کہا جان فقط رکھتے ہیں لے لو
پاس اپنے لعینو زر و زیور تو نہیں ہے

گھر لوٹ کے شبّیرؑ کا کہنے لگے ظالم
ایمان کی دولت ہے فقط زر تو نہیں ہے

سردار سے یہ کہہ کر کنارا کیا حرؑ نے
دریا ہے ترے قبضہ میں کوثر تو نہیں ہے

شہؑ نے کہا بے شیر کو دو پانی لعینو
تکلیف عبادت کی بھی اِس پر تو نہیں ہے

بالفرض بقولِ عمر و شمرِ ستم گر
شبیرؑ گنہ گار ہے اصغرؑ تو نہیں ہے

بے ساختہ لشکر نے کہا آئے جو اکبرؑ
آ کر کوئی دیکھو تو پیمبرؐ تو نہیں ہے؟

زہراؑ نے دیا شیر نبیؐ نے لیے بوسے
ہے ہے یہ گلا قابلِ خنجر تو نہیں ہے

دہشت ہے دبیرؔ اپنے گناہوں سے وگرنہ
دل کو مرے اندیشۂ محشر تو نہیں ہے

(۹۶)

سلام

جگرِ چرخ سے جُوں تیر گزر کرتا ہے
نالہ اے مُجرئی پتّھر میں اثر کرتا ہے

مَہر سے ماہِ علیؑ جب کہ نظر کرتا ہے
ذرّۂ خاک کو اے مُجرئی زر کرتا ہے

مُجرئی دل جو فغاں شام و سحر کرتا ہے
آمدِ ماہِ محرّم کی خبر کرتا ہے

آہِ پُر سوز جو تُو وقتِ سحر کرتا ہے
چرخ اے مُجرئی گُل شمعِ قمر کرتا ہے

بَجہ سائی جو درِ شہؑ پہ قمر کرتا ہے
مُجرئی اُس کو فلک افسرِ سر کرتا ہے

پا پیادہ جو گُلِ فاطمہؑ ہے اس غم سے
آبلہ زیرِ قدم چشم کو تر کرتا ہے

گور زہراؑ کے پسر کو نہ ملی تا چہلم
اس لیے دشت ہر اِک خاک بسر کرتا ہے

بجہ سائی = پیشانی ملنا

مرگ کہتی ہے کہ غم دل میں کرے گا روزن
گوہرِ بحر علی قصدِ سفر کرتا ہے

شاہؑ کہتے تھے اُچھلتا ہے مرا خونِ گلو
تیغ کو شمرِ لعیں تیز مگر کرتا ہے

بولے سجادؑ کہ غش کھا کے جو میں گرتا ہوں
پیار اکثر مجھے زہراؑ کا پسر کرتا ہے

کہا زینبؑ نے کہ کر قتل مجھے تُو پہلے
ذبح شبیرؑ کو اے شمر اگر کرتا ہے

شاہؑ کہتے تھے سکینہؑ سے لپٹ کر شبِ قتل
آخری پیار تمھیں اَب یہ پدر کرتا ہے

ہو کے زخمی کہا شہؑ نے کہ جُھکوں سجدے میں
پھل جو لگتے ہیں تو خم سر کو شجر کرتا ہے

پوچھا حوروں نے کہ کیوں خلد میں گھبراتی ہو؟
کہا زہراؑ نے کہ شبیرؑ سفر کرتا ہے

روح حمزہؑ کی یہ کہتی تھی کہ سبحان اللہ
جنگ میں سینے کو عباسؑ سپر کرتا ہے

وہ گلا کاٹتا تھا شہؑ کو تاسف یہ تھا
کہ قلم ہائے مسلماں مرا سر کرتا ہے

کہا اصغرؑ نے اشارے سے رکھو ہاتھ اپنا
اب طپش پیاس سے بابا یہ جگر کرتا ہے

شہؑ کے مرقد سے یہ آتی تھی صدا اے عباسؑ
اب بھی بے چین ہمیں دردِ کمر کرتا ہے

قطعہ

پانی مسلمؑ نے جو طوعہ سے لیا آئی صدا
ہاں خبردار کہ ہاتف یہ خبر کرتا ہے

ذبح ہو گا پسرِ فاطمۂ زہراؑ پیاسا
اپنے لب کس لیے پانی سے تُو تر کرتا ہے

کہا زہراؑ نے پیمبرؐ سے کہ تربت سے اُٹھو
اب مدینہ سے میرا لال سفر کرتا ہے

طالبِ دادِ مضامیں عُقلا سے ہے دبیرؔ
بے خرد سے نہیں دعوائے ہنر کرتا ہے

(۹۷)

سلام

گر رقم جلوۂ نورِ رُخِ سرورؑ ہوئے
ورق اے مُجرئی خورشید منوّر ہوئے

مُجرئی قتل جو پیاسا علیؑ اصغرؑ ہوئے
کیوں نہ محزون و حزیں ساقیٔ کوثرؑ ہوئے

خوں بہا شہؑ نے یہ مانگا تہِ خنجر حق سے
بخششِ اُمّتِ عاصی تہِ خنجر ہوئے

شہؑ جو خیمہ سے چلے رَو کے یہ زینبؑ سے کہا
کیجیو صبر جو کچھ حادثہ مجھ پر ہوئے

قطعہ

آیا میداں میں جو اکبرؑ تو پکارے اَعدا
وہ لڑے اُس سے کہ جو دشمنِ داور ہوئے

شان میں مثلِ علیؑ شکل میں ہم شکلِ نبیؐ
وہ مسلماں نہیں جو روکشِ اکبرؑ ہوئے

پسرِ سعد پکارا کہ کرو قتل اِسے
تا کہ حاصل تمھیں اب خلعتِ پُر زر ہوئے

سب لگے کہنے ابھی قتل ہم اکبرؑ کو کریں
دوسرا گر کوئی ہم شکلِ پیمبرؐ ہوئے

شمر نے شہؑ سے کہا جب ہوئے عباسؑ شہید
بھیج دو رَن میں کوئی اَور برادر ہوئے

جب لُٹیں زینبؑ و کلثومؑ کی چادر چھینیں
کیوں نہ پھر فاطمہؑ جنّت میں کھلے سر ہوئے

جب دوا پیتی تھی صغریٰؑ تو دُعا کرتی تھی
باپ کا شربتِ دیدار میسّر ہوئے

کیوں نہ ٹوٹے کمرِ پشت پناہِ عالمؑ
قتل جب نہر پہ عباسؑ دلاور ہوئے

جب کہ عباسؑ چلے رَن کو تو زینبؑ نے کہا
کیوں نہ قربان برادر پہ برادر ہوئے

بولے شہؑ کیجیے میزانِ شہادت میں جو وزن
قدر اصغرؑ کی بھی اکبرؑ کے برابر ہوئے

شمر جب گردنِ شبیرؑ پہ پھیرے خنجر
کیوں نہ فردوس میں بے چین پیمبرؐ ہوئے

خلعت پُر زر: سونے کے تاروں سے بنا لباس

پسرِ فاطمہؑ کرتا تھا دعا وقتِ زوال
یوں رہِ حق میں جدا تن سے مرا سر ہوئے

دل میں ہو یادِ خدا لب پہ ہو شکرِ معبود
شمر سینے پہ ہو اور حلق پہ خنجر ہوئے

شاہؑ کہتے تھے نہیں شوقِ شہادت سے بعید
گھٹیوں رن کو رواں گر علی اصغرؑ ہوئے

فاطمہؑ خلد میں کہتی تھی کہ بے تاب ہے دل
کہیں شبیرؑ نہ میرا تہِ خنجر ہوئے

اے فلک آہ کفن پائیں نہ مسلم کے پسر
بس کفن آبِ رواں کی انھیں چادر ہوئے

کون شبیرؑ سا ہے صادق الاقرار ایسا
وعدہ اِک سر کا ہو صدقے سرِ لشکر ہوئے

جب کہ صدقے ہوئے اکبرؑ یہ دعا دی ماں نے
تم پہ اکبرؑ مددِ خالقِ اکبرؑ ہوئے

اے دبیرؔ اس میں بھی واللہ! ہمارا ہے وقار
حشر میں سر پہ اگر دامنِ قنبر ہوئے

آبِ رواں: بہتا پانی/صادق الاقرار: سچا اقرار کرنے والا

(۹۸)

سلام

رَن میں اے مُجرئی زینبؑ کے جو دلدار آئے
مُل ہوا جنسِ شہادت کے خریدار آئے

اُس گھڑی حال ہوا بتِ علیؑ کا تغیّر
غارتِ خیمہ کو جس وقت ستم‌گار آئے

جس کی مادر کا اُٹھا شب کو جنازہ اے چرخ
ننگے سر بال کھلے وہ سرِ بازار آئے

لاش اصغرؑ کی جو شہؑ لائے کہا باتو نے
سُوے میداں سے مرے طالعِ بیدار آئے

کیا دمِ رخصتِ شبیرؑ تھی زینبؑ بےتاب
شاہؑ سو بار گئے خیمہ میں سو بار آئے

بولا حُر شہؑ سے دمِ مرگ کہ مولاؑ دیکھو
میرے لینے کے لیے حیدرِؑ کرّار آئے

لاشے جب عونؑ و محمدؑ کے اُٹھا لائے حسینؑ
بیبیاں بولیں کہ زینبؑ ترے دلدار آئے

لے کے لاشوں کی بلائیں یہ پکاری زینبؑ
شہؑ پہ صدقے ہوئے اَب کیوں نہ مجھے پیار آئے

مومنو رونے کی جا ہے کہ ہنسا خوب یزید
طوق پہنے ہوئے جب عابدؑ بیمار آئے

کیوں نہ شبیرؑ کی گردن سے لپٹ جائے بتولؑ
شِمر کھینچے ہوئے جب خنجرِ خوں خوار آئے

آئے جب مجلسِ حاکم میں اسیرانِ حرم
شِمر کہتا تھا کہ حاکم کے گنہگار آئے

صلح جب شہؑ سے نہ کی شِمر نے تو بولی قضا
فیصلہ کے لیے اَب بیچ میں تلوار آئے

حُر کو کیا مرتبہ حاصل ہوا اللہ اللہ
پیشوا لینے کو اُس کے شہِ اَبرار آئے

ایک حُر ایک پسر ایک غلام اِک بھائی
عاشقِ پنجتنؑ اُس فوج سے یہ چار آئے

قطعہ

ایک لڑکی نے یہ دی فاطمہ صغریٰؑ کو خبر
لے مسافر ترے اے بیکس و ناچار آئے

پر وہ آئے بھی تو کیا آئے کہ لُٹ کر آئے
نہ تو شبیرؑ نہ عباسِ علمدارؑ آئے

کہا صغریٰؑ نے پھرا کوئی بھی جیتا آخر
رو کے وہ بولی فقط عابدِؑ بیمار آئے

نذرِ زہراؑ کے لیے مجلسِ ماتم میں دبیر
صدفِ چشم سے کیا کیا دُرِ شہوار آئے

(۹۹)

سلام

پاؤں سجادؑ کا اے مُجرئی زنجیر میں ہے
دم گلے میں ہے گلا طوقِ گلوگیر میں ہے

پوچھا اکبرؑ نے کہ لشکر کا ہراول ہے کون
شہؑ نے فرمایا ابھی لشکرِ بے پیر میں ہے

شاہؑ کہتے تھے جوانو نہ کرو تیغ زنی
حُر مرا پیارا یہاں آنے کی تدبیر میں ہے

خطِ پیشانیِ حُر دیکھ کے بولے شبیرؑ
سیر فردوس کی لکھی تری تقدیر میں ہے

دی جو زینبؑ نے رضا بیٹوں کو کہتے تھے حسینؑ
واہ کس درجہ سخاوت مری ہمشیر میں ہے

شہؑ نے فرمایا کہ سر ننگے پھرے گی در در
یہی لکھا ہوا زینبؑ تری تقدیر میں ہے

دفن کر لاشۂ اکبرؑ کو یہ کہتے تھے حسینؑ
ابھی کیا جانیے کیا کیا مری تقدیر میں ہے

جٹی جٹی وہ بھویں اور وہ بھولا مکھڑا
سارا جی میرا لگا اصغرؑ بے شیر میں ہے

کوکھ پکڑے ہوئے فردوس میں پھرتی ہے بتول
شمر جو قتلِ شہِ تشنہ کی تدبیر میں ہے

کہتی تھی فاطمہؑ خنجر نہ نکال اے ظالم
ابھی فرزندِ نمازی مرا تکبیر میں ہے

شاہؑ نے ساقیِ کوثر سے کہا وقتِ ذبح
آبِ کوثر کا مزا خنجر بے پیر میں ہے

ذبح کے وقت یہ قاتل سے کہا سرورؑ نے
صدمے اب سہنے کی طاقت نہیں شبیرؑ میں ہے

سوکھے حلقوم پہ چل چل کے اٹک جاتی ہے
آب ظالم نہیں شاید تیری شمشیر میں ہے

کوچ کرتے ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ دنیا سے
کوسِ رحلت کی صدا نعرۂ تکبیر میں ہے

زیرِ خنجر بھی نہ تڑپا پسرِ شیرِ خدا
یہ تکلف تو فقط فاطمہؑ کے شیر میں ہے

اپنے مُردے کی نماز آپ ہے پڑھتا گویا
بعد مرنے کے سرِ شاہؑ جو تکبیر میں ہے

روئیں سیدانیاں بے گور پڑے ہیں شبیرؑ
کہا لاشے نے کفن ہی نہیں تقدیر میں ہے

کہا عابدؑ نے کہ یا شیرِؑ الٰہی مدد ے
آج عابدؑ کا گلا طوقِ گلوگیر میں ہے

خطبہ عابدؑ نے پڑھا جب تو یہ بولے فصحا
کیا فصاحت پسرِ شاہؑ کی تقریر میں ہے

اپنی ہم جولیوں سے کہتی تھی رو رو صغریٰؑ
یاد کنبے کی ہر اک دم دلِ دلگیر میں ہے

حیف صغریٰؑ نے نہ دیکھی سحرِ وصلِ حسینؑ
اُلٹی تاثیر مرے نالۂ شب گیر میں ہے

ہند نے پوچھا جو عابدؑ کو تو بولی زینبؑ
دیکھ اے بی بی وہ جکڑا ہوا زنجیر میں ہے

شاد ہو شاد کہ شبیرؑ کے صدقے سے دبیرؔ
باغ فردوسِ بریں کا تری جاگیر میں ہے

سلام

سلامی سیر عجب دشتِ کار زار میں ہے
کہ باغِ فاطمہؑ سب قتل کی بہار میں ہے

سلامی اشک سدا چشمِ اشک بار میں ہے
گہر صدف میں صدف دُرِشہوار میں ہے

اثر جو مُجرئی کی آہ بے قرار میں ہے
نہ برق میں ہے نہ شعلے میں نے شرار میں ہے

جو دیکھا حضرتِ عباسؑ کو یہ بولے عدو
علیؑ کی شان بہت شہؑ کے جاں نثار میں ہے

بہار سینۂ قاسمؑ ہیں زخم دکھلاتے
کہ ہار سینے میں ہے اور سینہ ہار میں ہے

جو دیکھا لاشۂ عباسؑ بولے شاہِ زمنؑ
کہ شیر سو رہا دریا کے یہ کنار میں ہے

یہ بولی دیکھ کے نرگس کو باغ میں صغریٰؑ
کہ تو بھی کیا گلِ زہراؑ کے انتظار میں ہے

دشت کا رزار: جنگ کا میدان/صدف: سیپ/درِشہوار: بڑا موتی/شرار: چنگاری/عدو: دشمن

کہا امامؑ نے کس سوچ میں ہو اے اکبرؑ ؟
کہا کہ جی مرا صغریٰؑ جگر فگار میں ہے

ہوئے ہیں ہاتھ بھی شبیرؑ کے قلم ہیہات
یہ لاش اصغرِؑ معصوم کی کنار میں ہے

خدا سے شہؑ نے کہا دیکھ شکل اکبرؑ کی
کہ باقی اب یہی میرے رفیق و یار میں ہے

دھرا جو لاشۂ اصغرؑ تو شاہؑ نے دیکھا
بتولؑ کود کو کھولے ہوئے مزار میں ہے

کہا یہ بانوؑ نے اصغرؑ کو دوں کہاں سے آب
عطش کی تاب نہیں مرے گل عذار میں ہے

جمال دیکھ کے اکبرؑ کا شاہؑ کہتے تھے
تمام شانِ نبیؐ میرے گل‌عذار میں ہے

حسینؑ کہتے تھے زینبؑ سے بددعا نہ کرو
کہ حُر ہمارا ابھی فوجِ بدشعار میں ہے

کہا لعینوں نے کرتی ہے ایک ہاتھ میں دو
یہ وصف شاہؑ کی شمشیرِ آب دار میں ہے

مزار: قبر، گل عذار: پھول جیسے رخسار

نہیں ٹھہرتی ہے اک جا پہ مثلِ برق کہیں
کبھی یمین میں ہے اور کبھی یسار میں ہے

گئے جو نہر پہ عبّاسؑ شاہؑ کہتے تھے
خیال اب مرا عبّاسِ نام‌دار میں ہے

قطعہ

جو دیکھا بانوؑ نے اس طرح شہؑ کو آتے ہوئے
کہ لاشِ اصغرؑ بے شیر کی کنار میں ہے

کہا یہ شاہؑ سے جلدی بتاؤ اے صاحب
کہ باقی جان مرے طفلِ گل عذار میں ہے؟

بہن نے عرض کی حرمت بچے گی یاں کیوں کر؟
کہا یہ شاہؑ نے خالق کے اختیار میں ہے

جو پوچھا مادرِ قاسمؑ نے شہؑ سے قاسمؑ کو
کہا وہ سو رہا میدانِ کارزار میں ہے

لے زہے امام کہ سازند سبحہ از خاکش
ہنوز طینتِ خوش ذکرِ کردگار میں ہے

یمین ویسار: فوج کا دائیں بائیں

سکینہؑ پوچھتی تھی بستیوں میں کوفے کی
حسینؑ سبطِ پیمبرؐ بھی اس دیار میں ہے

اُسے تو نار ملی اور اِسے بہشت ملا
یہ شِمر و حُر کی تفاوت مآلِ کار میں ہے

دبیرؔ آگے نہ لکھ اب ثُو تر ہوا کاغذ
کہ موجِ بحر بھری کویا چشمِ زار میں ہے

سلام

مُجرئی ہُوئیں نہ کیوں شہؑ کے جگر کے ٹکڑے
روبرو ہُوئیں جو اکبرؑ سے پسر کے ٹکڑے

جب ہوئے رَن میں شہِؑ جن و بشر کے ٹکڑے
مُجرئی ہو گئے زہراؑ کے جگر کے ٹکڑے

مجھ کو حیرت ہے کہ خورشید نہ تابندہ ہو
اور ہوں فاطمہؑ کے رشک قمر کے ٹکڑے

شہؑ نے اعدا سے کہا عونؑ و محمدؑ کو دکھا
بخدا یہ مرے دونوں ہیں جگر کے ٹکڑے

اے فلک مجھ کو بتا دے جو کہیں دیکھا ہو
آگے کس باپ کے ہوتے ہیں پسر کے ٹکڑے

پوچھا صغریٰؑ نے جو سرورؑ کو تو بولی زینبؑ
سامنے میرے ہوئے تیرے پدر کے ٹکڑے

چلتے دم ماں سے کہا عونؑ و محمدؑ نے یہی
لشکرِ شام کے ہم آئیں گے کر کے ٹکڑے

تابندہ: روشن

کہا زینبؑ نے کہ شبیرؑ کے ٹکڑے ہوں گے
ہوئے جس وقت گریبانِ سحر کے ٹکڑے

کیوں نہ ہو چاک جگر شاہِ زمن کا افسوس
دیکھیں آنسو سے جو وہ لختِ جگر کے ٹکڑے

کہا زینبؑ نے کہ فرزند مرے ٹکڑے ہوں
پر نہ ہوویں کہیں زہراؑ کے پسر کے ٹکڑے

نیزہ و تیغ سے اُس فوجِ ستم گر نے دبیرؔ
کیے بستانِ پیمبرؐ کے شجر کے ٹکڑے

سلام

مُجرئی شہؑ نے کہا یوں حیدرِ کرّار سے
ہم ہوئے سیراب آبِ خنجرِ خوں خوار سے

حلق کٹتا شاہِ دیں کا خنجرِ خوں خوار سے
مُجرئی پوچھے کوئی زہراؑ جگر افگار سے

بولے شہؑ اعدا سے تم پانی نہیں دیتے مجھے
کیا کہو گے روزِ محشر حیدرِ کرّار سے

یہ محبت شہؑ کو تھی خواہر سے جو سر وؤ کا سر
سوے زینبؑ دیکھتا تھا نیزے پر کس پیار سے

جا کے جنّت میں حسنؑ سے اس طرح بولے امامؑ
بھائی صاحب خوش ہوا میں آپ کے دلدار سے

لاشِ عبّاسؑ پر بولے علیؑ صد آفرین
سرخ رُو مجھ کو کیا زہراؑ جگر افگار سے

تیر جو لگتا تھا تن پر کہتے تھے شکرِ خدا
اُس کی لذّت پوچھے کوئی سیّدِ ابرار سے

روزِ قتلِ شاہِ دیں کہتے ہیں آتی تھی صدا
پیٹنے رونے کی تیرِ احمدِؐ مختار سے

قطعہ

مَل کے آنکھیں پاے شہؑ پر مرتے دم عبّاسؑ نے
عرض کی کچھ خوش ہوئے اپنے عَلم بردار سے

بولے شہؑ میں خوش خدا خوش اور نبیؐ و مرتضیٰ
تیرا رتبہ کم نہیں ہے جعفرؑ طیّار سے

چرخ سے آئی صداے آفریں اُس دم اُسے
سوے سروِرؑ حُر چلا جب لشکرِ کفّار سے

شِمر سے کہتی تھی زینبؑ چادریں بھی لے لیں آہ
کیا عداوت ہے یہ آلِ احمدِؐ مختار سے

قطعہ

کچھ خاطر داری اے بھیّا سکینہؑ کی مری
چلتے دم شہؑ نے کہا یہ زینبؑ ناچار سے

یہ اگر روئی تو تڑپے گی مری روح اے بہن
یہ مری پیاری ہے اس سے بولیو تم پیار سے

باپ کی فرقت سے یہ صحرا میں روتی جاتی تھی
تھی زمیں گُل اشکِ چشمِ عابدِؑ بیمار سے

قاسمؑ نوشاہ نے میدانِ شہادت میں کہا
بدھیاں زخموں کی مجھ کو کم نہیں ہے ہار سے

حوضِ کوثر پر علیؑ بھی روئے جب عباسؑ نے
تشنگی شہؑ کی بیاں کی حیدرِ کرّار سے

خُلد میں نانا سے شہؑ بولے کٹا گو مرا سر
آپ کی اُمّت مگر میں نے بچائی نار سے

کہتی تھی زینبؑ لعینوں سے کرو خوفِ خدا
اونٹ بھی کھنچواتا ہے کوئی کسی بیمار سے

بیٹوں کی مسلمؑ کے لاشیں نہر میں بہتی تھیں یوں
دونوں بھائی تھے گلے لپٹے ہوئے کس پیار سے

منع جب کرتا تھا کوئی رو رو عابدؑ کہتے تھے
میں کبھی فارغ نہ ہوں گا رونے کے آزار سے

بولی اصغرؑ سے یہ باتو کچیو تب مجھ کو یاد
جامِ کوثر جب لو دستِ حیدرِکرّار سے

لاشِ سرورؑ نے کہا جبریلؑ سے مت کہیو تم
میرے مرنے کی خبر زہراؑ جگر افگار سے

اب تلک آئے نہ تم بھی لاش پر کیوں نانا جان
ہاں مگر کچیو گلہ یہ احمدِؐ مختار سے

پہلوے سرورؑ میں تھا اصغرؑ کا جو لاشا دھرا
لاشِ شہؑ ہاتھ اُس پہ اپنا رکھے ہے کس پیار سے

یا الٰہی بخششِ اُمّت تو کیجو روزِ حشر
زیرِ خنجر تھی دعا شہؑ کی یہی غفّار سے

حوضِ کوثر پر جو ہم جائیں گے محشر کو دبیرؔ
جامِ کوثر لیں گے دستِ حیدرِؑ کرّار سے

سلام

مُجرئی کہتے تھے سرورؑ زینبؑ دلگیر سے
کیا کروں کچھ بس نہیں چلتا مرا تقدیر سے

قطعہ

ساربان نے کاٹے جس دم سیّدِ بے کس کے ہاتھ
یہ صدا آتی تھی اُس دم لاشۂ شبیرؑ سے

ہاتھ میرے کر دیے تن سے جدا جو اے لعیں
کیا قصور ایسا ہوا تھا مجھ شہِ دلگیر سے

بولا کوثرؑ پر اشارے سے یہ اصغرؑ یا علیؑ
تشنگی میری بُجھائی حرملہ نے تیر سے

بوسہ دے کر حلقِ سرورؑ پر یہ کہتے تھے نبیؐ
ہوگا اک دن وہ کہ کٹ جائے گا یہ شمشیر سے

شہؑ نے اَعدا سے کہا یارو نہ ایذا دو مجھے
خوف کھاؤ فاطمہؑ کی آہِ پُرتاثیر سے

یوں حسنؑ سے قاسمِ مضطر نے جنّت میں کہا
زخمی ہوتے ہیں چچا واں نیزہ و شمشیر سے

رہتا تھا ہر عضو عابدؑ کا غمِ شبیرؑ میں
بلکہ پیدا تھی صدا فریاد کی زنجیر سے

ہے شجاعت ختم آلِ مرتضیٰ پر دوستو
ہنس دیا اصغرؑ نے حلق اُس کا چھدا جب تیر سے

دیکھ جرات عونؑ و جعفرؑ کی یہ کہتے تھے عدو
کچھ انھیں رشتہ ہے شاید شاہِ خیبر گیر سے

قطعہ

پانی دو اے ظالمو ہے سبطِ پیغمبرؐ حسینؑ
بولے عباسؑ علی یہ لشکرِ بے پیر سے

سُن کے یہ شہؑ نے کہا پانی نہیں دیتے نہ دیں
بھائی آؤ کچھ بھلا مطلب ہے اس تقریر سے

وقتِ رخصت قاسمؑ و اکبرؑ کا یہ عالم رہا
سامنا تصویر کا ہو جس طرح تصویر سے

خُلد میں کہتے تھے شہؑ زہراؑ سے رو رو کر یہی
ٹکڑے دل ہوتا ہے اے اماں غمِ ہمشیر سے

قطعہ

مُہر کر محضر کے اوپر کہتے تھے سب سے حسینؑ
کوئی اُس دم کی خوشی پوچھے دلِ شبیرؑ سے

بولے شہؑ قاصد سے کہہ دیجیو کہ کنبہ مر گیا
کیا ہے حاصل تو ہی بتلا نامہ و تحریر سے

ذبح جب خنجر سے شہؑ ہوتے تھے زینبؑ کہتی تھی
اُس گھڑی کا صدمہ پوچھو فاطمہؑ دلگیر سے

کیا غضب ہے رَن میں وہ پیاسا رہے دو دن تلک
پرورش ہو جس کی بنتِ فاطمہؑ کے شیر سے

سُن سلام اب تو مَلک کہتے ہیں گردوں پر دبیر
درد پیدا ہوتا ہے بس اک تری تقریر سے

سلام

مُجرئی ہے سوگوارِ ماہِ حیدرؑ چاندنی
اشک ہیں شبنم بُکا کرتی ہے شب بھر چاندنی

مُجرئی فرشِ نجف سے کب ہو ہمسر چاندنی
چاندنی جھاڑو تو جھڑتی ہے زمیں پر چاندنی

اے فلک اندھیر ہے عابدؑ کا زنداں بے چراغ
اے زمیں کیا قہر ہے دنیا میں گھر گھر چاندنی

تا کمالِ چاردہ معصومؑ روشن سب پہ ہو
چودھویں شب کو رہا کرتی ہے شب بھر چاندنی

حلّۂ نورانیِ فردوس کے مشتاق تھے
دیکھ کر عاشور کی شب کو بہتّر چاندنی

شمر نے چاہا کہ حضرت سے جدا عبّاسؑ ہوں
یہ نہ سمجھا چاند سے چھوٹے گی کیوں کر چاندنی

جب سفیدی روضۂ شبیرؑ میں ہونے لگی
گرد روضہ کے پھری چونے میں مل کر چاندنی

بُکا: رونا / ہمسر: برابر / قہر: غضب / سفیدی ہونا: چونا ڈالنا

اتحادِ پنجتنؑ پر مِل کے چاروں ہیں گواہ
دھوپ خورشیدِ درخشاں ماہِ انور چاندنی

مال و زر کا کیا بھروسا چاہیے فکرِ مآل
فی المثل ہے چار دن کی اے تونگر چاندنی

اَبروے ماہِ بنی ہاشم سے روشن تھا جہاں
بدر سے اس ماہِ نو میں تھی فزوں تر چاندنی

صاف باطن لوثِ دنیا سے بُری دنیا میں ہیں
گرد آلودہ نہیں ہوتی زمیں پر چاندنی

بارہا لکھا ہے شب کو حُسنِ رخسارِ حسینؑ
روشنائی میں مرکب کی ہے اکثر چاندنی

سینۂ پُر داغِ زہراؑ دیکھ لے گر اِک نظر
چاند کے مانند داغی ہو سراسر چاندنی

خاکساروں کا ہر اک دھبّے سے دامن پاک ہے
گرد آلودہ نہیں ہوتی زمیں پر چاندنی

فی المثل: مثال کے طور پر/تونگر: مالدار/ماہِ بنی ہاشم: لقب حضرت عباسؑ/بدر: ماہ کامل/فزوں: زیادہ/باطن: اندر/بیرونی: آزاد/مرکب: ملاقی/خاکسار: عجز وانکساری/کشور: مملکت/تیرہ بخت: بد بخت/نہاں: پوشیدہ/عیاں: ظاہر

کشورِ بغضِ علیؑ میں کیوں بسے ہیں تیرہ بخت
یاں نہ اوّل چاندنی ہے اور نہ آخر چاندنی

مہدیؑ دیں ہیں نہاں فیضِ ہدایت ہے عیاں
چاند جیسے ابر میں اَور جلوہ گستر چاندنی

جب کہ زنداں کے اندھیرے سے بہت گھٹا تھا دم
کہتے تھے بچّے دکھا دو ہم کو دم بھر چاندنی

ہوتے ہی طالع کیا ماہِ جوانی نے غروب
وائے قسمت دیکھنے پائے نہ اکبرؑ چاندنی

جب چھٹی کو تارے دیکھے بانو سے بولی قضا
وادیٔ غربت کی اب دیکھیں گے اصغرؑ چاندنی

بے سوادوں کو نہیں تمیزِ حُسن و قبحِ نظم
جانتا ہے کور سائے کے برابر چاندنی

خاکساروں کا ہر اک دھبّے سے دامن پاک ہے
گرد آلودہ نہیں ہوتی زمیں پر چاندنی

طالع: طلوع / بے سواد: جاہل / تمیز: فرق / قبح: بد / کور: اندھا / پا انداز: پیروں کے درمیان / چرخ: فلک / شہپر: اصلی پنکھوے کے پر / خوشا طالع: خوش نصیب / اشتیاق: شوق / شیر لبن: دودھ کی نہر

عرشِ اعظم جن کے گھر کا فرش پا انداز ہے
فرش کی خاطر نہ تھی ان کو میسّر چاندنی

ہر مہینے دشمنانِ دیں سے ہے سرگرمِ جنگ
چرخ پر رکھتی ہے ماہِ نو کا خنجر چاندنی

کھینچتا ہے عاشقوں کے دل کو نورِ کربلا
مرغِ شب آہنگ کی خاطر ہے جوشہپر چاندنی

اے خوشا طالع کہ ہے نامِ حسنؑ سے ہم عدد
کیوں نہ ہو روشن دلوں میں نام آور چاندنی

اشتیاقِ سیر جنّت دیتی ہے بے شیر کو
قاصدِ نہر لبن تھی بہرِ اصغرؑ چاندنی

اصغرؑ بے شیر کی تربت پہ رکھنا چاہیے
چاند کا ہے دودھ سے لبریز ساغرِ چاندنی

احمدِؐ مختار ہیں نورِ خدا کے آسماں
حیدرؑ و زہراؑ قمر شبیرؑ و شبّرؑ چاندنی

شام سے سامانِ صبح قتل کرتے تھے شہید
نور کا تڑکا تھی بہرِ فوجِ سروؑر چاندنی

پیش فرشِ روضۂ شبیرؑ طلعت پر ترے
خندۂ دندان نما کرتے ہیں اختر چاندنی

روضۂ حضرت کی گلشن میں اگر گلچیں بنے
بھر لے دامن میں گلِ خورشید انور چاندنی

ظلمتِ زندانِ عابدؑ سے ہے زخمی ان کا دل
ہے نمک پاشِ دلِ احبابِ حیدرؑ چاندنی

ہو گیا تھا خون غم سے خشک رنگت تھی سفید
فرش پر سجادؑ کا تھا جسمِ لاغر چاندنی

روضۂ پُر نورِ مولاؑ میں بچھانی ہے اگر
مُہر کے چشمہ میں دھو اے ماہ انور چاندنی

گرد خیمے کے طلاے کو چلے عباسؑ جب
روشنی لے کر چلے پیشِ دلاورؑ چاندنی

عکس خورشیدِ جبیں و ماہِ عارض جو پڑا
آسماں پر دھوپ نکلے اور زمیں پر چاندنی

نورتن چھن چھن کے کڑیوں سے زرہ کے تھا عیاں
چار سو چار آئینے سے تھی برابر چاندنی

زیرِ راں شبدیز وہ تھا بال جس کے سنبلہ
زین ماہ نو عناں جوزا تھی پاکھر چاندنی

اک مہِ داغِ عزا میں کتنے جلوے ہیں دبیرؔ
قبر پر باہر چراغاں اور اندر چاندنی

(۱۰۵)

سلام

مُجرائی بچے ساقیِ کوثر کے لال کے
کہتے تھے پانی پانی زبانیں نکال کے

سیراب ہو کے تیغ سے کہنے لگے حسینؑ
مشتاق اپنے لب نہیں آبِ زلال کے

ایذا کا رہروؤں کے جو عابدؑ کو تھا خیال
پھینکا نہ پاؤں سے کوئی کانٹا نکال کے

صغریٰؑ نے پوچھا کیا علیؑ اکبر ہوئے شہید
بانو یہ بولی ہاں جگر اپنا سنبھال کے

اکبرؑ کے غم سے درد جو تھا شہؑ نے وقتِ ذبح
تکبیر بھی کہی تو کلیجہ سنبھال کے

زینبؑ نے پوچھا کیا میں پھروں گی برہنہ سر
شہؑ بولے ہاں پہ بعد مرے انتقال کے

ایذا: تکلیف/رہروؤں: راستہ چلنے والے

قطعہ

سجادؑ نے مدینہ میں زینبؑ سے یہ کہا
بہلاؤ دل کو غم میں شہِ خوش خصال کے

باقرؑ کو پرورش کرو بولی وہ نامراد
اب تک میں ہاتھ ملتی ہوں اکبرؑ کو پال کے

یارو دلِ نبیؐ کے کلیجے کو دیکھنا
اکبرؑ کو بھیجا برچھیوں میں دیکھ بھال کے

روتے تھے دے کے پانی پہ اکبرؑ کا فاتحہ
تھے جو جواں مدینہ میں اٹھارہ سال کے

عباسؑ بولے سینے پہ روکیں گے تیغ و تیر
احسان مند ہم نہیں ہوئیں گے ڈھال کے

سجادؑ سے یہ لاشۂ عباسؑ نے کہا
گاڑو مجھے بھی پاس پیمبرؐ کے لالؑ کے

اصغرؑ کے حلق پر جو لگا ناوکِ ستم
بس مر گیا وہ چھوٹے سے بازو اُچھال کے

اکبرؑ کا تھا یہ حُسن کہ کہتی تھی ساری خلق
اس قد پہ ہم نثار ہوں یا اس جمال کے

خوش خصال: اچھی صفات

تھی یہ دعا حسینؑ کی یا رب بہ زیرِ تیغ
تڑپوں نہ ہاتھ پاؤں میں اپنے اُچھال کے

ظالم سے روزِ حشر یہ پوچھیں گے مجتبیٰؑ
کیوں ہاتھ تو نے کاٹے مرے خورد سال کے؟

قاتل سے شاہؑ کہتے تھے مجھ کو نہ ذبح کر
کچھ بھی نہ پائے گا تو سوا انفعال کے

چلاتی تھی سکینہؑ مرا نیگ دیجیے
آنچل کو اپنے لاشۂ قاسمؑ پہ ڈال کے

اصغرؑ کو بولنا جو نہ آتا تھا مومنو
پانی وہ مانگتا تھا زباں کو نکال کے

از بہرِ قربِ روضۂ شبیرؑ اے دبیرؔ
سائل ہوں آستاں پہ میں ذوالجلال کے

(۱۰۶)

سلام

رمضاں کیوں نہ سلامی کو محرم ہو جائے
جب کہ درپیش یدُ اللہ کا ماتم ہو جائے

ماتمِ مصحفِ ناطق میں عجب کیا ہے اگر
دفترِ کون و مکاں درہم و برہم ہو جائے

ورد ہے ہائے علیؑ ہائے علیؑ ہائے علیؑ
شربتِ زیست نہ کس طرح بھلا سم ہو جائے

کوچ ہے ساقیِ کوثر کا بسوے کوثر
کوثرِ خلد نہ کیوں دیدۂ پُر نم ہو جائے

ہاشمی و قریشی و مدنی کا غم ہے
کیوں بپا یثرب و بطحیٰ میں نہ ماتم ہو جائے

عین سجدے میں ہوا قبلۂ ایماں زخمی
پشتِ محراب نہ اس رنج سے کیوں خم ہو جائے

مصحفِ ناطق: بولتا قرآن/دفترِ کون ومکاں: کارواں/دوجہاں/شربتِ زیست: زندگی کا شربت/کوچ: سفر/دیدہ: آنکھ/
پشت: کمر

آشکارا غمِ حیدرؑ میں جو روئے جبریلؑ
پھر دو عالم کا ابھی اور ہی عالم ہو جائے

بال زہراؑ کے نہ کس طرح کھلیں جنّت میں
کیوں نہ عریاں سرِ پیمبرؐ عالم ہو جائے

بے پدر ہو گئی زینبؑ ہوئے بے کس حسنینؑ
کوئی اس طرح نہ بے مونس و ہمدم ہو جائے

ہو کے مجروح کہا فزت برب الکعبہ
صبرِ حیدرؑ پہ فدا جانِ دوعالم ہو جائے

اللہ اللہ یہ تھا شوقِ ملاقاتِ رسولؐ
کہتے تھے عمر جو باقی ہو وہ اب کم ہو جائے

سرِ زخمی پہ مرے ہاتھ پھرا دیں احمدؐ
زخم اچھا مرا بے بخیہ و مرہم ہو جائے

شیعانِ اسدؑ اللہ ہوئے بے آقا
بے قرار آہ نہ کیوں عرشِ معظّم ہو جائے

کُل مخلوق سے تھی ذاتِ علیؑ پہلے دبیر
لکھوں آدم سے موخر تو مقدّم ہو جائے

آشکارا: ظاہر/مونس و ہمدم: دوست اور ساتھی/مجروح: زخمی/فزت برب الکعبہ: قسم خدا کے کعبہ میں کامیاب/معجز: آخر/
مقدم: اوّل

سلام

تعریف کی ہے نظمِ رواقِ امامؑ کی
بیت الحرم ہے بیت ہمارے سلام کی

فضہ نے فوج سے کہا گھر تو جلا چکے
مسند تو اب جلاؤ نہ خیرالانامؐ کی

قطعہ

زینبؑ سے ہند بولی کہ صورت سے آپ کی
ملتی ہے شکل زینبِ عالی مقام کی

زینبؑ پکاری اُن سے نہ تشبیہ دے مجھے
خواہر ہے وہ حسین علیہ السلام کی

اور میں تو بیٹھی خانۂ زنداں میں روتی ہوں
لائی ہے قید کر کے مجھے فوج شام کی

دعوت میں حُر کو کوثرِ جنّت عطا کیا
شبیرؑ پر خدا نے سخاوت تمام کی

رواق=روضہ کا بیرونی حصہ/مسافت=سفر

تن میں بخار پاؤں میں بیڑی گلے میں طوق
عابدؑ نے یوں مسافتِ منزل تمام کی

کی تیغ تیز شمرِ لعیں نے تمام شب
اور شہؑ نے رات طاعتِ حق میں تمام کی

بانو یہ قبر پر علی اصغرؑ کے کہتی تھی
بیٹا خبر لو مادرِ ناشاد کام کی

پہلو میں نیزہ سجدے میں سر اور گلے پہ تیغ
اس طرح شہؑ نے طاعتِ خالق تمام کی

افسوس شمر سینے پہ اُس کے ہوا سوار
چڑھتا تھا جو کہ پشت پہ خیر الاناممؐ کی

جوں صبح رنگ ہو گیا فق اہلِ بیتؑ کا
در آئی خیمہ گاہ میں جب فوج شام کی

کیوں چرخ کشتے اہلِ ستم کے تو ہوئیں دفن
اور لاش بے کفن رہے رن میں امامؑ کی

مسافت: سفر

قطعہ

حُر کو گلے لگا کے یہ کہتے تھے شاہِ دیں
چار آنکھ تجھ سے ہو نہیں سکتی امامؑ کی

پانی بھی ابنِ ساقیِ کوثرؑ پہ بند ہے
دعوت نہ مجھ سے ہو سکی تُجھ تشنہ کام کی

آئی ندائے حق کہ نہ شرماؤ اے حسینؑ
جاگیر ہم نے دی اُسے دارالسّلام کی

حضرت سے حُر نے عرض کی مولاؑ بتائیے
اِک بی بی لے رہی ہے بلائیں غلام کی

فرمایا شہؑ نے شاد ہو اے حُر خوشا نصیب
یہ فاطمہؑ ہے بیٹی رسولِؐ انام کی

حضرت سے حُر نے عرض کی ہاتھوں کو جوڑ کر
تقصیر بخش دیجیے آقا غلام کی

فرمایا شہؑ نے کیسی خطا؟ اور گناہ کیا؟
راضی ہے روح تجھ سے رسولِؐ انام کی

تقصیر غلطی

زینبؑ کو دیکھ دیکھ کے کہتے تھے اہلِ شام
سر ننگے ہے نواسی رسولِؐ انام کی

مقبول کی یہ نظم شہِ دیں نے اے دبیرؔ
شہرت ہوئی اِسی سے ہمارے کلام کی

۱۰۸

سلام

پیرو شہِ بے سر کا ازل سے جو قلم ہے
اس واسطے مُجرائی سرِ خامہ قلم ہے

ہر بیت میں مضمون نیا زیبِ رَقم ہے
مُجرائی کلیدِ درِ غیب اپنا قَلم ہے

در پیش خزاں جوں گُلِ زہراؑ کی رَقم ہے
بلبل کی طرح نوحے میں مُجرائی قلم ہے

وصفِ قدِ شبیرؑ کا کیا فیض رَقم ہے
مانندِ الف راست سلامی کا قلم ہے

مدحِ شہ دیں لکھنے سے کب سیر قلم ہے
خالی صفت گرسنہ خامے کا شِکم ہے

مُجرائی دریدہ جو گریبانِ قلم ہے
درپیش مگر مرثیۂ شہؑ کی رَقم ہے

ازل: ابتدا، بیت: شعر، زیب: شان، کلید: کنجی، وصف: تعریف، گرسنہ: بھوکا، دریدہ: پھٹا ہوا، درپیش: سامنا

کیا پاسِ بزرگی درِ شاہِ اُمم ہے
خُمرائی فلک دُور سے تسلیم کو خم ہے

وہ قبلۂ نور ابروے سلطانِ اُمم ہے
خُمرائی فلک پر مہِ نو سجدے کو خم ہے

یہ فیض ثنائے قدِ سلطانِ اُمم ہے
ہر مصرعِ سرسبز مرا سروِ اِرم ہے

خُمرائی یہی موج کی سطروں میں رَقم ہے
سَقاؤں میں یکتا ہے تُو سقائے حرم ہے

خُمرائی سرِ فتح و ظفر سجدے میں خَم ہے
تیغِ دو زباں شاہ کی محرابِ حرم ہے

موزوں جو ثنائے شرفِ اہلِ حرم ہے
خُمرائی ہر اِک بیت مری بیتِ حرم ہے

موسیٰؑ کو ندا آئی کہ نعلین اُتارو
صحرا یہ نہیں منتقلِ سلطانِ اُمم ہے

جس طرح سے یہ پانچ نمازیں ہوئیں ہم پر
واجب بہ خدا پنجتنِؑ پاک کا خم ہے

مہ نور: نیا ہلال

شبیرؑ کے ہے روے کتابی سے مشابہ
دنیا میں جواز اس لیے قرآں کی قسم ہے

قطعہ

یوں حُر سے مخاطب ہوئے کفار دم جنگ
شادی ہے تجھے آج ولیکن ہمیں غم ہے

واں فاقہ ہے اور پیاس یہاں میوے ہیں اورنہر
واں ذلّت وخواری ہے یہاں جاہ وحشم ہے

مانا کہ ہیں شبیرؑ پیمبرؐ کے نواسے
پَر شام کا حاکم بھی نہیں رتبہ میں کم ہے

کی تیغ زباں حُر نے عَلَم اور یہ پکارا
خاموش وگرنہ ابھی سَر سب کا قلم ہے

سودا بہ رضا اپنا ہے بازارِ قضا میں
حُبِّ شہِؑ دیں سکّہ ہے دل حُر کا درم ہے

تم کو مرے آقا کے شرف کیا نہیں معلوم؟
کعبے کی قسم قبلۂ اربابِ ہمم ہے

خورشیدِ زمیں بدرِ فلک شمعِ مدینہ
سردارِ عرب ہے وہی سلطانِ عجم ہے

کیا حاکمِ شامی کو ہے شبیرؑ سے نسبت
وہ کفر یہ اسلام وہ دَیر اَور یہ حرم ہے

وہ ظُلم ہے یہ عدل؛ وہ عِصیاں یہ عِبادت
وہ رنج یہ راحت؛ وہ ستم ہے یہ کرم ہے

تم کور ہو کیا؟ دیکھو میرے واسطے واللہ
یہ حُور یہ خُلد یہ کوثر یہ اِرم ہے

ہاتف نے ندا دی نہ پھرا ہے نہ پھرے گا
اے ناریو حُر عاشقِ سلطانِ اُمم ہے

قاسمؑ سے کہا خطِ حُسنؑ شاہؑ نے پڑھ کر
وہ اس میں رقم ہے جو مقدّر میں رَقم ہے

کس وقت حسینؑ آئے ہیں اکبرؑ کے سرھانے
سینے میں تو پھل برچھی کا اَور ہونٹوں پہ دَم ہے

خواہر سے کہا خواب میں آ کر شہِ دیں نے
زینبؑ ترے سر کھلنے کا کتنا مجھے غم ہے

قطعہ

عبّاسؑ کے بازو جو کٹے کہنے لگا شمر
اب قید کرو ان کو کہ ہر شانہ قلم ہے

عبّاسؑ پکارے نہ سمجھنا مجھے بے دست
اک ہاتھ مرا تیغ ہے اک ہاتھ عَلَم ہے

زہراؑ نے کہا شیر ترائی میں ہے کس کا؟
دریا سے ندا آئی کہ سقّائے حرم ہے

گھبرا کے سکینہؑ نے کہا پیاس بجھاؤ
عبّاسؑ تمھیں مالکِ کوثر کی قسم ہے

رَو رَو کے حَرم پیٹ رہے تھے سرو سینہ
محراب خمِ تیغ میں سر شاہؑ کا خم ہے

کیا حُسن شہادت کا ہے کیا شانِ عبادت
صف بستہ جماعت کے عوض لشکرِ غم ہے

جز قطرۂ خوں دانۂ تسبیح ہے نایاب
ہم دم دمِ تکبیر فقط تیغ کا دم ہے

پہلو میں ہے سوفار کلیجے میں ہے پیکاں
سینے میں سناں حلق پہ شمشیرِ سِتم ہے

اب شکر میں سر سجدے میں دل یادِ خدا میں
رُو جانبِ قبلہ ہے نگہ سوئے حرم ہے

نایاب: نہیں ملتا/سوفار: تیر کی نوک/ پیکاں: تیر

سجاڈ ہیں یوں تیز رو راہِ رضا واہ
گویا کہ نہ زنجیر ہے پا میں نہ ورم ہے

سجاڈ کے ہمراہیوں کی پوچھو نہ تفصیل
بس بیڑیاں ہیں خار ہیں پاؤں کا ورم ہے

عابڈ نے کہا کیوں مجھے پہناتے ہو زنجیر؟
بیمار کی زنجیر تو پاؤں کا ورم ہے

اِک جا ہیں پس از مَرگ بھی سرداڑ وعَلم داڑ
ہر تعزیے کے پاس گواہی کو عَلم ہے

کہتی تھی مسلمانوں کی بستی میں سکینہؑ
پانی دو ذرا سا کہ مرا ہونٹوں پہ دم ہے

بانو نے کہا باپ کے پہلو کو بسایا
واری گئی اصغرؑ مری الفت تمھیں کم ہے

بیٹے جو چلے رن کو تو زینبؑ یہ پکاری
سر شہؑ پہ فدا کرنا مرے سر کی قسم ہے

غل کر کے قیامت ابھی برپا کرے زنجیر
پر ہے یہ اَدب بیچ میں عابڈ کا قدم ہے

سیلی کبھی لگتی ہے کبھی چھنتا ہے کوہر
منھ سُرخ طمانچوں سے ہے کانوں پہ ورم ہے

جلّاد بھی رویا جو کہا شہؑ نے دمِ ذبح
اے شمرِ لعیں پانی کہ اب ہونٹوں پہ دَم ہے

سقّہ بھی موا ہے کوئی پیاسا؟ یہ بتا دے
دریا تجھے سقّائے سکینہؑ کی قسم ہے

عبّاس چلے رن کو تو چلّائی سکینہؑ
جلد آنا چچا تم کو مرے سَر کی قسم ہے

فرصت نہیں لکھنے کی دبیرؔ آج وگرنہ
مضمون تو کتنے ہی سلاموں کا بہم ہے

سلام

مُجرائی غلامی میں شہنشاہِ اُمم کی
حُر دیکھتا تھا سیر گلستانِ اِرم کی

اک بیتِ سلامِ شہِ والا جو رقم کی
ہر نقطہ پہ گردن جھکی بوسے کو قلم کی

تاحشر کروں شرح تو ہوئے نہ تمامی
صبر شہِ بے کس کی اور اعدا کے ستم کی

زینبؑ نے کہا شمر سے کر ذبح نہ شہ کو
واللہ کہ ہے فاطمہؑ عاشق اِسی دَم کی

بانو نے کہا کہتے تھے اصغرؑ جو اُسے سب
تقدیر نے اصغرؑ کی مرے عمر بھی کم کی

مرقد میں اُڑی فاطمہؑ کی نیند جو کہیے
پُر درد کہانی ہے عجب شاہؑ کے غم کی

زینبؑ کو برادر سے یہ اُلفت تھی کہ گاہے
سچ بھی نہ قسم کھائی سرِ شاہِ اُمم کی

صغریٰؑ نے کہا خط بھی نہ لکھا شہؑ دیں نے
پردیس میں کیا جا کے محبت مری کم کی

کچھ پیاس میں بھی شمر نے کھایا نہ ترس ہائے
گردن کئی رگڑوں میں شہؑ دیں کی قلم کی

حاکم سے کہا شمر نے مل آنکھوں سے ان کو
ان ہاتھوں سے چھینی ہے ردا اہلِ حرم کی

عباسؑ کا غم ہے غمِ سرورؑ کے برابر
ہو کیوں نہ جگہ تعزیے کے پاس علم کی

قطعہ

دیکھا درِ کوفہ میں جوں ہی لاشۂ مسلمؑ
تقریر یہ زینبؑ نے بصد رنج و الم کی

گو قبر کو محتاج ہو پُر رنج نہ کھانا
بے گور ابھی لاش ہے سلطانِؑ اُمم کی

سینے پہ دبیرؔ اُس کو پس از مرگ دھروں میں
ہاتھ آئے اگر خاک شہؑ دیں کے قدم کی

سلام

مدحِ علیؑ میں ہے یہ بلندی کلام کی
عرشِ بریں زمیں ہے ہمارے سلام کی

لکھے جو بیت شاہِ نجف کے سلام کی
رضواں نے دی صدا مجھے دارالسّلام کی

مُجرائی شان دیکھ مزارِ امامؑ کی
دارالسّلام کو ہے تمنّا سلام کی

کس کو ہوس ہے گلشنِ دارالسّلام کی
حیدرؑ کے در پہ بار میں پاؤں سلام کی

بھیجو درود یاد کرو جب امامؑ کی
ہے شرط ہر نماز کی خاطر سلام کی

اللہ رے بوترابؑ کہ جس کا غبار راہ
بہرِ زمیں کمند ہے گردوں کے بام کی

بے شک یہی تھی مہرِ نبوّت کی سرنوشت
معراج ہو گی دوشِ نبیؐ پر امامؑ کی

دارالسّلام: جنّت/بہار: چہل/کمند: پھندا/سرنوشت: قسمت

زیرِ نگینِ شمس و قمر کیوں نہ ہوں جہاں
مہریں ہیں اُن پہ حیدرِ صفدر کے نام کی

قطعہ

انگشتِ اعتقاد سے گر لے کے کوئی کور
اک ذرّہ خاکِ پائے جنابِ امامؑ کی

مانندِ سُرمہ دیدۂ بے نور میں لگائے
قدرت وہیں نظر پڑے ربِّ انام کی

روشن ہوں ہفت پردۂ چشم اُس کے اِس قدر
سب لوگ پوچھ جائیں خبر ہر مقام کی

مثلِ دو طفلِ شمس و قمر آئیں درس کو
زیرِ بغل کتاب لیے صبح و شام کی

بے عینک و چراغ اندھیرے میں رات کو
فر فر وہ سرنوشت پڑھیں خاص و عام کی

تسبیحِ حق میں صرف کیا رشتۂ حیات
دیکھو خدا کے واسطے طاعت امامؑ کی

دیدہ: آنکھ ہفت پردۂ چشم آنکھ کے سات پردے سرنوشت: قسمت کا لکھا

خیبر میں تین روز جو لشکر ہوا فرار
خاطر شکستہ ہو گئی خیر الانامؐ کی

مشکل کشاؑ رواں ہوئے خیبر کشائی کو
لے کر سپاہ دبدبہ و احتشام کی

بڑھ کر نقیبِ فتح نے دی بانگ دور باش
خدمت جلال و قہر نے لی اہتمام کی

عیسٰیؑ نے رکھ لی برقِ خورشید دوش پر
موسٰیؑ نے ترقوا کی ندا ہر مقام کی

مثلِ شرارہ اختر سیارہ چھپ گئے
طاقت رہی نہ پیرِ فلک میں قیام کی

آفاق دنگ اہلِ یمام لنگ تھا
آواز سُن کے دُلدلِ محشر خرام کی

مرحب بڑھا اُدھر سے اِدھر سے خدا کا شیر
آتے ہی اُس نے ضرب لگائی حسام کی

کھینچی اُدھر سے دستِ خدا نے جو ذوالفقار
فتنے نے اپنی تیغ میانِ نیام کی

مرحب کے سر پہ تیغِ دو پیکر ہوئی یہ گرم
جو سقف ہل گئی فلکِ ہفت بام کی

اک دم میں قصرِ چار عناصر بہا دیا
اللہ رے آبِ تیغ جنابِ امامؑ کی

سکّانِ شرق و غرب پکارے اماں اماں
دیکھی تھی حرب وضرب نہ اِس دُھوم دَھام کی

جبریلؑ بولے دستِ یدُ اللہ چوم کر
قدرت تو ہی ہے خالقِ ذوالاحترام کی

انصاف و حلم و علم و دلیری و جود و زہد
تجھ پر خدا نے ساری فضیلت تمام کی

پردہ کھلا بلندیِ کرسی و عرش کا
مسند ہے وہ علیؑ کی یہ خیر الانامؐ کی

کہہ تو اسی زمیں میں دبیرؔ اور اِک سلام
پَر اس میں نظم کر تو شہادت امامؑ کی

سقف: چھت/ہفت بام: سات آسمان/قصر چار عناصر: بدن/سکّان: مقیم/حرب: لڑائی

سلام

سلامی یہ اُمّت کا کیسا ستم ہے
کہ نیزے پہ شبیرؑ کا سر اَلم ہے

غمِ شہؑ میں جی بھر کے رو لو محبو
کہ جو دم ہے اس بزم میں مغتنم ہے

قطعہ

شبِ قتل زینبؑ سے کہتے تھے حضرت
کہ کل مجھکو درپیش راہِ عدم ہے

ہمیں دیکھ لو آج جی بھر کے زینبؑ
بہت دل میں حسرت ہے اور رات کم ہے

دمِ ذبح خالق سے کہتے تھے حضرت
دیا صبر مجھکو یہ تیرا کرم ہے

تری راہ میں ہے وہ مرنے کی شادی
نہ یادِ سکینہؑ نہ فکرِ حرم ہے

قطعہ

علم دار آئے تو چلّائے اعدا
عجب ابنِ حیدرؑ کا جاہ و حشم ہے

نشاں فتح کا ہے نشاں سے ہویدا
پھریرے پہ اِنّا فتحنا رقم ہے

بیاں کرتے تھے ساکنانِ مدینہ
بہار اس چمن کی امامِ اُمم ہے

گئے ہیں وہ جس روز سے سوے کوفہ
رگِ جاں میں پیوستہ خارِ اَلم ہے

تزلزل میں کیوں ہے مزارِ پیمبرؐ
بلاشک شہِ دیں کو کچھ فکر و غم ہے

نہ یہ حال معلوم تھا اُن کو ہے ہے
حرم ننگے سر ہیں سرِ شہؑ علَم ہے

دبیرؔ اسمِ اعظم کی خواہش نہیں ہے
کہ نامِ علیؑ لوحِ دل پر رقم ہے

سلام

سرداڑ و علم داڑ کا مُجرائی کو غم ہے
دل تعزیہ خانہ ہے تو ہر آہ علم ہے

وصفِ غمِ شبیرؑ میں روشن یہ رَقم ہے
مُجرائی ورق بدر ہے خورشید قلم ہے

مُجرائی یہی ہر ورقِ گُل پہ رقم ہے
فردوسِ نہم روضۂ سلطان اُمم ہے

یادِ لبِ خشکِ سرِ عریانِ حرم ہے۔
دل پانی ہے زمزم کا سیہ پوش قلم ہے

دریا ہے ورق مجرئی اور موج قلم ہے
پانی پہ مگر گریۂ سجادؑ رَقم ہے

قطعہ

یاں صرفِ تبسّم ہیں جوانانِ حسینیؑ
واں رَن میں تکلّم عمرو حُر میں بہم ہے

وہ کہتا ہے قبضے میں مرے آبِ رواں ہے
یہ کہتا ہے آقا مرا دریائے کرم ہے

وہ کہتا ہے میں کشورِ رے لوں گا پس از فتح
یہ کہتا ہے یاں خلد ابھی زیرِ قدم ہے

وہ ہوتا ہے خاموش نہ یہ ہوتے ہیں ساکت
اب روحِ امیںؑ بیچ میں دونوں کے حکم ہے

کہتے ہیں مفصّل کہ وہ کاذب ہے یہ صادِق
وہ لائقِ دوزخ یہ سزاوارِ اِرم ہے

ہاتف کی ندا آئی کہ کیوں مُحرِ دلاور
یہ فیضِ غلامیِ شہنشاہِ اُمم ہے

قطعہ

رَن میں ہے عجب دبدبہ سے آمدِ اکبرؑ
نے کافروں میں جان نہ تلوار میں دم ہے

مدّاح سراپا اِب انصاف سے سب ہیں
غُل ہے یہ جواں جانِ عرب جسمِ عجم ہے

بابا مدنی ماں عجمی جد اسدؑ اللہ
خود شکل میں محبوب خدا میرا اُمم ہے

ساکت: خاموش/روحِ امیں: جبرائیل/حکم: حج/ہاتف: آسمانی آواز/دبدبہ: شوکت

یہ بختِ جواں ہے خضرِ پیر کا برحق
یہ حسن میں یوسفؑ سے سوا عمر میں کم ہے

وصف دہنِ تنگ میں عیسیٰؑ کی زباں لال
گویا یہ دلیلِ رہِ باریکِ عدم ہے

قامت ہے وہ قامت کہ حضورؐ اس کے شرف سے
انگشت سے کم سروِ گلستانِ اِرم ہے

دیکھو سر و پیشانی و ابرو کا قرینہ
یہ عرش ہے یہ لوح یہ قدرت کا قلم ہے

حق اس کا ہے نقاش خلیلؑ اُس کا ہے معمار
ابرو کے مقابل کہاں محراب حرم ہے

کیا رتبۂ یاقوت و شکر پیشِ لبِ سُرخ
یہ لعل ہے وہ سنگ ہے یہ شہد وہ سَم ہے

خود و زرہ و تن کی ثنا سب پہ کرو غور
وہ ابرِ کرم ہے تو یہ دریائے کرم ہے

جوہر نہیں چار آئینے میں ہے خطِ باریک
بس چار کتابوں کا خلاصہ یہ بہم ہے

بختِ جواں: خوش قسمت، زباں لال: گنگ

حسرت ہے کہ یہ شیرِ قوی ہاتھ سے کھینچے
ہر وقت کمانِ فلک اِس واسطے خم ہے

تیغِ دو زبانِ شہِ مرداں ہے کمر میں
قبضے میں اِسی کے ملک الموت کا دم ہے

عنقا ہے یہ مرکب کہ عقابِ علی اکبرؑ
قدرت کا کرشمہ رگ و ریشے میں بہم ہے

چھل بَل ہے چھلاوہ ہے توہّم ہے تصوّر
اژدر نفس و برق تک و صاعقہ دم ہے

دریا اثر و شعلہ خواص و شرر آگیں
آہو رم و طاؤس دم و شیرِ شیم ہے

اس رخش کا سایہ ہے ہُما جست ہے بجلی
سیماب پسینہ ہے ہوا گردِ قدم ہے

خاقانِ سخن ہوں میں دبیرِ جگر افگار
سکّہ ہے تخلص مرا اور نظم درم ہے

÷

عنقا: ناپید/رگ و ریشہ: بدن/توہم: شک/اژدر: ایک قسم کا عظیم الجثہ سانپ/شرر: چنگاری/آہو: ہرن/شیم: طبیعتوں/رخش: گھوڑا/جست: چھلانگ/معمار: تعمیر کرنے والا/نقاش: نقش یا نقش بنانے والا/رم: زبر/تناسب: سائز/چار آسمانی: کتابوں سے مراد چار صحیفہ آسمانی ہیں: قوی: طاقت ور

سلام

صدمے مجرائی عجب شاہِ اُمم دیکھیں گے
باغِ احمدؐ کو جو آنکھوں سے قلم دیکھیں گے

کہا اکبرؑ نے: جو ہم آئیں گے رن میں لڑنے
کس طرح لڑتے ہیں تب اہلِ ستم دیکھیں گے

کہا عابدؑ نے کہ ہے پیاس شہِؑ تشنہ کی یاد
ہم نہ تا زیست کبھی جانبِ یم دیکھیں گے

حُر جو مارا گیا تب عونؑ و محمدؑ بولے
جا کے اب جنگ کے میدان کو ہم دیکھیں گے

شہؑ نے اعدا سے کہا جتنے ہیں میرے انصار
سر جھکا لیویں گے جب تیغِ علم دیکھیں گے

شاہؑ کہتے تھے وہ دہشت ہی سے مر جائیں گے
فوجِ اعدا کو جونہی اہلِ حرم دیکھیں گے

جو غلامانِ علیؑ ابنِ ابی طالب ہیں
اے دبیرؔ اُن کو بہ گلزارِ اِرم دیکھیں گے

زیست: زندگی/یم: دریا/علم: کھڑا ہونا/اعدا: دشمنان/اِرم: جنت

سلام

گر مرقّع میں شبیہِ شہِ ذی شان نکلے
اے سلامی اب تصویر سے افغاں نکلے

مُجرئی صبح نہ کیوں چاک گریباں نکلے
چاند زہراؑ کا چھپے مہرِ درخشاں نکلے

کربلا میں یہ کھلے دواتِ زہراؑ و علیؑ
جس جگہ کھودیے واں گنجِ شہیداں نکلے

لائے لاش ایک کی اور ایک کی رخصت کو گئے
آئے جو خیمہ میں حیراں تو پریشاں نکلے

ایک حُر ایک پسر ایک غلام اک بھائی
فوجِ کفار میں یہ چار مسلماں نکلے

حشر میں بخش کے اُمّت کو کہے گا یہ خدا
کیوں حسینؑ اب تو ترے دل کے سب ارماں نکلے

مرقّع: نقش/شبیہ: تصویر/افغاں: نالے/مہر: سورج/حرماں: غم/میزان: ترازو/سی: تیس (۳۰)/پارہائے تن: بدن کے ٹکڑے/فراواں: زیادہ

نا اُمیدی بہ جلو حسرت و حرماں بہ رکاب
کیا وطن سے شہِ دیں بے سروساماں نکلے

قطعہ

رتبہ ہائے شہِ مظلوم کو اور قرآں کو
تولا میزانِ عدالت میں تو یک ساں نکلے

پر یہ ہے فرق کہ قرآن کے سی پاروں سے
پارہائے تنِ شبیرؑ فراواں نکلے

قطعہ

سحرِ عقد یہ کرتی تھی شکایت کبریٰؑ
اے فلک خوب مرے دل کے سب ارماں نکلے

شب کو پوشاکِ عروسی تھی اور اب رنڈ سالا
میں رہی خیمہ میں قاسمؑ سرِ میداں نکلے

رات جو بیاہ کے سامان نظر آئے تھے
صبح دیکھا تو وہ سب خواب پریشاں نکلے

ہند زینبؑ سے یہ بولی کہ تمھارے ہوتے
لاشۂ شاہؑ کے سینے سے نہ پیکاں نکلے

رفقاے شہِ دیں کو نہ ملا غسل و کفن
دل سے اس غم سے نہ کیوں نالہ و افغاں نکلے

عقد: نکاح / پوشاک: لباس / پیکاں: تیر / بے سروساماں: بغیر انتظام اور اضطراب کے ساتھ

کہا زینبؑ نے: نہیں کہنے کے قابل یہ حال
تھے مدینہ ہی سے ہم بے سرو ساماں نکلے

کربلا آئے تو پیاسے رہے پیاروں سے چھٹے
گھر لٹا خیمہ جلا با سرِ عریاں نکلے

کیا شہیدوں کو کفن دے وہ غریب و محتاج
چاک کرنے کو نہ جس پاس گریباں نکلے

شاہؑ کہتے تھے پُر ارمان تھے اور پیاسے تھے
کیوں تڑپ کر علی اکبرؑ نہ تری جاں نکلے

شاہؑ کو شوق شہادت کے جو تھے طفلی سے
سب وہ ارمان تہ خنجرِ بُراں نکلے

شاہؑ کے سینے سے زینبؑ نے کیے تیر جدا
پُر جگر میں جو لگے تھے نہ وہ پیکاں نکلے

رعشہ ہے شاہؑ کے ہاتھوں کو تڑپتا ہے صغیر
کس طرح گردنِ معصومؑ سے پیکاں نکلے

خنجر براں: تیز خنجر / پیکاں: تیر / رعشہ: تھرتھراہٹ / صغیر: لمس

پہلے ملنے کے لیے قبرِ سکینہؑ پہ گئے
جب کہ اندوہ سے وہ قیدیِ زنداں نکلے

شافعِ حشر نے کھینچا قلمِ عفو دبیر
حشر میں جب کہ مرے دفترِ عصیاں نکلے

سلام

دل میں بہارِ داغِ امامِ زمن رہی
مُجرائیوں کو قبر میں سیرِ چمن رہی

سب منزلوں میں شہؑ کو مدینہ کی یاد تھی
پہنچی جو کربلا میں نہ حُبِّ وطن رہی

کافی ہوئی نہ چار بزرگوں کی موت آہ
اُمّت کو فکرِ خاتمۂ پنجتنؑ رہی

اللہ رے بھائیوں کی محبت کہ حشر تک
ماتم میں بھی صدائے حسینؑ و حسنؑ رہی

لبریز پیاس سے یہ ہوا شاہؑ کا دہن
منکر کے واسطے بھی نہ جائے سخن رہی

عابدؑ پکارے حیف بہتّر گلے کٹے
گردن مری فقط لیے طوق و رسن رہی

صغریٰؑ کہے گی حشر میں اکبرؑ کو دیکھ کر
بھیّا تمھاری منتظر اب تک بہن رہی

ہوتے ہی صبح عقد رنڈاپا گلے پڑا
کل ایک رات نام کو کبریٰؑ دلھن رہی

قالب میں شہؑ کے تیر تھے بعد از وداعِ روح
سورج غروب ہو گیا باقی کرن رہی

اب تک فغاں ہے مرقدِ عباسؑ سے بلند
افسوس اے سکینہؑ تو تشنہ دہن رہی

قطعہ

صغریٰؑ نے رو کے پوچھا یہ تحقیق ہے پھوپھی
عریاں زمیں پہ لاشِ امامِ زمن رہی؟

زینبؑ نے سر جھکا کے کہا سچ ہے میری جان
بے گور بھائی اور مقیّد بہن رہی

شبیرؑ بے جنازہ بے غسل و بے حنوط
زینبؑ برہنہ سر رہی عریاں بدن رہی

برقع کے بدلے منہ پہ رہے گیسوؤں کے بال
واری گلے میں جائے گریباں رسن اپنی

ہوتا ہے شامیانہ کا دستور قبر پر
سو دھوپ شہؑ کی لاش پہ سایہ فگن رہی

فغاں: نالے/عریاں: ننگے/گور: قبر/مقیّد: قید/بہنا/حنوط: مردے پر ملنے کا خوشبودار مرکب

ہے ہے نہ پوچھو کیا مرے بھائی کا تھا کفن
دل کو مرے نہ اب ہوسِ پیرہن رہی

جس خاک پر ہوا تھا شہید ابنِ بوتراب
چالیس روز تک وہی مٹی کفن رہی

جب تک دیا نہ فاتحہ پانی پہ بھائی کا
زینبؑ بھی قید خانہ میں تشنہ دہن رہی

اصغرؑ کو ماں کے واسطے حوروں کی گود میں
کیا کیا نہ بے کلی اب نہرِ لبن رہی

دُلھا کا گھر نہ باپ کا گھر تھا برائے فلک
آخر کہاں یتیمِ حسنؑ کی دُلھن رہی

باقی ہے نیل گردنِ زینبؑ پہ قبر میں
دنیا میں قید خانہ رہا نے رسن رہی

بہرِ ثواب نظم میں کرتا ہوں اے دبیرؔ
افسوس اب جہاں میں نہ قدرِ سخن رہی

نہرِ لبن: بحر میں دودھ کی نہر

(۱۱۶)

سلام

مُجرائی شہؑ کی مصیبت جو بیاں ہوتی ہے
فاطمہؑ سنتی ہے اور اشک فشاں ہوتی ہے

جب عیاں تیغِ ہلالِ رمضان ہوتی ہے
غمِ حیدرؑ کی چھری دل پہ رواں ہوتی ہے

ذبح ہوتے تھے حسینؑ اور یہ کہتے تھے مَلک
ہائے اب فاطمہؑ بے نام ونشاں ہوتی ہے

دونوں بیٹے کیے زینبؑ نے برادر پہ نثار
ایسی ہمشیر زمانے میں کہاں ہوتی ہے

حوریں اِک سمت بتولؑ آتی ہے رونے کے لیے
مجلسِ ماتمِ شبیرؑ جہاں ہوتی ہے

اشک بے ساختہ مومن کے نکل پڑتے ہیں
جب کہ روداد شہِ دیں کی بیاں ہوتی ہے

فشاں: بکھرنا/عیاں: ظاہر

کہا زینبؑ نے تُو کیوں گر نہیں پڑتا اے چرخ
حلقِ شبیرؑ پہ شمشیر رواں ہوتی ہے

شہؑ کا سر دیکھ کے نیزے پہ یہ کہتے تھے حرم
کیوں قیامت نہیں دنیا میں عیاں ہوتی ہے

باؤ کہتی تھی تڑپ کر میں کروں کیا ہے ہے
صاحبو رخصتِ فرزندِ جواں ہوتی ہے

تا نہ بھولے شرفِ پنجتنؑ پاک کوئی
پانچ وقت اس لیے دنیا میں اذاں ہوتی ہے

قطعہ

رَن میں وارد ہوئے اکبرؑ تو پکارا لشکر
عقل انسان کی خود رفتہ یہاں ہوتی ہے

واہ کیا نور ہے کیا حُسن ہے کیا جاہ و جلال
مدح اک شمہ نہیں ہم سے بیاں ہوتی ہے

رخ ہے وہ رخ کہ ابھی عکس جو اس کا پڑ جائے
ٹکڑے پوشاکِ قمر مثلِ کتاں ہوتی ہے

شرف: فضیلت/خود رفتہ: بے خود/شمہ: ذرہ/کتاں: سوت

لب ہے وہ لعل کہ بیعانہ بدخشاں جس کا
لال اُس لعل کی مدحت میں زباں ہوتی ہے

شمعِ ناوک پہ ہے پروانہ سدا تیر شہاب
کہکشاں چرخ پہ قربانِ کماں ہوتی ہے

تیغ ہے برق غضب شعلہ فشاں آتش قہر
مرگ رہ جاتی ہے جس جا یہ رواں ہوتی ہے

بانو کہتی تھی کہ یاد آتے ہیں جس دم اکبرؑ
پار سینے کے مرے غم کی سناں ہوتی ہے

شہؑ کا سر کٹتا تھا اور کہتی تھی روحِ زہراؑ
تیغ یہ میرے کلیجے پہ رواں ہوتی ہے

ہم کو انجم سے ہے ثابت کہ غمِ مولاؑ میں
آہِ سکانِ فلک شعلہ فشاں ہوتی ہے

تشنگیِ شہؑ دیں جب میں رقم کرتا ہوں
خشک ہر حرف یہ خامے کی زباں ہوتی ہے

شور تھا خیمہ میں ہنگامِ وداعِ اکبرؑ
لو جدا قالبِ شبیرؑ سے جاں ہوتی ہے

لعل: گونگ/ناوک: تیر/سکان: مقیم/قالب: جسم

رتبۂ صبر دکھاتے ہیں جنابِ عابدؑ
چشمِ حیرت سے خلائق نگراں ہوتی ہے

جو مصیبت شہؑ بے کس پہ ہوئی رَن میں دبیرؔ
کون لکھ سکتا ہے اور کس سے بیاں ہوتی ہے

(۱۱۷)

سلام

پڑھوں سلام خبانِ پنجتنؑ کے لیے
کہ ایک تحفہ یہ کافی ہے پنج تن کے لیے

دہن ہے ذکرِ سلام شہِ زمن کے لیے
زباں دہن میں ہے گویا اسی سخن کے لیے

حواس خمسہ ہیں مُجرائی اس سخن کے لیے
کہ شش جہت کی ہے بنیاد پنجتنؑ کے لیے

زمیں ہے خاک بسر مُجرئی حسنؑ کے لیے
ہے نیل پوش فلک شاہِ بے وطن کے لیے

وہ پائے گا سندِ عمّ بقا سے باغِ جناں
خوشا نصیب جو روئے شہِ زمن کے لیے

قطعہ

پکارے طوق و سلاسل کو دیکھ کر عابدؑ
یہی ہے حصے میں بیمارِ خستہ تن کے لیے

نیل پوش: نیلا لباس پہنے

نہ تیرِ حرملہ نے تیغِ شمر واویلا
رسن گلے کے لیے اور گلا رسن کے لیے

ہزار حیف کفن اُس کا خاکِ صحرا ہو
کہ جس کی خاک تبرّک ہے اب کفن کے لیے

ہوا تھا نشوونما جس کا شیرِ زہراؑ سے
سورَن میں تیروں کا بار اں تھا اُس چمن کے لیے

ملیں گے جس کے غلاموں کو حُلّۂ جنّت
خدا کی شان وہ محتاج تھا کفن کے لیے

نیا ستم ہے کہ اُمّت نے کاٹ کر سرِ شاہؑ
برہنہ تن کو کیا جامۂ کہن کے لیے

پہنایا خلعتِ شادی تو بول اٹھی تقدیر
کفن بھی قطع کرو دلہنِ حسن کے لیے

لگائی ہاتھوں میں دُلھا دُلھن کے کیوں مہندی
وہ ہاتھ کٹنے کے خاطر ہیں یہ رسن کے لیے

قضا پکاری کہ بیوہ کہو اسیر کہو
ہوئی خطاب کی تجویز جب دُلھن کے لیے

حُلّہ: لباس/جامۂ کہن: پرانے کپڑے/خلعت: لباس/قطع کرنا: کاٹنا

لحد میں روتی ہے زہراؑ تڑپ تڑپ کے مدام
کبھی حسینؑ کی خاطر کبھی حسنؑ کے لیے

یہی رقم خطِ پشتِ اب حسینؑ میں تھا
کہ ضربِ چوب کی ہے اس لب و دہن کے لیے

غضب ہے دستِ جفا بھی کیا عدو نے دراز
گہر بھی آہ یتیمِ شہِؑ زمن کے لیے

سکینہؑ کہتی تھی سیدانی ہوں طمانچے نہ مار
خدا کے واسطے اے شمر پنجتنؑ کے لیے

قطعہ

حرم رسن میں بندھے آئے جب کہ پیشِ یزید
لکھا ہے خاک کا جامہ تھا بارہ تن کے لیے

کیا سلام بندھے ہاتھ سے جو زینبؑ نے
طبق میں تڑپا بہت شہؑ کا سر بہن کے لیے

گہر کو کیا دُرِ دندانِ شاہؑ سے نسبت
یہ دُر صدف کے لیے وہ گہر دہن کے لیے

حسینؑ کہتے تھے سر دوں گا گھر لٹاؤں گا
نجاتِ اُمتِ محبوبِؐ ذوالمنن کے لیے

مدام: مسلسل؛ ضرب: مار؛ چوب: بند

دکھا کے رختِ سیہ ماں سے کہتی تھی کبریٰؑ
دُلھن بنایا تھا اس کالے پیرہن کے لیے

قطعہ

شریکِ خونِ حسینؑ و حسنؑ ہے پانی بھی
عزیزو غور کرو ربِّ ذوالمنن کے لیے

حسینؑ پیاسے موئے رَن میں اور نہ پانی ملا
مِلا تو زہر کے اندر مِلا حسنؑ کے لیے

دبیرؔ ہو گا خدا مشتریٔ گوہرِ اشک
بھلا یہ رتبہ کہاں ہے دُرِ عدن کے لیے

سلام

السّلام اے قبلۂ ایماں مرے
بادشاہِ کربلا سلطاں مرے

بزمِ غم میں آبرو دو یا حسینؑ
اشک کم ہیں اور بہت عصیاں مرے

حشر میں زہراؑ کہے گی شیعوں سے
تھام لو تم گوشۂ داماں مرے

قطعہ

مِل کے سر سے شہؑ کے لاشے نے کہا
دھوپ میں اعضا رہے عریاں مرے

دی ندا سر نے کہ چوبِ بید سے
کھولے ظالم نے لب و دنداں مرے

بولی زینبؑ کیوں نہ ننگے سر پھروں
اُٹھ گئے سر سے برادر جاں مرے

عصیاں: گناہ/گوشۂ داماں: دامن کا کونہ

قطعہ

شہؑ نے فرمایا عمر سے: غور کر
او لعیں رتبے نہیں پنہاں مرے

جدِّ امجد تاجدارِ انبیاؐ
والدِ ماجد شہِؑ مرداں مرے

بوند پانی مجھ سے کرتا ہے عزیز
کس کی گردن پہ نہیں احساں مرے

ظلم تُو کر میں کروں گا صبر و شکر
وہ ترے شایاں ہے یہ شایاں مرے

حُر گیا جنّت میں تو بولی بتولؑ
آ میں صدقے تجھ پہ اے مہماں مرے

کہتی تھی راتوں کو بانُو اے فلک
کیا کیے تو نے مہِ تاباں مرے؟

قطعہ

بولی بانُو گرد کیوں پھرتے ہو آج
کچھ کہو تو اکبرؑ ذی شاں مرے

پنہاں: چھپے ہوئے

خیر راضی ہوں سدھارو مرنے کو
واری ہو ماں تم نہ ہو قرباں مرے

نانی سے کہتی تھی صغریٰؑ دیکھیے
آتے ہیں کب عیسیٰؑ دوراں مرے

کہتی تھی شیریں ضیافت کیا کروں
شاہِ دیں مر کر ہوئے مہماں مرے

قطعہ

آ کے مقتل میں پکاری فاطمہؑ
کس طرح ہے اے دُرِ غلطاں مرے

دی صدا لاشے نے اُٹھ سکتا نہیں
سر جدا ہے دیکھیے ساماں مرے

دیر تک بیٹھا رہا سینے پہ شمر
زخم سب دکھتے ہیں اے لقماں مرے

قبرِ اصغرؑ پر کیے بانوؑ نے بین
رات کیوں کر گزری؟ اے ناداں مرے

اب تلک یہ شور کرتا ہے فرات
ہائے پیاسے مر گئے مہماں مرے

شایاں: شان کے قابل/مہِ تاباں: چمکتے چاند/ضیافت: مہمان داری/دُرِ غلطاں: موتی جو خون سے بھرا

قطعہ

آئی وقتِ ذبح حضرتؑ کو ندا
مرحبا اے تابعِ فرماں مرے

ہم نے بخشی تیرے شیعوں کو نجات
بولے شہؑ بر آئے سب ارماں مرے

بولی زینبؑ خیر ہو عباسؑ کی
روتے ہیں بابا شہِؑ مرداں مرے

قطعہ

لاشِ اکبرؑ پر کیے بانوؑ نے بین
واری دل میں رہ گئے ارماں مرے

بیاہ کر دیتی اگر یہ جانتی
تم ہو اٹھارہ برس مہماں مرے

بے سرو ساماں نہیں ہوں اے دبیرؔ
دیکھنا کل حشر میں ساماں مرے

سلام

وصفِ گُلِ زہراؑ میں ہیں رنگیں سخن ایسے
جنّت میں بھی ہوں گے نہ سلامی چمن ایسے

لکھا ہے اٹھایا نہ گیا شاہؑ سے لاشا
پامال ہوئے گھوڑوں سے بدنِ حسنؑ ایسے

کٹتی تھیں رگیں حلق کی اَور کہتے تھے پانی
شبیرؑ دمِ ذبح تھے تشنہ دہن ایسے

بابا سے سکینہؑ نے کہا خواب میں رو کر
گھٹتا ہے گلا مجھ پہ ہیں رنجِ رسن ایسے

زینبؑ نے کہا ایک کو جی بھر کے نہ روئی
افسوس زمانے سے اُٹھے پنجتنؑ ایسے

گردن رہی خم اور نہ بازو سے مٹا داغ
عابدؑ پہ ہوئے صدمۂ طوق و رسن ایسے

عابدؑ نے جو بندھوایا گلا بولی یہ زینبؑ
حیدرؑ کے بھی تھے راہِ رضا میں چلن ایسے

یہ کہہ کے فلک روتے ہیں قبرِ شہؑ دیں پر
اب ہوئیں گے پیدا نہ غریب الوطن ایسے

شہؑ بھانجوں کو دیکھ کے کہتے تھے یہ رو کر
جیتے نہیں فرزند کسی کے بہن ایسے

در فاطمہ زہراؑ پر گرا اور کیا ضبط
تھے صابر و مظلوم بھی خیبر شکن ایسے

زہراؑ نے کہا میں نے ستایا تھا کسے چرخ
جو دکھ میں پڑے میرے حسینؑ و حسنؑ ایسے

پُرسے کو بھی آئے تو جھکائے ہوئے سر کو
شرمندہ تھے سجادؑ سے اہلِ وطن ایسے

گھر چھوڑا وطن چھوڑا کیا قبر کو آباد
دنیا میں ستائے گئے شاہِ زمن ایسے

شہؑ نے کہا باندھو نہ جراحت مرے تن کے
ہیں زخم بہت میرے جگر میں بہن ایسے

اصغرؑ جو گیا خُلد میں کہنے لگیں حوریں
بچّے نہ یہاں آئے تھے تشنہ دہن ایسے

جراحت: زخم

وہ بے کفن و گور یہ بے مقنع و چادر
لوٹے گئے دن بیاہ کے دُلھا دُلھن ایسے

کہتے تھے حرم حادثہ درپیش ہے کوئی
روتے ہیں گلے مل کے جو بھائی بہن ایسے

عریاں رہے لاشے شہیدوں کے چہل روز
نایاب تھے کیوں چرخ بہتر کفن ایسے

نو لاکھ کو ششدر کیا اِک اِک نے دمِ جنگ
شبیرؑ کے ہمراہ تھے مقتر دو تن ایسے

تھا گنجِ شہیداں پہ یہ رہ گیروں کا نوحہ
افسوس کہ پامال ہوئے گل بدن ایسے

کیا زینبؑ و شبیرؑ کی الفت کا کہوں حال
تا حشر نہ اب ہوئیں گے بھائی بہن ایسے

جز ذات خدا سب تھے دبیرؔ آہ و بُکا میں
مقتل میں ہوئے شیرؑ خدا نعرہ زن ایسے

÷

(۱۲۰)

سلام

ٹکڑے اے مُجرئی زہراؑ کا چمن ہوتا ہے
مثلِ گل چاک پیمبرؐ کا کفن ہوتا ہے

بیاہ کا جوڑا پہن کر یہ کہا قاسمؑ نے
سچ ہے یہ سُرخ شہیدوں کا کفن ہوتا ہے

کہا حوروں نے کہ یا ساقیِ کوثر فریاد
ذبح فرزند ترا تشنہ دہن ہوتا ہے

شہداؑ کہتے تھے ہیں قید میں عابدؑ دیکھیں
کب میسّر شہِ بے کس کو کفن ہوتا ہے

پہنا جب خلعتِ شادی تو قضا نے یہ کہا
اب کوئی دم میں یہ رنڈسالا دُلھن ہوتا ہے

کہتی تھی قومِ اسد ہے یہ خدا کی قدرت
بے کفن دفن شہنشاہِ زمن ہوتا ہے

جس نے کی عاصیوں کی عقدہ کشائی افسوس
اُس کا فرزند گرفتار رسن ہوتا ہے

خلعت: لباس

کہا صغریٰؑ نے کہ پردیسی مرے پیاسے ہیں
دم بدم خشک یہاں میرا دہن ہوتا ہے

بعد مسلم جو چلے شاہؑ تو مسلم نے کہا
رفتہ رفتہ یونہی ویران وطن ہوتا ہے

روکے زینبؑ نے کہا باندھیے سہرا آ کر
بیاہ قاسمؑ کا اب اے بھائی حسنؑ ہوتا ہے

پوچھا زینبؑ نے کہ کیوں طبل بجاتے ہیں عدو
شہؑ نے فرمایا میرا کوچ بہن ہوتا ہے

ذبح کے بعد زباں نکلی ہوئی تھی شہؑ کی
تر کہیں تیغ کے پانی سے دہن ہوتا ہے

کہا فضہ نے کہ فریاد الٰہی فریاد
کنبہ زہراؑ کا گرفتار رسن ہوتا ہے

کہا یہ ہند نے زینبؑ سے بتاؤ مجھے نام
کہ عیاں فاطمہؑ کا تم سے چلن ہوتا ہے

قطعہ

دخترِ ہند سے رو کر یہ سکینہؑ نے کہا
دم بدم دل پہ فزوں رنج و محن ہوتا ہے

میرا کرتہ جو پھٹا ہے نہ سمجھ مجھ کو حقیر
حال ایسا ہی یتیموں کا بہن ہوتا ہے

جس پہ ہوتی ہے عنایات شہؑ دیں کی دبیرؔ
اُس کا مقبول دوعالم میں سخن ہوتا ہے

سلام

اُس کو مجرا نہ جسے خوف تھا شمشیروں سے
تیرِ مژگاں کو بھی جنبش نہ ہوئی تیروں سے

شہؑ کے لشکر پہ وہ حیرت تھی کہ ویسی حیرت
کوئی پائے نہ مرقّع کی بھی تصویروں سے

شاہؑ نے خواب جو دیکھا کئی تعبیریں کہیں
خوف زینبؑ کو رہا خواب کی تعبیروں سے

کیا ہی عابدؑ کو ہوا غم جونہی اعدا نے کہا
چادریں لے لو کوئی شاہؑ کی ہمشیروں سے

شاہؑ کرتے جو طلب آب تو اعدا کہتے
پانی ملنے کا نہیں آپ کی تقریروں سے

جب کہ پانی نہ ملا شہؑ نے حرم سے یہ کہا
کیا کریں کام پڑا ہم کو تو بے پیروں سے

ہلِ کوفہ سے کہا شہؑ نے کہ نامے بھیجے
مجھ کو حیرت ہے کہ تم پھر گئے تحریروں سے

مژگاں: پلک؛ جنبش: حرکت؛ مرقّع: قشاشی

ذبح کے وقت ادا شہؑ سے تھی ہر دم تکبیر
اس طرح کس کی شہادت ہوئی تکبیروں سے

حیف وہ قتل ہوا جس کو علیؑ نے پالا
سیکڑوں رنج سے اور لاکھوں ہی تدبیروں سے

بولے عابدؑ مجھے کیوں قید ہیں کرتے اعدا؟
سلسلہ صبر کا جاتا نہیں زنجیروں سے

سر برہنہ تھے حرم کہتے تھے سایہ ہے ہمیں
دم بدم آیہ قرآں کی توقیروں سے

کہتے تھے شہؑ کے موالی کہ لٹا گھر تو لٹا
ہم کو منصب ہے ملا خلد کی جاگیروں سے

گنجِ اختر یہ نہیں مہر نہیں ماہ نہیں
یہ مشبک ہے فلک آہوں کی تاثیروں سے

خدمتِ گنجِ شہیداں جسے ملتی ہے دبیرؔ
خاک اُس در کی ہے کافی اُسے اکسیروں سے

موالی: پیرو/منصب: عہدہ/رنج: خزانہ/اکسیر: کیمیا/مشبک: سوراخ دار

(۱۲۲)

سلام

قتلِ شبیرؑ کے تھے مُجرئی ساماں کتنے
ایک حلقوم تھا اور خنجرِ بُراں کتنے

مُجرئی ذرّے ہیں اس غم سے پریشاں کتنے
مل گئے خاک میں شہؑ کے مہِ تاباں کتنے

مُجرئی تشنہ دہن تھے شہِ ذی شاں کتنے
آبِ شمشیر کو پی کر ہوئے خنداں کتنے

اب سوفار جو کویا ہو تو یہ پوچھوں میں
تنِ شبیرؑ میں پیوست تھے پیکاں کتنے

قاسمؑ و اکبرؑ و عباسِ علیؑ وائے ستم
نوجوانانِ پیمبرؐ ہوئے بے جاں کتنے

خوں بہا مانگا کی محشر میں بہتّر(۷۲) تن کا
ہاتھ میں فاطمہؑ کے ہوں گے گریباں کتنے

حلقوم: حلق/راں: تیر/مہِ تاباں: چمکتے چاند/خنداں: ہنس مکھ/لبِ سوفار: تیر کا منہ/ پیکاں: تیر/فرقت: جدائی/خوں بہا: قصاص/ہراساں: خوف زدہ/رفتہ رفتہ: آہستہ آہستہ

باقرؑ و فاطمہؑ کبریٰؑ و سکینہؑ معصوم
ایک رسّی میں گرفتار تھے ناداں کتنے

خوفِ شب خوں تھا غمِ فرقتِ شبیرؑ بھی تھا
حرمِ شہؑ تھے شبِ قتل ہراساں کتنے

کہا زینبؑ نے کہ شیریں نے اُڑھائی چادر
رفتہ رفتہ ہم ہوئے بے سرو ساماں کتنے

سر کٹانے کی خوشی تھی پہ یہ غم تھا شہؑ کو
خلق میں ہوئیں گے بدنام مسلماں کتنے

نہ تو سایہ تھا نہ بستر تھا نہ تھا آب و طعام
حرمِ شہؑ پہ ہوئے صدمۂ زنداں کتنے

شاہؑ کہتے تھے کہ سیراب ہوا غم سے چھٹا
تیغِ قاتل کے مرے سر پہ ہیں احساں کتنے

بولی زینبؑ ہمیں سر ننگے پھرایا در در
واہ یہ لوگ بھی ہیں صاحبِ ایماں کتنے

خلق: مخلوق، دنیا/طعام: غذا/جراحت: زخم/صحبت: ساتھ بیٹھنا ہم نشینی

دیکھ گل ہائے جراحت شہداؑ کہتے تھے
تختۂ تن پہ ہیں سر سبز گلستاں کتنے

صاحبِ فیض ہوں میں فیضِ شہِ دیں سے دبیرؔ
ہو گئے ہیں مری صحبت میں سخن داں کتنے

سلام

مُجرئ گلچینِ قضا شبیرؑ کے گلشن میں ہے
ہر گلِ باغِ امامت موت کے دامن میں ہے

مُجرئ جو پنجتنؑ کے سایۂ دامن میں ہے
مثلِ رضواں وہ ہمیشہ خُلد کے گلشن میں ہے

دل عنادل کی طرح اے مُجرئ شیون میں ہے
معدنِ دُرہائے شبنم اشکوں سے دامن میں ہے

لختِ دل سے چشمِ تر یاقوت کی معدن میں ہے
بے بہا لعلِ بدخشاں مُجرئ دامن میں ہے

کیا مقام وکوچ شہؑ کے قافلے کا رَن میں ہے
پہلی منزل خلد کی اے مُجرئ مدفن میں ہے

مُجرئ کہتے تھے عابدؑ تپ سے لرزہ تن میں ہے
کس طرح جاؤں مسیحا میرا تنہا رن میں ہے

گلچیں: پھول توڑنے والا، عنادل: بلبل، رشیون: غم، دُرہائے: موتیوں، لختِ دل: دل کا ٹکڑا، بے بہا: قیمتی

قیدِ عابدؑ سے سلامی دل مراثیوں میں ہے
آج تک طوقِ گراں تصویر کی گردن میں ہے

جلوہ ماہِ بنی ہاشمؐ سلامی رن میں ہے
یا تجلّی نور حق کی وادیِ ایمن میں ہے

قطعہ

اسلحہ سج کر گئے رن میں جو ہم شکلِ نبیؐ
بولے اعدا غرق اکبرؑ قلزم آہن میں ہے

بکتر و چار آئینہ خود و ذرہ تیغ و سپر
واہ کیا کیا زیورِ جنگ اس جواں کے تن میں ہے

گلشنِ قدرت کی ہے برگِ گُلِ سوسن سپر
کب اثر ایسا دعائے اطہرِ سوسن میں ہے

ایک جوشن ہے کبیر اور اِک صغیر آفاق میں
پر خواصِ جوشنین اکبرؑ کے اک جوشن میں ہے

ہے یہ آغوشِ کماں معمور نورِ دوش سے
زور توسن کو تجلّی کہکشاں کی رن میں ہے

معمور: بھرا ہوا/قامت: پیکر/ابلق: سیاہ سفید گھوڑا/توسن: گھوڑا/سرعت: تیز رفتار

قامتِ پُرنور کی ہے تاب رشکِ آفتاب
سایہ اس کے قد کا طوبیٰ خلد کے گلشن میں ہے

حال و استقبال ہو جاتے ہیں ماضی ہر قدم
ایلقِ ایام حیراں سرعتِ توسن میں ہے

میں فدائے آبروئے تشنہ گانِ کربلا
مثلِ کوثر حکم جاری خُلد کے گلشن میں ہے

قبرِ اصغرؑ سے کہا بانو نے: راحت دیکھیو
سونے والا میرے دامن کا ترے دامن میں ہے

دیکھ کر حُر کو سپاہِ شام میں بولے حسینؑ
اک حُبِ پنجتنؑ اس لشکرِ دشمن میں ہے

یک بیک گہنے کا لٹنا دفعتاً داغِ پدر
کیا سکینہؑ پر ہجومِ درد و غم بچپن میں ہے

تا دمِ محشر شہادت کی گواہی کے لیے
سرخیِ خونِ شہیداں دشت کے دامن میں ہے

قبرِ زہراؑ سے ہوئے رخصت جو شہؑ آئی ندا
روح تیرے ساتھ ہے قالب مرا مدفن میں ہے

پوچھتی تھی فاطمہؑ صغریٰ نسیمِ صبح سے
نونہالِ احمدؐ مختار کس گلشن میں ہے

قطعہ

حالِ صغریٰ دیکھ کر ہمسائیاں کہتی تھیں آہ
چشم صرفِ اشک ہے دل نالہ وشیون میں ہے

ضعف سے جنبش نہیں مطلق تن لاغر کو اب
ہے کفن میں مردہ یا صغریٰ یہ پیراہن میں ہے

شہؑ کے سر سے بولے عابدؑ اے مسیحا الغیاث
پاؤں میں زنجیر ہے طوق و رسن گردن میں ہے

قطعہ

چشمِ زخمِ شاہؑ نے دیکھی نہ جو بخیہ کی شکل
شرم سے پُتلی نہیں اب دیدۂ سوزن میں ہے

کوچۂ زخمِ تن شاہؑ میں نہ کی بخیہ نے راہ
آمد و شد رشتے کی کیوں خانہ سوزن میں ہے

تنگ چشمی سے نہ روئے حالِ شہؑ پر اہلِ شام
واقعی اشکوں کی جا کب دیدۂ سوزن میں ہے

قالب: جسم/نونہال: گلشن بچہ (علی اصغرؑ)/صرف: مصروف/مطلق: بالکل/دیدہ: آنکھ/بخیہ: ٹانکا/رشتے: دھاگا/سوزن: سوئی

شام کو بانو چلی مقتل سے تو رو کر کہا
اے شہیدو ہوشیار اصغرؑ بھی میرا رن میں ہے

بسکہ ہے وقتِ ظہورِ مہدیِ ہادیؑ کا شوق
مہر سے چشمِ مسیحا چرخ کے روزن میں ہے۔

نار میں مضطر ہے جیسا غاصبِ باغِ فدک
بےقراری کب کسی دانے کو وہ خرمن میں ہے

بولے شہؑ خنجر میں شیرِ فاطمہؑ کا ہے مزا
دامنِ مادر کی صورت قبر کے دامن میں ہے

شہرہ ہے تیری زبانِ دُر فشاں کا اے دبیرؔ
لعل پوشیدہ وفورِ شرم سے معدن میں ہے

سلام

مُجرئ سبط نبیؐ جب کہ وطن سے نکلے
جان کیوں فاطمہ صغریٰؑ کی نہ تن سے نکلے

جو سخن مدحِ شہِ دیں میں دہن سے نکلے
کم نہ قیمت میں کبھی دُرِ عدن سے نکلے

یا علیؑ وقتِ قضا جس کے دہن سے نکلے
جان آرام سے اے مُجرئ تن سے نکلے

قطعہ

دفن کے وقت یہ عابدؑ سے کہا زینبؑ نے
تیر کتنے مرے بھائی کے بدن سے نکلے

بولے سجادؑ کہ کیا پوچھتے ہو تیروں کو
نکلے کچھ اور نہ کچھ شاہؑ کے تن سے نکلے

ماں نے اکبرؑ سے کہا بیٹا جواں مرتے ہو
جان سختی سے نہ کیوں تیرے بدن سے نکلے

دُرِعدن: عدن کے موتی/قضا: موت

کہا عابدؑ نے سکینہؑ سے نہ رو مرقد پر
لاش بابا کی تڑپ کر نہ کفن سے نکلے

شادی اکبرؑ کی نہ کی سالگرہ اصغرؑ کی
کچھ بھی ارماں نہ دلِ شاہِ زمنؑ سے نکلے

پانی پلوانا مرے نام پہ پیاسوں کو مدام
گھر سے شبیرؑ یہی کہہ کے بہن سے نکلے

قطعہ

کیا کہوں شام میں عابدؑ کی اسیری کا حال
ایک ساعت نہ کبھی رنج و محن سے نکلے

قید خانے سے وہ نکلے تو رسن میں وہ بندھے
آئے زنداں میں اگر قیدِ رسن سے نکلے

آیا میدان میں قاسمؑ تو پسر ارزق کے
جنگ کے واسطے فرزندِ حسنؑ سے نکلے

اشکِ خونی نہ بہیں چشمِ علیؑ سے کیوں کر
خوں جو عباسؑ دلاور کے بدن سے نکلے

اسیری: قید/ساعت: گھڑی/ ناوک: تیر

حق سے کرتے تھے دعا خشک زباں سے یہ حسینؑ
زیرِ خنجر بھی ترا نام دہن سے نکلے

قید خانہ میں سکینہؑ یہی کرتی تھی دُعا
گردنِ عابدؑ بیمار رسن سے نکلے

توشۂ راہِ کفن اور نگہبان قضا
کس تباہی سے حسینؑ اپنے وطن سے نکلے

ناوکِ غم دلِ شبیرؑ میں پیہم گزرے
تیر جس وقت کہ تابوتِ حسنؑ سے نکلے

خیمہ شاہؑ میں ہوا اُس گھڑی ماتم برپا
لے کے رخصت جو ہیں شبیرؑ بہن سے نکلے

رفقا کہتے تھے ہو ہو کے فدائے شبیرؑ
شکر صد شکر کہ اب رنج و محن سے نکلے

قطعہ

حلقِ نازک علی اصغرؑ کا کہاں تیر کہاں
سہم کر روح نہ کیوں اُس کے بدن سے نکلے

ہچکیاں لے کے جو دودھ اُگلا تو تھا حلق یہ خشک
دودھ کے قطرے بھی رُک رُک کے دہن سے نکلے

ہے غمِ باغِ ہوت میں اِسے در بدری
ورنہ کیا کام ہے گُل کو جو چمن سے نکلے

اختر ان کو نہ کہو سبطِ نبیؐ کے غم میں
ہیں یہ شعلے جگرِ چرخ کہن سے نکلے

ہم نے میزانِ نظر میں جو کیا وزن دبیرؔ
دُر شہسوار بھی کم میرے سخن سے نکلے

(۱۲۵)

سلام

مُجرئی مالکِ کوثر کو جو پانی نہ ملے
چشمِ سجادؑ کو کیوں اشک فشانی نہ ملے

جس کا اے مُجرئی کونین میں ثانی نہ ملے
ہائے وہ قتل ہو اور بوند بھی پانی نہ ملے

شاہؑ کہتے تھے جو ہونی ہو وہ مجھ پر ہوئے
خاک میں پَر علی اکبرؑ کی جوانی نہ ملے

کیا قیامت ہے جو ہو ساقیِ کوثر کا پسر
اُس کے مرقد پہ چھڑکنے کو بھی پانی نہ ملے

قید خانے میں یہ تھا بیوۂ مسلمؑ کا بیاں
ایسے بچھڑے کہ مرے یوسفؑ ثانی نہ ملے

سر مسلمؑ درِ کوفہ میں ملا برچھی پر
لیکن اس شہر میں لوکو مرے جانی نہ ملے

گر کرے تا بہ قیامت فلکِ پیر تلاش
بے کسی میں کوئی شبیرؑ کا ثانی نہ ملے

اشک فشانی: آنسو بہانا، مرقد: قبر، کلک: قلم

قصۂ سیّدِ مظلوم ہے کتنا پُر درد
اس فسانہ سے کسی کی بھی کہانی نہ ملے

کلکِ قدرت نے یہ تھا موجوں کی سطروں میں لکھا
یعنی اس نہر کا عبّاسؑ کو پانی نہ ملے

کیوں فلک یوسفؑ و یعقوبؑ تو پھر اِک جا ہوں
زندہ شبیرؑ سے شبیرؑ کا جانی نہ ملے

کیوں نہ محتاجِ کفن ہوئے وہ بے کس نوشاہ
بیاہ کی شب جسے پوشاکِ شہانی نہ ملے

شمر سے کہتی تھی زینبؑ ہمیں سر ننگے کیا
چین تجھ کو کبھی اے ظلم کے بانی نہ ملے

پڑھتے ہی عرضیِ صغریٰؑ کو ہوئے قتل حسینؑ
قاصدِ خستہ کو پیغام زبانی نہ ملے

شہؑ نے اعدا سے کہا پانی دو گر اصغرؑ کو
خاک میں گل کی مرے غنچہ دہانی نہ ملے

داغِ اولاد و غمِ تشنگی و گرسنگی
شاہؑ کو کون سے اندوہ نہانی نہ ملے

ماں سے قاسمؑ نے کہا خوں میں رنگیں گے پوشاک
غم نہیں ہم کو جو پوشاک شہانی نہ ملے

مجھ کو ہر لحظہ تاسّف یہی رہتا ہے دبیرؔ
ہم تو پانی پئیں شبیرؑ کو پانی نہ ملے

سلام

سلامی دوپہر تک شہؑ کے لشکر کی صفائی ہے
بہتّر تن کے اُوپر لاکھ ظالم کی چڑھائی ہے

سلامی شہؑ نے گردن سجدۂ حق میں کٹائی ہے
اُدھر سے آئی ہے زہراؑ اِدھر سے موت آئی ہے

سلامی دخترِ شیرِؑ خدا بلوے میں آئی ہے
اُٹھا کر ہاتھ کہتی ہے: خداوندا دہائی ہے

کہا اکبرؑ نے نیزہ مجھ کو ظالم نے نہیں مارا
رسولؐ اللہ کے سینے پہ یہ برچھی لگائی ہے

کہا شہؑ نے مرے سینے سے اے ظالم اُتر جا تُو
گلے ملنے کو مجھ سے فاطمہؑ جنّت سے آئی ہے

نہ کیوں مغموم ہوئیں کربلا میں مومنین جا کر
وہاں مدّت تلک ختم الرسلؐ نے خاک اُڑائی ہے

محبو اپنا سر گر تم نہ پیٹو حیف کی جا ہے
تمھارے واسطے شبیرؑ نے گردن کٹائی ہے

قطعہ

ستم گاروں سے بانوؑ نے یہ عابدؑ کی سفارش کی
خدا واقف ہے اُس نے پرورش نازوں سے پائی ہے

یہ دہری بیڑیاں لوہے کی آہستہ پنھاؤ تم
اُسے مَنّت کی بھی زنجیر مِنّت سے پنھائی ہے

گلا کٹتا تھا شہؑ کا اور چلاتی تھی یہ زہراؑ
دُہائی ہے دُہائی ہے دُہائی ہے دُہائی ہے

کہاں شبیرؑ کا زانو کہاں سرِ حُر کا اے یارو
یہ شانِ کبریائی ہے یہ قسمت کی رسائی ہے

حرم سے کہتی تھی بانوؑ کہ جی کیوں کر نہ گھبرائے
مجھے اے صاحبو صغریٰؑ سے یہ پہلی جدائی ہے

پھراتے ہیں لعیں بازار میں زینبؑ کو یہ کہہ کر
جنازہ جس کا اُٹھا رات کو یہ اُس کی جائی ہے

کہا زہراؑ نے شہؑ کی لاش سے حُر کا نہ غم کھانا
ردا زہراؑ نے بیٹا اس کے لاشے پر اڑھائی ہے

غضب ہے شمر یہ ایک ایک سے فخریہ کہتا تھا
چھری میں نے نبیؐ زادہ کی گردن پر چلائی ہے

دعائے بخششِ اُمت میں ہے تیری یہ سرشہؑ کا
عجب حاجت روائی ہے عجب مشکل کشائی ہے

گلا ننھا سا باقرؑ کا بندھا رسّی سے تو رو رو
پکارا یا علیؑ پہنچو دمِ مشکل کشائی ہے

کہیں گے انبیاؑ جس دم حسینؑ آئیں گے محشر میں
رسول اللہؐ کی اُمّت اسی نے بخشوائی ہے

کہا مقتل میں زہراؑ نے نبیؐ سے لاشوں کو دکھلا
یہ سب حیدرؑ کی دولت ہے یہ سب میری کمائی ہے

کہا شہؑ نے میرے عباسؑ کی ہمّت کوئی دیکھو
کٹے ہیں ہاتھ پر قبضے میں دریا کی ترائی ہے

دعا کرتی تھی شہؑ کی لاش اُس کے ہاتھ جل جائیں
مرے نانا کی مسند جس ستم گر نے جلائی ہے

تمنّا ہے دبیرؔ خستہ کو یا ربّ کہیں یہ سب
کہ یہ مدّاح ہے دیں دار ہے اور کربلائی ہے

سلام

قتلِ شبیرؑ کی اے مُجرئی تیاری ہے
دیدۂ فاطمہ زہراؑ سے لہو جاری ہے

صبحِ عاشور یہ زینبؑ سے کہا سرورؑ نے
آج کا دن ترے بھائی پہ بہت بھاری ہے

پوچھا زہراؑ نے کہ کیوں خُلد میں گھبرائے ہو
شہؑ نے فرمایا کہ زنداں میں مری پیاری ہے

کہا عابدؑ نے کہ جس دن سے ہوئے قتل حسینؑ
نہ دوا ہے نہ تسلّی ہے نہ دل داری ہے

تیر کھا کر علی اصغرؑ نے اشارے سے کہا
کیا اب خشک دکھانا بھی گناہ گاری ہے

مصطفیٰؐ کہتے تھے شبیرؑ سے دیکھوں کیا ہو
تم بھی پیارے ہو اور اُمّت بھی مجھے پیاری ہے

کروٹیں لے کے یہ کرتا تھا اشارہ اصغرؑ
گور میں سوؤں گا اب جھولے سے بےزاری ہے

تشنگی فاقہ کشی دربدری محتاجی
ہائے کیا فاطمہؑ کی بیٹیوں پر خواری ہے

کہا حیدرؑ نے شبِ قتل خدا خیر کرے
خود بہ خود آج مجھے قبر میں بے داری ہے

دردِ دل جب ہوا احمدؐ کے تو بولے شاید
برچھی اکبرؑ کے کلیجے پہ لگی کاری ہے

کہتی تھی فاطمہ صغریٰؑ نہ قضا ہے نہ شفا
مجکو دنیا میں عجب طرح کی بیماری ہے

پوچھا قاسمؑ نے مجھے گود میں لیتا ہے کون؟
رو کے شہؑ نے کہا وہ فاطمہؑ بے چاری ہے

حشر کا مجکو نہیں غم کہ دبیرؔ اُس دن کی
پسرِ احمدِ مختارؐ کی مختاری ہے

÷

دیدہ: آنکھ/دل داری: تسلی/گور: قبر/خواری: ذلیل/کاری: کارمند سخت/قضا: مرگ/مختاری: حکومت

سلام

سلامی شاہؑ پر شدّت تھی یہ تشنہ دہانی کی
ہوئی تھی کوہر نایاب ان کو بوند پانی کی

پسند آیا قضا کو جو جواں فوجِ حسینی کا
بجاے صاد زخم تیغ کی رُخ پر نشانی کی

پلائے ساغرِ کوثر کھلائے میوۂ جنّت
شہِ بے کس نے حُر کی خلد میں کیا مہمانی کی

ہوا تھا خود بخود شادی کے غم سے رنگ زرد اُس کا
نہ تھی نوشاہ کو حاجت لباسِ زعفرانی کی

قطعہ

غمِ طولِ فراقِ شاہؑ میں کہتی تھی یہ صغریٰ:
جدا بابا سے ہو کر ہائے تم نے زندگانی کی

شبِ ہجراں تڑپ کر ہم نے کاٹی وائے محرومی
نہ بابا جان آئے نے اجل نے مہربانی کی

قطار اونٹوں کی دی راہِ خدا میں جس کے دادا نے
اُسے افسوس دی اَعدا نے خدمت ساربانی کی

کہا اہلِ وطن نے فاطمہؑ کا لال پیاسا ہے
اٹکتی ہے ہمارے بھی گلے میں بوند پانی کی

مقیّد جب کیا زنداں میں ناموسِ پیمبرؐ کو
تو آ کر روحِ زہراؑ نے سحر تک پاسبانی کی

جوانانِ بنی ہاشم یہی کہتے تھے رو رو کر
نہ دیکھی حیف اکبرؑ نے بہار اپنی جوانی کی

علی اکبر یہ کہتا تھا مجھے مرنے کو جانے دو
قسم اے سبطِ پیغمبرؐ تمھیں میری جوانی کی

غمِ شہؑ میں ہوئے یہ رفتہ رفتہ ناتواں عابدؑ
بدن میں بعد مرنے کے کفن نے بھی گرانی کی

کہا سجادؑ نے صبر و قرار و ہوش نے چھوڑا
تن لاغر سے باقی ہے رفاقت ناتوانی کی

غبارِ مرقدِ صغریٰؑ وہاں قربان ہوتا ہے
لحد ہے جس جگہ پر فاطمہ زہراؑ کے جانی کی

دبیرِ خستہ یہ وہ بزم ہے یاں آ کے زہراؑ نے
فغاں کی بال کھولے سر کو پیٹا نوحہ خوانی کی

÷

گوہر نایاب: نایاب موتی / رقصا: موت / فراق: جدائی / پاسبانی: نگہبانی / لاغر: ڈبلا / رفاقات: دوستی / خستہ: تھکا ماندہ

(۱۲۹)

سلام

سلامی اوجِ فلک پہ نہیں یہ تارے ہیں
ہماری آہِ شرر بار کے شرارے ہیں

عطش سے غش میں سلامی علیؑ کے پیارے ہیں
جو آنکھ کھلتی ہے تو پانی کے اشارے ہیں

سلامی اشک جو دُرِ نجف ہمارے ہیں
تو مول لینے کو شاہِ نجف کے پیارے ہیں

غمِ حسینؑ سے روشن عمل ہمارے ہیں
فلک ہے سینہ تو داغِ عزا ستارے ہیں

سبیل آپ کی رکھنے سے ہے یہی ثابت
حسینؑ تشنہ دہن خلق سے سدھارے ہیں

عمامہ شہؑ نے جو پھینکا تو بولی یوں زینبؑ
کہ رَن سے کیا علی اکبرؑ تمھیں پکارے ہیں

شرربار: چنگاریاں بکھیرنے والی/شرارے: چنگاریاں/تشنہ: امامِ مظلوم کے نام پر ٹھنڈا پانی پلوانا/عطش: پیاس

زمیں پہ ذرّے نہ کیوں تڑپیں صورتِ اختر
کہ زیرِ خاک یدُ اللہ کے ستارے ہیں

فلک پہ کیوں نہ کرے فخر کربلا کی زمیں
کہ اس میں بھی اسدُ اللہ کے ستارے ہیں

انگوٹھا دیکھ کے ہونٹوں پہ لاشِ اصغرؑ کا
پکاری بانو ابھی پانی کے اشارے ہیں

کنارِ شہؑ کے تمنا میں کہتے تھے اکبرؑ
شتاب آؤ کہ ہم گور کے کنارے ہیں

قطعہ

نبیؐ نے لاشۂ شبیرؑ سے کہا پیارے
تیرے کلیجے پہ یہ تیر کس نے مارے ہیں؟

پکاری لاش مقامِ حیا ہے اے ناناؐ
میں کس کا نام لوں سب کلمہ گو تمھارے ہیں

حسینؑ آئیں گے جب حشر میں کہیں گے مَلک
اِسی نے کام گناہ گاروں کے سنوارے ہیں

حسینؑ کہتے تھے اکبرؑ نہ جاؤ مرنے کو
تمھارے جینے سے ہم کو بڑے سہارے ہیں

بدن سے کاٹ کے ننھی سی گردنِ اصغرؑ
شلوکے گرتے بھی بے رحموں نے اتارے ہیں

عزیز رکھتا ہے ربِ عزیز شہؑ کو عزیز
خدا کے پیارے ہیں یہ مصطفیٰؐ کے پیارے ہیں

قطعہ

کہا رفیقوں سے شہؑ نے دکھا کے اعدا کو
ہم ان کے دوست ہیں کو یہ عدو ہمارے ہیں

یہ ظلم کرتے ہیں ہم چاہتے ہیں اِن کی نجات
ہم اُن کو پیارے نہیں اور ہمیں یہ پیارے ہیں

حرم یہ کہتے تھے چادر اُڑھاؤ یا حیدرؑ
کہ اب کھلے ہوئے بلوے میں سر ہمارے ہیں

نسیمِ صبح سے صغریٰؑ یہ پوچھتی تھی مدام
بتا مجھے گلِ زہراؑ کدھر سدھارے ہیں

کیا جو شاہؑ نے حملہ پکاری روحِ رسولؐ
حسینؑ جانے دو یہ کلمہ کو ہمارے ہیں

سلام

مُجرئی یادِ حق ہے یادِ علیؑ
لوحِ دل پر رقم ہے نادِ علیؑ

خُلد کیا ہے محبتِ حیدرؑ
قہرِ دوزخ ہے کیا عنادِ علیؑ

دفترِ حشر میں صحیح نہیں
فردِ ایماں بغیرِ صادِ علیؑ

یوں جگہ خُلد میں ہے شیعوں کی
دل میں شیعوں کے جیسے یادِ علیؑ

خُلد و طوبیٰ و نہرِ کوثر ہے
کاغذ و خامہ و مدادِ علیؑ

چار عنصر ہیں قالبِ دیں کے
فضل و احسان و عدل و دادِ علیؑ

نور ہی نور ہے خدا کا فقط
آتش و خاک و آب و بادِ علیؑ

تنگ دستی سے دی پناہ ہمیں
حرز ہے بازوے جوادِ علیؑ

اُن کی مشکل کے عقدے سب حل ہیں
جن کو دل سے ہے اعتقادِ علیؑ

بابِ فردوس فتح کر دیں گے
قبر میں ہم پڑھیں گے نادِ علیؑ

دل بہ حق لب بہ شکر و دست بہ تیغ
دیکھنا شوکتِ جہادِ علیؑ

گھر علیؑ کا ازل سے ہے جنّت
حُور و غلماں ہیں خانہ زادِ علیؑ

شبِ معراج ساتھ ساتھ رہے
کیا نبیؐ سے تھا اتّحادِ علیؑ

صاف دُرِ نجف سے ظاہر ہے
پاک گوہر ہیں خانہ زادِ علیؑ

تیغ سائل کو بخش دی دمِ جنگ
کیا خدا پر تھا اعتمادِ علیؑ

دال ہے خوبیِ قرات پر
قاریوں کو حدیثِ صادِ علیؑ

ہیں علیؑ خانہ زادِ ربِّ حرم
زادِ ایماں ہے خانہ زادِ علیؑ

جیسے ہیزم کو آگ کھاتی ہے
یوں گنہ شیعوں کے ودادِ علیؑ

مصحفِ انبیاءؑ پڑھے فر فر
روزِ مولد یہ تھا سوادِ علیؑ

حشر میں ہوں گے زیرِ عرشِ علیؑ
شیعیانِ خوش اعتقادِ علیؑ

ہر مرض کی دوا ہے خاکِ شفا
ہر بلا کی سپر ہے بادِ علیؑ

سفرِ حج میں تھی یہ شان اکثر
راحلہ پاؤں فقر زادِ علیؑ

ایک گوشہ ہے جن کا ہفت اقلیم
غیب میں ایسے ہیں بلادِ علیؑ

کیوں نہ چار آئینہ ہو شیعوں کا
ہے رباعی کی قطع نادِ علیؑ

لائقِ کبریا ہیں دو تحفے
داغِ شبیرؑ اور ودادِ علیؑ

بولی قبرِ حسینؑ پر زینبؑ
خاک میں مل گئی مرادِ علیؑ

سلام

مُجرئی ہنستے رہے شہؑ اور غم دیکھا کیے
زخمِ تن میں سیرِ گلزار اِرم دیکھا کیے

اے فلک مجرے میں جن کے تجھ کو خم دیکھا کیے
حیف تو دیکھا کیا اور وہ ستم دیکھا کیے

کج روی کی ہائے اس سے لشکر کفارؑ نے
جن کے اوپر سب پر جبریلؑ خم دیکھا کیے

بارہا عابدؑ نے راتوں کو فلک پہ کی نگاہ
شاہؑ کے زخموں سے تارے اس پہ کم دیکھا کیے

اشتیاق چشمۂ کوثرؑ میں شاہِ تشنہ لب
اشک کے قطرے سے بھی دریا کو کم دیکھا کیے

مر گیا اصغرؑ تو اِک ہچکی میں لیکن دیر تک
ہاتھ رکھ کر شاہؑ دیں سینے میں دم دیکھا کیے

اُس کے لاشے کو کیا اہل ستم نے پائمال
جس کا سب مُہرِ نبوت پر قدم دیکھا کیے

جب تلک جیتے رہے شبیرؑ یہ افسوس تھا
قتل اکبرؑ ہو گیا اور ہائے ہم دیکھا کیے

کہتے تھے سجادؑ ہو کر نائبِ مشکل کشا
ہم رسن میں آہ بازوے حرم دیکھا کیے

قطعہ

شہؑ کے سر کو دیکھ کر نیزے پہ کہتے تھے حرم
بارہا دوشِ نبیؐ پر تجھ کو ہم دیکھا کیے

مثلِ خورشیدِ قیامت آج ہے نیزے پہ تُو
ہم جدا سب سے ترا جاہ و حشم دیکھا کیے

گہ نظر محرابِ خنجر پر کبھی سوے خیام
ہر طرح سے شاہِ دیں سوے حرم دیکھا کیے

شب خیالِ روضۂ سرورؑ رہا تھا اے دبیرؔ
خواب میں ہم سیرِ گلزارِ اِرم دیکھا کیے

(۱۳۲)

سلام

اکیسویں شب آئی ہے ماہِ صیام کی
بجھتی ہے شمع تربتِ خیرالانام کی

دنیا سے کوچ آج وصی نبیؐ کا ہے
شعیوں سے ہے وداع شہِ خاص و عام کی

مولود کعبہ ہوئے گا زخمی سو پہلے سے
حق نے سیاہ پوش تن بیت الحرام کی

تاحکمی میں حشر کے یہ دو گواہ ہیں
صُوم وصلٰوۃ میں ہے شہادت امامؑ کی

پائے ہیں کس شہیدؑ نے ایسے گواہِ خوں
صوم و صلٰوۃ میں ہے شہادت امامؑ کی

روزے میں آبِ تیغ پیا اور کھایا زخم
لذت علیؑ سے پوچھو اس آب و طعام کی

نوحہ ہے یہ حسنؑ کا کہ فریادِ یا خدا
زینبؑ دہائی دیتی ہے خیرالانامؑ کی

ضربت لگائی سجدے میں ابنِ حرام نے
تقصیر کیا ہے حاجیِ بیت الحرام کی

قائم زمانے میں نہ قیامت ہو کس طرح
رحلت ہے آج شافعِ روزِ قیام کی

ارکانِ عرش حق میں تزلزل بپا ہوا
کانپی لحد پیمبرؐ عالی مقام کی

عباسؑ کہہ رہے ہیں کہ مجکو لیا نہ ساتھ
تقصیر تو بتائیے آقا غلام کی

سجدے میں اُس کا کام لعیں نے کیا تمام
جس پر خدا نے اپنی عبادت تمام کی

مجروح صبح قدر کیا روزہ دار کو
کی قدر کلمہ گو نے یہ ماہِ صیام کی

قاتل کو جامِ شیر پلایا تو خود پیا
ظالم کی وہ جفا یہ مروّت امامؑ کی

یاں تک سرِ شگافتہ سے خوں بہا تھا آہ
طاقت نہ تھی زبانِ خدا میں کلام کی

کس چشمِ بد نے زخم لگایا علی کو حیف
دیکھی نہ چشمِ زخم نے شکل التیام کی

قاتل قضا پہ سجدے میں سر اور سر پہ تیغ
دیکھو نماز امامِ علیہ السلام کی

نکلا جنازہ گھر سے جو شیرِ الٰہ کا
فریاد عرش پر گئی ہر خاص و عام کی

(۱۳۳)

سلام (فارسی)

زینبؑ و حالِ تباہش نگرید
گریۂ شام و پگاہش نگرید

سینہ اش ز آتشِ غم یکسر سوخت
تا بزن شعلۂ آہش نگرید

حلقہ چوں داغ زدہ در ماتم
بہ عزا جامہ سیاہش نگرید

پیش چشمش شدہ مذبوحِ حسینؑ
حسرتِ دل بہ نگاہش نگرید

شانۂ بر چہرہ پریشاں زلفش
گرد مہِ اہرِ سیاہش نگرید

تا بزن در تتق ظلمتِ شام
شفقِ خوں رُخِ ماہش نگرید

بسرِ خاک بخوں غلطیدہ
باہمہ رفعت جاہش نگرید

ہر کہ او بود پناہِ دوجہاں
کس نکرد آہ پناہش نگرید

پارہ پارہ شدہ پیراہنِ تن
از کتاں جامۂ ماہش نگرید

آں کہ مے سود گلہ گوشہ بعرش
شمر بر بودہ کلاہش نگرید

چہ بود باعثِ قتلِ معصوم
بے گناہیست گناہش نگرید

ناظرِ مہدیِ ہادیست دبیر
چشم و ابرِ سرِ راہش نگرید

سلام (فارسی)

درِ شبیرؑ و بجاہش نگرید
سرِ تسلیم کواہش نگرید

ماتمِ قبلۂ دیں می دارد
کعبہ و رخت سیاہش نگرید

عاشقِ روے پسر بود حسینؑ
سُوے اکبر بہ نگاہش نگرید

نامِ شبیرؑ اثرہا دارد
آہ و نالہ دو کواہش نگرید

عرش از نالۂ زہراؑ لرزید
شیعیاں خاصۂ آہش نگرید

تنِ سر خاک و سرِ شہؑ بہ سناں
مومناں حالِ تباہش نگرید

داغِ فرزند بہ قلب زہراؑ است
محضر و مُہر کواہش نگرید

چہ بود باعثِ قتلِ معصومؑ
بے گناہیست گناہش نگرید

بود ہفتاد و دو تن یارِ حسینؑ
فوج بیند و سپاہش نگرید

شہؑ دعا داد عطایش بیلید
شمرِ بد کرد گناہش نگرید

ماند بے آب چہا باغِ بتولؑ
خشک شد سبز گیاہش نگرید

تنِ زارش ز تفِ غم شد خشک
آتش افتادہ بہ کاہش نگرید

نونہالِ باغِ نبیؐ چوں سبزہ
گشتہ پامال برہنہ نگرید

شوکتِ خار و سنانش بیند
دے و طغیاں سپاہش نگرید

زیرِ پائے شہِؑ مردان دہرؑ
تاج بیند و کلاہش نگرید

کتابیات

آبِ حیات	مولانا محمد حسین آزاد	رام نرائن بینی مادھو، الہ آباد ۱۹۶۴ء
ابواب المصائب	مرزا سلامت علی دبیر	مطبع یوسفی، دہلی، ۱۸۷۶ء
اُسلوب	عابد علی عابد	اسرار کریمی پریس، الہ آباد، ۱۹۷۶ء
اُردو مرثیے میں مرزا دبیر کا مقام	ڈاکٹر مظفر حسن ملک	مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۷۶ء
انیس شناسی	ڈاکٹر گوپی چند نارنگ	گلوب آفسٹ پریس، دہلی، ۱۹۸۱ء
اردو مرثیے کا ارتقا	ڈاکٹر مسیح الزماں	دلّی پرنٹنگ پریس، آلہ آباد، ۱۹۶۹ء
اُردو رباعی	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	مطبوعہ کراچی ۱۹۶۴ء
انتخابِ مراثیِ دبیر		رام نارائن، الہ آباد ۱۹۶۴ء
المیزان	سید نظیر الحسن رضوی فوقؔ	مطبع فیض عام علی گڑھ، ۱۹۱۶ء
انتخابِ مراثیِ دبیر	ڈاکٹر اکبر حیدری	اتر پردیش اُردو اکیڈمی لکھنؤ، ۱۹۸۰ء
اُردو مرثیے کے پانچ سو سال	عبدالروف عروجؔ	کراچی، ۱۹۶۱ء
باقیاتِ دبیر	ڈاکٹر اکبر حیدری	مرزا پبلشرز، حسن آباد، سری نگر، ۱۹۹۴ء
پیمبرانِ سخن	شادؔ عظیم آبادی	لاہور، ۱۹۷۴ء
تفہیم البلاغت	وہاب اشرفی	ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، ۱۹۹۴ء
تلاشِ دبیر	کاظم علی خان	لکھنؤ، ۱۹۷۹ء
دبستانِ دبیر	ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی	نسیم بک ڈپو لکھنؤ، ۱۹۶۶ء
دربارِ حسین	افضل حسین ثابتؔ لکھنوی	مطبع اثنا عشری، دہلی، ۱۳۴۸ھ
حیاتِ دبیر حصۂ اوّل	افضل حسین ثابتؔ لکھنوی	مطبع سیوک سٹیم پریس، لاہور، ۱۹۱۳ء

حیاتِ دبیرؔ حصۂ دوم	افضل حسین ثابتؔ لکھنوی	مطبع سیوک سٹیم پریس، لاہور، ۱۹۱۵ء
دفترِ ماتم، جلد اوّل تا جلد بستم	دبیرؔ	مطبع احمدی، لکھنؤ، ۱۸۹۶ء، ۱۸۹۷ء
دفترِ دبیرؔ	ڈاکٹر بلالؔ نقوی	محمدی ایجوکیشن پبلشرز، کراچی، ۱۹۹۵ء
رزم نامۂ دبیرؔ	سرفراز حسین خبیرؔ لکھنوی	نسیم بک ڈپو، لکھنؤ، ۱۹۵۴ء
رزم نگارانِ کربلا	ڈاکٹر سیّد صفدر حسین صفدرؔ	ندرت پرنٹرز، لاہور، ۱۹۷۷ء
رباعیاتِ دبیرؔ	مرتّب: سیّد سرفراز حسین خبیرؔ لکھنوی	نظامی پریس، لکھنؤ، ۱۹۵۲ء
اُردو رباعیات	ڈاکٹر سلام سندیلوی	نسیم بک ڈپو، لکھنؤ، ۱۹۶۲ء
سبع مثانی	مرتّب سیّد سرفراز حسین خبیرؔ لکھنوی	نظامی پریس، لکھنؤ، ۱۳۴۹ھ
''رسالہ سرفراز''، لکھنؤ دبیرؔ نمبر	مرتّب کاظم علی خان	سرفراز قومی پریس، لکھنؤ، ۱۹۷۵ء
شعارِ دبیرؔ	مرتّب مہذبؔ لکھنوی	یونائیٹڈ پریس، لکھنؤ، ۱۹۵۱ء
شاعرِ اعظم مرزا دبیرؔ	پروفیسر اکبر حیدری	اردو پبلشرز، لکھنؤ، ۱۹۷۶ء
شمس الضحیٰ	مولوی صفدر حسین	مطبع اثنا عشری، دہلی، ۱۲۹۸ھ
ماہنامہ ''کتاب نما'' دبیرؔ نمبر	مرتّب: عبدالقوی دسنوی	مکتبۂ جامعہ ملیہ، نئی دہلی، ۱۹۷۵ء
کاشف الحقائق جلد اوّل	امداد امام اثرؔ	مطبع اسٹار آف انڈیا، ۱۸۹۷ء
کاشف الحقائق جلد دوم	امداد امام اثرؔ	مکتبۂ معین الادب، لاہور، ۱۹۵۶ء
فسانۂ عجائب	رجب علی بیگ سرورؔ	سنگم پبلشرز، الٰہ آباد، ۱۹۶۹ء
مرزا دبیرؔ اور ان کی مرثیہ نگاری	ڈاکٹر نفیس فاطمہ	لیتھو پریس، پٹنہ، ۱۹۸۷ء
مراثیِ دبیرؔ، جلد اوّل	مرزا دبیرؔ	نول کشور پریس، لکھنؤ، ۱۸۷۵ء
مراثیِ دبیرؔ، جلد دوم	مرزا دبیرؔ	نول کشور پریس، لکھنؤ، ۱۸۷۶ء
ماہِ کامل	مہذبؔ لکھنوی	سرفراز قومی پریس، لکھنؤ، ۱۹۶۱ء

مرزا دبیر کی مرثیہ نگاری	ایس اے صدیقی	راحت پریس، دیوبند، ۱۹۸۰ء
مرزا سلامت علی دبیر	ڈاکٹر محمد زمان آزردہ	مرزا پبلشرز، حسن آباد، سری نگر، ۱۹۸۵ء
ماہِ نو، راول پنڈی، دبیر نمبر	مدیر فضل قدیر	راولپنڈی، ۱۹۷۵ء
موازنۂ انیس و دبیر از شبلی نعمانی	ڈاکٹر فضل امام	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۸۸ء
نادراتِ مرزا دبیر	ڈاکٹر صفدر حسین	چمن بک ڈپو، دہلی، ۱۹۷۷ء
واقعاتِ انیس	سیّد مہدی حسن احسن لکھنوی	مطبع اصح المطابع لکھنؤ، ۱۹۰۸ء
یادگارِ انیس	میر احمد علوی	سرفراز پریس لکھنؤ، ۱۹۵۷ء